آیاتِ قرآنیہ۔ احادیث مصطفویہ و سیرِ مختلفہ
کے سینکڑوں دلائل و براہین سے مزیّن کتاب لاجواب

مصنف
خطیبِ اہلسنت صاحبزادہ مقبول احمد سرور

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

دلائلِ قویہ

یعنی

اثبات میلاد مصطفی ﷺ

با اہتمام	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	دسمبر 2011ء/محرم الحرام 1433ھ
پروف ریڈنگ	محمد شکیل مصطفی اعوان صابری چشتی
طابع	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
کمپوزنگ	ورڈز میکر
سرورق	اے ایف ایس ایڈورٹائزرز 0345-4653373
قیمت	200/- روپے

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

فہرست مضامین

سعادت انتساب

یہ صحیفۂ عشقِ رسول

ہر اس صحیح العقیدہ سنی حنفی بریلوی عاشقِ رسول کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے جو ہر وقت نعتِ رسول میں رطب اللساں رہتا ہے اور اس عقیدت کو حرزِ جان بنائے ہوئے ہے کہ ـــ

غلامیٔ رسول میں موت بھی حیات ہے

فقیر اس انتساب کو اپنے لیے عظیم سعادت تصور کرتا ہے کیونکہ ـــ

جہڑے غلام رسول اللہ دے اسیں غلام اوہناں دے

اور یہ سعادت ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ سعادت بخشنے والا خود کسی کا انتخاب نہ کرے اس کا حصول ممکن ہی نہیں ـــ

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور فقیر اس سعادت کو نجاتِ اُخروی کی دلیل و شہادت سمجھتا ہے کیونکہ بقولِ حبیبِ خدا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ۔(ترمذی، مشکوٰۃ)

''مرد اسی کے ساتھ (اُٹھایا جائے گا) جس سے محبت کرے گا''۔

جس معیت کے حصول کی دعا حضرت امام خطابت رحمۃ اللہ علیہ المعروف سمندری والوں نے ان الفاظ میں کی تھی کہ ـــ

غلامانِ رسالت کی غلامی مل گئی مجھ کو
غلامانِ رسالت کا رہے مجھ پر سدا سایہ

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم وعلیٰ اٰلہ وصحبہٖ اجمعین ۔

نیاز مند

فقیر گدائے کوچۂ حضرت شاہ نقشِ لاثانی قدس سرہ النورانی

محمد مقبول احمد سرور

خادم آستانہ عالیہ حضرت امام خطابت سمندری والے

فیصل آباد

کتابیات

قرآن کریم	تفسیر روح البیان	تفسیر نیشاپوری
تفسیر بغوی	تفسیر نور العرفان	تفسیر ابن کثیر
تفسیر درمنثور	تفسیر روح المعانی	تفسیر عرائس البیان
تفسیر حسینی	تفسیر احمدی	تفسیر کبیر امام رازی
تفسیر الحسنات	تفسیر ضیاء القرآن	تفسیر ابن جریر
تفسیر طبری	تفسیر عبد الرزاق	تفسیر مظہری
تفسیر نعیمی مفصل	تفسیر ضیاء القرآن	تفسیر ابن عباس
تفسیر جلالین شریف	تفسیر جمل	تفسیر عزیزی
تفسیر نسفی	سنن دارمی	بخاری شریف
مسلم شریف	جامع الترمذی	ابوداؤد شریف
ابن ماجہ شریف	نسائی شریف	الخصائص النسائی
المستدرک للحاکم	المصنف لابی شیبہ	مسند الفردوس للدیلمی
ہدی الساری شرح بخاری	عمدۃ القاری شرح بخاری	فتح الباری شرح بخاری
السنن الکبریٰ للبیہقی	مسند امام احمد	کنز العمال
مسند ابی یعلی	مشکوٰۃ شریف	المیزان الکبریٰ
الخصائص الکبریٰ	بیان المیلاد النبوی لابن الجوزی	مولد العروس لابن الجوزی
مطالع المسرات للفاسی	تاریخ الخمیس	تاریخ انیس الجلیل
شرح قصیدہ بردہ للخرپوتی	التوسل للالبانی	الاحافات السنیہ

مدارج النبوت	معارج النبوت	دلائل النبوت
شرح شفا لعلی القاری	جامع الاحادیث	الفوائد للخلعی
الموضوعات لابن الجوزی	کتاب الضعفاء الصغیر	تذکرۃ المحدثین
البدایہ والنہایہ	تاریخ ابن کثیر اُردو	انوار جمال مصطفیٰ
شرح قصیدہ امالی	اتحاف السادہ للزبیدی	مصنف عبدالرزاق
مجمع الزوائد	جمع الجوامع للسیوطی	شواہد النبوت از علامہ جامی
الوفا لابن الجوزی	الرحیق المختوم	الدرر المنظم
روض الانف للسہیلی	حجۃ اللہ علی العلمین	انوار المحمدیہ
عقیدۃ الشہدہ	الدرر البہیہ	فتاویٰ حدیثیہ
سیرت حلبیہ	نزہۃ المجالس	انفاس رحیمیہ
تجلی الیقین	مکتوبات امام ربانی	الحدیقۃ الندیہ
جواہر البحار	المسند العقیلی	الدرر العظیم فی مولد الکریم
موضوعات کبیر لعلی القاری	التاریخ الکبیر للبخاری	تاریخ الکامل لابن عدی
الاسرار المرفوعہ للقاری	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	تاریخ دمشق لابن عساکر
اللآلی المصنوعہ للسیوطی	تاریخ بغداد للخطیب	المواہب اللدنیہ
زرقانی شریف	کتاب الثواب لابی الشیخ	النعمت الکبریٰ
ماثبت بالسنہ از شیخ محقق	حبیب اعظم	النور فی مولد البشیر والنذیر
اشعۃ اللمعات از شیخ محقق	مظاہر حق	فتاویٰ فیض الرسول
سماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین	درۃ التاج	جامع المعجزات
جلاء الحق	سنن سعید ابن منصور	ضیاء النبی
جشن میلاد النبی کی شرعی حیثیت	اصول الکلام	ہدیۃ الحرمین

جذب القلوب	شرف النبی	لسان المیزان
شامی شریف	قوت القلوب	مقاصد حسنہ
کتاب الشفاء لقاضی عیاض	مسالک الحنفاء للسیوطی	مختصر سیرت رسول
بہار خلد از تھانوی	سیرت رحمۃ للعالمین	سیرۃ المصطفیٰ ابراہیم سیالکوٹی
جمال مصطفیٰ صادق سیالکوٹی	سی حرفی مولوی صمصام	اکرام محمدی مولوی عبدالستار
احسن المواعظ ابراہیم سیالکوٹی	ترجمہ مولوی تھانوی	ترجمہ مولوی مودودی
ترجمہ محمود الحسن	ترجمہ عاشق الٰہی میرٹھی	الشہاب الثاقب
یک روزی اسماعیل دہلوی	الافاضات الیومیہ تھانوی	جمال الاولیاء تھانوی
نشر الطیب تھانوی	الشمامۃ العنبریہ بھوپالوی	تذکرۃ الرشید
فتاویٰ رشیدیہ	سیرت ثنائی	تاریخ اہل حدیث
رسالہ الاعتصام	اہل حدیث امرتسر	اخبار محمدی اہل حدیث
آفتاب نبوت قاری طیب	عطر الوردہ	امداد المشتاق از تھانوی
اشرف الحواشی	احسن القصص	نسبتِ باعثِ جنت
یوسف زلیخا	جامع الصغیر	الشرف المؤبد لآل محمد
الصواعق المحرقہ	برق سوزاں	روضۃ الشہداء
کتاب الدرج المنیفہ فی الآباء الشریفہ	حاشیہ نبراس	طبرانی کبیر والاوسط
اسعاف الراغبین	نفی الفیئ	مصابیح السنۃ
سیرت محمدیہ ترجمہ مواہب لدنیہ	القول البدیع	حیات القلوب
اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب	سبل الہدیٰ والرشاد	

وجہ تالیف

برادرِ طریقت جناب محمد حنیف انصاری صاحب ایک متصلب مذہبی رجحان رکھتے ہیں اور ان کے عشق رسول میں دن بدن فروغ اس لیے بھی ہو رہا ہے کہ وہ اکثر وقت درود شریف کے پاکیزہ ورد سے اپنی زبان کو تر رکھتے ہیں تو ان کے درجات میں ترقی کو دیکھ کر بہت سے بدعقیدہ لوگ خواہ مخواہ ان سے اُلجھا کرتے ہیں اور وہ اپنے طور پر دلائل کے انبار لگا کر ان کے دانت کھٹے کیا کرتے ہیں۔

یہ غالباً اس لیے بھی کہ وہ گدائے آستانہ عالیہ علی پور سیّداں شریف اور سگ حضرت سرکار نقش لاثانی قدس سرہ النورانی علی پوری ہونے کے ساتھ ساتھ شہنشاہِ اقلیم عشق رسالت حضرت تاجدار بریلی شاہ امام احمد رضا خان الملقب بہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بھی والہانہ عقیدت رکھتے ہیں اور ان کی اس فرمودہ حق بات پر مکمل عمل پیرا رہتے ہیں کہ۔

ذکر ان کا چھیڑیے ہر بات میں
چھیڑنا شیطان کا عادت کیجیے
جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا
ذکر اس کا اپنی عادت کیجیے

گزشتہ دنوں کچھ گستاخانِ رسول بدمذہب لوگوں سے انصاری صاحب کا مباحثہ ہو گیا تو انہوں نے حسب عادت ایک طاقتور مناظر کی طرح میدان مارا اور پھر اس کے بعد جب فقیر سے ملاقات ہوئی تو گرمجوشی شدید سے یہ تقاضہ جدید کیا کہ میں "میلادِ مصطفیٰ"

کے موضوع پر ایک مدلل کتاب تحریر کروں' بالخصوص اس میں "اوّلیت نورِ مصطفیٰ' حضور علیہ السلام کا باعث تخلیق کائنات ہونا" ان عنوانات کو مستند کتابوں اور بتقاضائے گستاخانِ رسالت بخاری شریف سے ثابت کیا جائے تو فقیر نے چند اوراق حوالہ قلم کیے ہیں جس میں بالخصوص درج ذیل عنوانات:

(۱) کیا صرف بخاری شریف ہی حدیث کی کتاب ہے؟

(۲) اوّلیت نورِ مصطفیٰ قرآن وحدیث کی روشنی میں

(۳) حضور علیہ السلام باعث تخلیق کائنات ہیں

(۴) ضعیف روایات فضائل کے باب میں معتبر ہیں' وغیرہ وغیرہ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عشق ومحبت سے تحریر کردہ کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور میرے لیے ذریعۂ نجات وتوشۂ آخرت بنائے۔ آمین

محمد مقبول احمد سرور
فیصل آباد

کیا صرف بخاری شریف ہی حدیث کی کتاب ہے؟

وہابی حضرات ہر دعویٰ کی دلیل بخاری شریف سے دکھانے کا مطالبہ کرتے ہیں' ان سے فقیر کا یہ سوال ہے کہ کیا صرف بخاری شریف ہی حدیث کی کتاب ہے؟ اس کے علاوہ پانچ کتب جن کا شمار صحاح میں ہوتا ہے کہ وہ احادیث کی کتب نہیں ہیں؟ علاوہ ازیں سینکڑوں کتب احادیث کیا قابلِ اعتماد نہیں ہیں؟

مؤطا امام مالک' مسند امام اعظم جو کہ بخاری سے پہلے مدوّن ہو چکی ہیں' کیا ان کی ذخیرۂ کتب احادیث میں کوئی اہمیت نہیں ہے؟ جبکہ مؤطا کی شرح خود مکتب اہل حدیث کے علامہ نواب وحید الزماں نے تحریر کی ہے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف ہے' ایسا کہنا کہاں تک درست ہے؟ یہ قانون کس نے وضع کیا ہے؟

کیا یہ قرآن کی کسی آیت سے قانون بنا ہے؟

حدیث کی کسی روایت سے وضع کیا گیا ہے؟

کسی صحابی کے قول سے یا صحابہ کے اجماع سے یہ قانون بنایا گیا ہے؟

اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے تو پھر اس پر اتنا زور کیوں دیا جاتا ہے؟

حالانکہ بخاری شریف میں بھی ضعیف روایات موجود ہیں کیونکہ ان کی اسناد میں جہمی' قدری' رافضی اور مرجئہ عقائد کے راوی موجود ہیں اور ایسے راوی بھی ہیں جو منکر الحدیث' واہی اور وہمی تھے جیسا کہ ہدی الساری مقدمہ فتح الباری میں ابن حجر عسقلانی

نے اس کی وضاحت کی ہے مثلاً:

(۱) باب الاستنجاء بالماء کے تحت امام بخاری نے ایک روایت اس سند کے ساتھ ذکر کی ہے:

حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ هِشَامُ ابْنُ عَبْدِالْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ مُعَاذٍ وَّاسْمُهٗ عَطَاءُ ابْنُ اَبِيْ مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَةٍ ـ الحديث (بخاری شریف جلد اول ص ۲۷)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے: عطاء بن ابی میمونہ اس کے بارے میں خود امام بخاری فرماتے ہیں کہ

عَطَاءُ بِنْ اَبِيْ مَيْمُوْنَةَ اَبُوْ مَعَاذٍ مَوْلٰى اَنَسٍ وَقَالَ يَزِيْدُ ابْنُ هَارُوْنَ مَوْلٰى عِمْرَانَ بِنِ حُصَيْنٍ وَكَانَ يَرَى الْقَدْرَ ۔

(کتاب الضعفاء الصغیر ص ۲۷۱)

یعنی یہ شخص عقائد قدریہ کا حامل تھا۔ (تذکرۃ المحدثین ص ۲۱۲)

(۲) اسی طرح امام بخاری نے کتاب المغازی میں ایک حدیث ذکر کی ہے:

حدثني عباس والوحيد قال حدثنا عبد الواحد عن ايوب ابن عائذ قال حدثنا قيس بن مسلم قال سمعت طارق ابن شهاب يقول حدثني ابو موسى الاشعري قال بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم ۔ الحديث (بخاری جلد ثانی ص ۶۲۳)

اس روایت میں ایک راوی ہے: ایوب ابن عائذ اس کو بھی امام بخاری نے خود مرجئی لکھا ہے فرماتے ہیں: ”ایوب بن عائذ الطائی کان یری الارجاء“۔

(کتاب الضعفاء الصغیر ص ۲۵۴)

ایوب ابن عائذ الطائی عقائد مرجئہ کا حامل تھا۔ (تذکرۃ المحدثین ص ۲۱۲)

مقام حیرت

حافظ ذہبی ایوب بن عائذ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ

وکان من المرجئة قال له انبماری و اورده فی الضعفاء لارجائه والعجب من البخاری یغمزه وقد احتج به .

(کتاب الضعفاء الصغیر ص ۲۵۲)

امام بخاری نے ایوب بن عائذ کو مرجئہ قرار دے کر اس کا شمار ضعفاء میں کیا ہے اور حیرت ہے کہ اس کو ضعیف قرار دے کر پھر اس سے استدلال بھی کرتے ہیں۔ (تذکرۃ المحدثین ص ۲۱۳)

(۳) اسماعیل بن ابان کوفی ایک راوی ہے اس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں کہ

اسماعیل ابن ابان عن هشام بن عروة متروك الحديث كنيته ابو اسحاق کوفی . (ھدی الساری جلد ثانی ص ۱۵۱)

اسماعیل بن ابان جو ہشام بن عروہ سے روایت کرتا ہے متروک الحدیث ہے۔

(تذکرۃ المحدثین ص ۲۱۳)

اس متروک الحدیث راوی سے امام بخاری نے اپنی صحیح (البخاری) میں متعدد احادیث روایت کی ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

اسماعیل ابن ابان الوراق الکوفی احد شیوخ البخاری ولم یکثر عنه . (کتاب الضعفاء الصغیر ص ۲۷۲)

اسماعیل بن ابان الوراق کوفی امام بخاری کے اساتذہ میں سے ایک ہیں اور امام بخاری نے ان سے بہت زیادہ احادیث روایت نہیں کی ہیں۔

ان کے علاوہ زبیر بن محمد التیمی، سعید بن عروہ، عبداللہ بن ابی لبید، عبدالملک بن امین، عبدالوارث بن سعید، عطاء بن السائب بن یزید، کھمس بن منہال یہ تمام راوی ضعیف ہیں اور کتاب الضعفاء الصغیر میں امام بخاری نے ان کے ضعف کی

تصریح کی ہے اس کے باوجود صحیح بخاری میں ان لوگوں کی روایات کو درج کیا ہے۔

(۴) شارح صحیح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ

ضعیف لوگوں سے روایت کے علاوہ کبھی امام بخاری سے سند (حدیث) میں راویوں کے نام کے سلسلے میں بھی خطاء واقع ہو جاتی ہے چنانچہ امام بخاری نے ''اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ'' کے تحت ایک حدیث اس سند کے ساتھ وارد کی ہے کہ

حدثنا عبد العزیز بن عبد اللّٰہ قال حدثنا ابراھیم بن سعد عن ابیہ عن حفص بن عاصم عن عبد اللّٰہ بن مالك بن بحینۃ قال الخ۔ (صحیح البخاری جلد اوّل ص ۹۱)

اس سند کے بیان میں امام بخاری سے دو غلطیاں واقع ہوئی ہیں ایک تو یہ کہ بحینہ عبداللہ کی والدہ کا نام ہے نہ کہ مالک کی اور امام بخاری نے اسے مالک کی والدہ قرار دیا ہے دوسری یہ کہ آگے چل کر فرماتے ہیں:

سمعت رجلا من الازد یقال لہ مالك بن بحینۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم رای رجلا الحدیث۔

اس حدیث کو انہوں نے مالک سے روایت کیا ہے حالانکہ یہ حدیث مالک کے بیٹے عبداللہ بن مالک سے مروی ہے مالک تو مشرف بہ اسلام بھی نہیں ہوئے تھے۔ مسلم نسائی ابن ماجہ نے بھی اس سند کو بیان کیا ہے لیکن ان کی سند میں یہ غلطیاں نہیں ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ

الوھم فیہ موضعین احدھما ان بحینہ والدۃ عبد اللّٰہ لا مالك وثانیھما ان الصحبۃ والروایۃ لعبد اللّٰہ لا لمالك۔

(فتح الباری ج ۲۹)

اس روایت میں دو جگہ وہم ہے اوّل یہ کہ بحسینہ عبداللہ کی والدہ ہے نہ کہ مالک کی' ثانی یہ کہ صحابی اور راوی عبداللہ ہیں نہ کہ مالک۔ (تذکرۃ المحدثین ص ۲۱۴)

(۵) سند کے علاوہ نفس حدیث کے متن میں بھی امام بخاری سے کافی تسامح واقع ہوئے' سطورِ ذیل میں ان میں سے بعض غلطیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

کتاب الزکوۃ میں امام بخاری نے ایک حدیث وارد کی ہے:

عن عائشة ان بعض ازواج النبی صلی الله علیه وسلم قلن للنبی صلی الله علیه وسلم اینا اسرع بك لحوقا قال اطولكن یدا فاخذوا قصبة یذرعونها فكانت سودة اطولهن یدا فعلمنا بعدا انما كانت طول یدها الصدقة و كانت اسرعنا لحوقا به صلی الله علیه وسلم و كانت تحب الصدقة ۔

(بخاری شریف جلد اوّل ص ۱۹۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج نے آپ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کی ازواج میں سے کون سب سے پہلے آپ کے ساتھ واصل ہوگی؟ فرمایا: جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے' یہ سن کر سب اپنے اپنے ہاتھ ماپنے لگیں اور ان میں لمبے ہاتھ سودہ کے تھے اور بعد میں ہم کو معلوم ہوا کہ ہاتھوں کی لمبائی سے مراد صدقہ ہے اور سودہ کا سب سے پہلے انتقال ہوا اور وہ صدقہ سے محبت رکھتی تھیں (یعنی صدقہ کثرت سے دیا کرتی تھیں)۔

اس حدیث کے جملہ "**کانت اسرعنا لحوقا به**" میں "**کانت**" کی ضمیر سودہ کی طرف راجع ہے' جس کا مفاد یہی ہے کہ آپ کے بعد ازواجِ مطہرات میں سب سے پہلے سودہ کا وصال ہوا اور یہ بات تمام اصحابِ سیر اور اربابِ تاریخ کی شہادت سے قطعاً باطل ہے کیونکہ آپ کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب بنت

جحش کا ۲۰ ہجری میں وصال ہوا اور حضرت سودہ کا وصال تو اس کے بہت بعد ۵۴ ہجری میں ہوا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۸۲) اس حدیث میں راوی سے زینب کا لفظ چھوٹ گیا ہے' عبارت یوں ہونی چاہیے تھی: ''وکانت زینب اسرع لحوقا به'' صحیح مسلم میں یہ جملہ اس طرح ہے:

کانت زینب اطول یدا لانها کانت تعمل وتتصدق ۔

حضرت زینب لمبے ہاتھ کی تھیں' اس لیے کہ وہ زیادہ صدقہ دیا کرتی تھیں۔

بہرحال یہ امام بخاری کا کام تھا کہ وہ اس راوی کی روایت کو اپنی صحیح میں درج کرتے' جس کی روایت میں یہ تاریخی غلطی نہیں ہوئی جیسا کہ امام مسلم[1] نے کیا ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ایک طویل بحث کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس روایت میں ابوعوانہ کو وہم ہوا ہے۔ (فتح الباری جلد چہارم ص ۳۰)

(تذکرۃ المحدثین از علامہ غلام رسول سعیدی شارح صحیح مسلم ص ۲۱۴-۲۱۵)

(۲) باب احداد المرأۃ علیٰ غیر زوجها کے تحت امام بخاری نے یہ حدیث وارد کی ہے کہ

عن زینب بنت ابی سلمة قالت لما جآء نعی ابی سفیان من الشام دعت اُم حبیبة بصفرة فی یوم الثالث الخ الحدیث ۔

(بخاری شریف جلد اوّل ص ۱۷۰)

زینب بنت ابی سلمہ کا بیان ہے کہ جب شام سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر آئی تو حضرت اُم حبیبہ نے تین دن کے بعد سوگ ختم کر دیا۔ الخ

اس حدیث میں امام بخاری نے یہ بیان کیا ہے کہ ابوسفیان کی وفات کی اطلاع شام سے آئی تھی حالانکہ یہ بات تاریخی طور پر قطعاً غلط ہے کیونکہ باتفاق مؤرخین ابوسفیان کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا تھا' چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

---

[1] ..... غالباً اسی وجہ سے بعض مغاربہ نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے اور حافظ ابو علی نیشاپوری نے کہا: ''اس آسمان کے نیچے صحیح مسلم سے بڑھ کر کوئی حدیث کی کتاب نہیں ہے''۔ (تذکرۃ المحدثین ص ۲۰۶)

وفی قولہ "من الشام" نظر لان ابا سفیان مات بالمدینة بلا خلاف بین اھل العلم بالاخبار والجمھور انہ مات اثنتین وثلاثین وقیل سنة ثلاث ولد فی شیء من طرق ھذا الحدیث تقییدہ بذلك الا فی روایة سفیان بن عیینة ھذہ واظنھا وھما ۔ (فتح الباری ج۳ ص۲۸۸)

اس روایت میں شام کے لفظ پر اعتراض ہے کیونکہ مؤرخین میں سے کسی کا اس بات پر اختلاف نہیں ہے کہ ابوسفیان کا انتقال مدینہ منورہ میں ۳۲ ہجری یا ۳۳ ہجری میں ہوا تھا اور اس واقعہ میں شام کی قید میں نے سفیان بن عیینہ کی روایت کے سوا اور کہیں نہیں دیکھی اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کو درج کرنے میں امام بخاری نے کامل غور وخوض اور تحقیق وتتبع سے کام نہیں لیا۔

(تذکرۃ المحدثین ص۲۱۶ از علامہ غلام رسول سعیدی)

(۷) **فضل من شھد بدرًا** اور غزوۃ الرجیع میں امام بخاری نے ایک طویل حدیث میں فرمایا:

وقتل خبیب ھو قتل الحارث ابن عامر بن نوفل یوم بدر ۔

یعنی خبیب نے جنگ بدر میں حارث ابن عامر ابن نوفل کو قتل کیا تھا۔

اس جگہ بھی امام بخاری نے سخت مغالطہ کھایا ہے کیونکہ خبیب نام کے دو شخص ہیں، خبیب بن عدی اور خبیب بن اساف اور تمام تر اہل مغازی کا اتفاق ہے کہ جس شخص نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا وہ خبیب بن اساف ہیں اور امام بخاری نے حدیث میں جس خبیب کا واقعہ ذکر کیا ہے، وہ وہ ہیں کہ جن کو مشرکین نے گرفتار کر کے مکہ میں سولی دے دی تھی، وہ خبیب بن عدی ہیں اور خبیب بن عدی نہ تو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے نہ ہی انہوں نے حارث کو قتل کیا،

لہٰذا ان کے بارے میں امام بخاری کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ خبیب نے حارث کو قتل کیا تھا' چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ

ان اهل المغازی لم یذکر منهم احد ان خبیب بن عدی شهد بدرًا ولا قتل الحارث بن عامر وانما ذکروا ان الذی قتل الحارث بن عامر ببدر خبیب بن اساف وهو خبیب بن عدی وهو خزرجی وخبیب بن عدی اوسی . (فتح الباری ج۸ ص۳۸۴)

اہل مغازی میں سے کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ خبیب ابن عدی جنگِ بدر میں حاضر ہوئے اور نہ ہی انہوں نے حارث کو قتل کیا تھا' انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے حارث کو قتل کیا وہ خبیب ابن اساف تھے اور اس واقعہ میں جس کا ذکر ہے وہ خبیب ابن عدی ہیں اور خبیب ابن عدی قبیلۂ اوس کے ہیں اور خبیب ابن اساف قبیلۂ خزرج کے۔

یہی اعتراض علامہ بدرالدین عینی نے بھی عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱۷ ص ۱۰۰ پر ذکر کیا ہے۔ (تذکرۃ المحدثین ص ۲۱۶۔۲۱۷)

(۸) باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ میں امام بخاری نے ایک حدیث وارد کی ہے' جس میں ذکر ہے:

ثم دعا علیًا فامره ان یجلد فجلده ثمانین .

(بخاری شریف جلد اوّل ص ۵۲۲)

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بُلا کر کوڑے لگانے کا حکم دیا تو انہوں نے اس کو اسّی کوڑے لگائے۔

امام بخاری نے اس روایت میں اسّی کوڑے مارنے کا ذکر کیا ہے' لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے' صحیح بات یہ ہے کہ حضرت علی نے چالیس کوڑے مارے تھے' چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

فی روایة معمر فجلد الولید اربعین حلدة وهذه الروایة اصح من روایة یونس والوهم فیه من الراوی ۔(فتح الباری ج۸ص۵۷)

معمر کی روایت میں ہے کہ ولید کو چالیس کوڑے لگائے گئے اور صحیح تر روایت یہی ہے اور اس روایت میں راوی کو وہم لاحق ہوا ہے۔

حافظ بدرالدین عینی بھی (عمدۃ القاری ج۱۶ص۲۰۲پر) یہی تحریر فرماتے ہیں۔

(تذکرۃ المحدثین ص۲۱۸)

(۹) باب ماذکر فی الاسواق کے تحت امام بخاری نے مذکورذیل حدیث وارد کی ہے:

عن ابی هریرة الدوسی قال خرج النبی صلی الله علیه وسلم فی طائفة النهار لا یکلمنی ولا اکلمه حتی اتی سوق بنی قینقاع فجلس بفنا بیت فاطمة ۔(بخاری شریف جلد اول ص۲۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم دن کے وقت گھر سے باہر نکلے میں اور آپ دونوں خاموش تھے یہاں تک کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں آئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے صحن میں جا کر بیٹھ گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیّدہ فاطمہ کا گھر بنی قینقاع کے بازار میں تھا حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں تھا بلکہ ان کا مکان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے مکانوں کے درمیان تھا' ناقل کو اس روایت میں وہم ہوا ہے' صحیح مسلم کی روایت میں یہ وہم نہیں ہے' اس میں اس طرح ہے کہ

حتی جآء سوق بنی قینقاع ثم انصرف حتی اتی فناء فاطمة .

یعنی حضور بنو قینقاع کے بازار تشریف لائے پھر واپس تشریف لے گئے حتیٰ کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صحن میں داخل ہوئے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال الداؤدی سقط بعض الحدیث عن الناقل او ادخل حدیثًا فی حدیث لان بیت فاطمۃ لیس سوق بنی قینقاع انتھٰی وما ذکرہ اولًا احتمالًا ھو الواقع ۔(فتح الباری ج ۵ ص ۲۴۴)

داؤدی نے کہا کہ ناقل سے حدیث کے بعض الفاظ ساقط ہو گئے یا اس نے ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دیا کیونکہ حضرت فاطمہ کا مکان بنو قینقاع کے بازار میں نہیں تھا' علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ داؤدی نے جو پہلا احتمال ذکر کیا ہے (یعنی ناقل سے بعض الفاظ ساقط ہو گئے) اصل میں وہی واقعہ ہے۔

مزید تفصیل کے لیے عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۳۹ ملاحظہ فرمائیں۔

(تذکرۃ المحدثین ص ۲۱۹-۲۱۸)

(۱۰) امام بخاری نے تقض الحائض المناسک کلھا الا الطواف کے عنوان سے ایک باب ذکر کیا ہے اور اس کے تحت تعلیقاً یہ حدیث لائے ہیں:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللّٰہ علٰی کل احیانہ ۔(بخاری شریف جلد اوّل ص ۴۴)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

اس حدیث کو بیان کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جنبی شخص اور حائضہ عورت قرآن کریم کی تلاوت کر سکتے ہیں حالانکہ یہ بات شرعاً ممنوع ہے' چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ

اراد البخاری بایراد ھذا وبما ذکرہ فی ھذا الباب الاستدلال علٰی جواز قرأۃ الجنب والحائض لان الذکر اعم من ان یکون بالقرآن او بغیرہ ۔(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۷۴)

اس حدیث کو بیان کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جنبی شخص اور حائضہ عورت قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں کیونکہ ذکر عام ہے اور قرآن وغیر قرآن

دونوں کو شامل ہے اور حافظ ابن حجر اس باب کے تحت لکھتے ہیں کہ

ان مراده الاستدلال علیٰ جواز قرأة الحائض والجنب ۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۴۲۳)

اس حدیث سے امام بخاری کی مراد حائضہ اور جنبی کی قرأت قرآن پر استدلال ہے۔ (تذکرۃ المحدثین ص ۲۲۰۔۲۱۹)

اس ساری بحث سے ہماری مراد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یا ان کی کتاب الصحیح البخاری کو تنقید کا نشانہ بنانا نہیں ہے بلکہ جو لوگ بات بات پر صرف صحیح بخاری سے دلیل کے خواہاں ہوتے ہیں ان سے سوال کرنا مراد ہے کہ تم جو کہتے ہو صرف بخاری شریف ہی سے دلیل دکھاؤ کیونکہ وہ ہی صحیح کتاب حدیث ہے تو تسامح و اغلاط تو اس میں بھی موجود ہیں اگرچہ وہ تمہارے نزدیک قرآن کے بعد سب سے اصح کتاب ہے تو باوجود اغلاط و تسامح کے اس سے دلیل مانگتے ہو تو دوسری کتب احادیث تمہیں کیوں قابلِ قبول ولائق حجیت معلوم نہیں ہوتیں جبکہ مسلم شریف کو بھی بعض مغاربہ نے سب کتابوں سے اصح شمار کیا ہے اور جامع الترمذی کہ جس کی ہر ہر حدیث کے بعد امام ترمذی نے اس حدیث کا پایہ و مرتبہ بھی بیان فرما دیا ہے باقی تمام کتب احادیث کو تم قابلِ قبول اور لائق حجیت تسلیم کیوں نہیں کرتے بالخصوص جس موضوع پر ہم آئندہ اوراق میں تحریر کرنے والے ہیں وہ فضائل نبوی کا موضوع ہے اور جن محدثین نے کتاب اللہ کے بعد بخاری کا قانون وضع فرمایا ہے انہوں نے ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ ضعیف روایات بھی فضائل کے ابواب میں قابلِ قبول ہیں لیکن تم اپنے مطلب کا قانون تو تسلیم کرتے ہو اور دوسرے قانون کو جھٹلاتے ہو کیا یہی انصاف ہے؟

ع بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

فضائل کے باب
میں ضعیف روایات بھی قابلِ قبول ہوتی ہیں

(۱) حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من بلغه عن الله عزوجل شیء فیه فضیله فاخذ به ایمانًا به ورجآء ثوابه اعطاه الله تعالیٰ ذلك وان لم یکن کذلك ۔

(کنز العمال ج ۱۵ ص ۷۹۱، رقم: ۴۳۱۳۲۰)

جسے اللہ تعالیٰ سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے وہ اپنے یقین اور ثواب کی اُمید سے اس بات پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اسے وہ فضیلت عطاء فرمائے اگرچہ خبر ٹھیک نہ ہو۔

(۲) حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من بلغه عن الله عزوجل شیء فیه فضیلة فاخذ به ایمانًا به ورجآء ثوابه اعطاه الله ذلك الثواب، وان لم یکن ما بلغه حقًّا ۔ (الموضوعات لابن الجوزی ج ۳ ص ۱۵۳)

جسے اللہ تعالیٰ سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچی وہ اپنے یقین اور اس ثواب کی اُمید سے اس بات پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اسے وہ ثواب عطاء

کرے اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی حق نہ بھی ہو۔

(۳) حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما جآء کم خیر منی قلته او لم اقله فانی اقوله وما جآء کم عنی من شر فانی لا اقول الشر ۔(مسند امام احمد بن حنبل ج۲ ص ۳۶۷)

جو تمہیں میری طرف سے اچھی بات کا حکم پہنچے خواہ میں نے وہ بات کہی ہو یا نہیں تو تم یہ سمجھو کہ وہ بات میں نے کہی ہے اور جو میری طرف کوئی بُرا حکم منسوب کرے سن لو! میں بُری بات کا حکم نہیں دیتا۔

(۴) حضرت حمزہ بن عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا' عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان! ہمیں حضور سے حدیث پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کوئی حدیث ایسی سنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اس حدیث پر باُمید ثواب عمل کرے اللہ عزوجل اسے وہ ثواب عطاء فرمائے اگرچہ وہ حدیث باطل ہو''۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ای ورب هذه البلدة انه منی وأنا قلته ۔

ہاں! اس شہر کے رب کی قسم! بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے فرمائی ہے۔(الفوائد للخلعی بحوالہ جامع الاحادیث جلد پنجم ص ۶۶۹)

(۵) حضرت ابو حمزہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من بلغه عن اللّٰه تعالٰی فضیلة فلم یصدق بها لم ینلها ۔

جسے اللہ تعالیٰ سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے' اس فضل سے محروم رہے گا۔ (المسند لابی یعلیٰ ج ۳ ص ۳۸۷)

مندرجہ بالا روایات سے سورج کی طرح ظاہر ہو گیا کہ فضائل میں ضعیف روایات بھی قابلِ قبول ہوتی ہیں اور جو انہیں تسلیم نہ کرے وہ فضل سے محروم رہتا ہے۔

تو جب فضائل اعمال یا فضائل انبیاء و اولیاء میں وارد احادیث قبول کرنا نہ قبول کرنے سے بہت زیادہ فضیلت و اہمیت رکھتا ہے تو امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل و مناقب میں کیوں قابلِ قبول نہ ہو گا۔

اور پھر حضور کے فضائل و محامد اور مناقب کے لیے ہی صحیح بخاری کی روایات کیوں طلب کی جائیں گی؟ مقامِ حیرت ہے کہ اپنے مولویوں کے فضائل میں تو کتابوں کی کتابیں تحریر کر دی جائیں' کوئی شرک و بدعت لازم نہ آئے اور امام الانبیاء کے فضائل و مناقب پر شرک و بدعت کے ہیضے ہو جائیں؟ کیا کبھی کسی گستاخِ رسول نے ''حیات نواب وحید الزماں وغیرہ یا اشرف السوانح' تذکرۃ الرشید'' وغیرہ پر صحاح کی کسی روایت کی دلیل طلب کی ہے بلکہ ان کے فضائل میں تو مسئلہ نورانیت کو بھول کر مولوی رشید گنگوہی کو نور اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کے متعلق ''میں کبھی نہیں بھولا'' کے الفاظ تحریر ہوں۔ (تذکرۃ الرشید اور سیرتِ ثنائی) مگر حضور علیہ السلام کے لیے دلائل از بخاری طلب کیے جائیں۔

تف ہے ایسے اسلام اور ایسے مسلمانوں پر۔

بنے ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ ﷺ پہلے

(۱) آیت مبارکہ رحمت

ارشادِ ربانی ہے کہ

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (پ۱۷، الانبیاء: ۱۰۷)

''اور (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم!) ہم نے آپ کو تمام عالمین کے لیے رحمت (بنا کر) بھیجا ہے''۔

اس آیت کریمہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام عالمین سے پہلے موجود ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عالمین سے قبل موجود نہ ہوں تو عالمین ان کی رحمت سے کیسے مستفیض و مستفید ہوں؟

ع جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

عالمِ ارواح سے عالمِ حشر تک بے شمار عالمین ہیں اور حضور علیہ السلام تمام عالمین کے لیے رحمت ہیں تو آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ عالم ارواح سے بھی پہلے میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے۔

اللام للنفع

علماء نحو کے نزدیک حرف لام کئی معانی میں مستعمل ہے کہیں سببیت کے لیے تو کہیں اضافت کے لیے نحو کی کتب میں متعدد معانی لکھے ہوئے ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ ''اللام للنفع'' لام نفع کے لیے بھی آتا ہے آیت کریمہ مندرجہ بالا میں عالمین پر لام

داخل ہے "رحمة للعلمين" تو مطلب صاف ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ والا صفات کی رحمت سے تمام عالمین نفع لے رہے ہیں اور لیتے رہیں گے' میرے آقا نافع ہیں اور تمام عالمین اس نفع سے مستفید و مستفیض ہونے والے' حضور علیہ السلام چونکہ نافع ہیں اس لیے محتاج الیہ ہیں اور تمام عالمین محتاج اور قاعدہ یہ ہے کہ ہمیشہ محتاج الیہ پہلے ہوا کرتا ہے اور محتاج بعد میں۔

ایک مثال

مثال کے طور پر ہر پیدا ہونے والا بچہ سب سے پہلے اپنے لیے خوراک کا محتاج ہوتا ہے کیونکہ اگر اسے خوراک نہ ملے گی تو وہ زندہ نہیں رہ سکے گا تو خوراک اس کی زندگی کے لیے نافع ہے اور محتاج الیہ تو اللہ تعالیٰ نے بچہ کو بعد میں پیدا فرمایا اور اس کی پیدائش سے پہلے اس کی والدہ کے پستانوں میں اس کی خوراک کا انتظام فرما دیا' اس مثال سے ثابت ہوا کہ محتاج الیہ پہلے اور محتاج بعد میں ہوا کرتا ہے۔

قرآن کریم سے مثال

دیکھیے! انسان اپنی زندگی کے لیے چھت' فرش' پانی' دانہ وغیرہ کا محتاج ہے تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنانے سے پہلے یہ سب کچھ بنا کر انسان کو پیدا فرمایا اور اسے جتلا کر ارشاد فرمایا:

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ ۔ (پ۱ البقرہ ۲۲)

"وہی (اللہ تعالیٰ) جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا (فرش) اور آسمان کو چھت بنایا اور اتارا آسمان سے پانی (بارش) اور نکالا اس کے ساتھ تمہارے لیے رزق پھلوں سے"۔

غور فرمایئے! آیت کریمہ "ھٰذَا" میں ضمیر "لَکُمْ" پر بھی لام داخل ہے اور وہ بھی

نفع کا فائدہ دے رہا ہے یعنی تمہارے نفع کے لیے زمین کو فرش آسمان کو چھت بنایا اور تمہارے نفع کے لیے آسمانوں سے زمین پر بارش برسا کر پھل پیدا کیے تاکہ تمہارا رزق (خوراک) مہیا ہو سکے۔

تو انسان بعد میں بنا کیونکہ محتاج تھا اور زمین آسمان پھل وغیرہ پہلے بنائے کیونکہ محتاج الیہ تھے اسی طرح عالمین بعد میں بنے کیونکہ رحمت مصطفےٰ کے محتاج تھے اور حضور علیہ السلام پہلے تخلیق ہوئے کیونکہ محتاج الیہ تھے۔

اب عالمین میں ہر شی داخل ہے زمین و آسمان جن و انسان حور و ملک غرضیکہ عالمین کا ذرّہ ذرّہ عالمین کو شامل ہے تو یہ سب کچھ بعد میں اور حضور اس سب کچھ سے پہلے۔

فرشتہ تھا نہ آدم تھا نہ ظاہر تھا خدا پہلے
بنے ساری خدائی سے محمد مصطفےٰ پہلے (ﷺ)

غور فرمایئے! یہی لفظ عالمین اللہ تعالیٰ نے اپنے بیانِ ربوبیت کے لیے ارشاد فرمایا۔

ربّ العٰلمین اور رحمۃ للعٰلمین

ارشادِ ربانی ہے کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱﴾ (پ۱ الفاتحہ:۱)

''تمام تعریفات اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام عالمین کا پالنے والا ہے''۔

تو عالمین اس کی ربوبیت کے محتاج تھے اور ربوبیت ذاتِ خدا محتاج الیہ اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات ہر چیز سے پہلے اور سب کچھ بعد میں اور جو جو چیز عالمین کی اس کی ربوبیت سے مستفید ہو رہی ہے وہ وہ چیز عالمین کی نبی رحمت کی رحمت سے مستفیض ہو رہی ہے۔

اگر رب ہو کر کوئی ہستی ہر چیز سے پہلے ہے تو وہ ذاتِ خدا ہے
اگر رحمت ہو کر کوئی ہستی ہر چیز سے پہلے ہے تو وہ ذاتِ مصطفیٰ ہے

جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
ان کا ان کا تمہارا ہمارا نبی

اب اگر کوئی بیوقوف شخص یوں کہے کہ معاذ اللہ عالمین پہلے تھے اور رب بعد میں تو اس کا یہ قول شرعاً' عقلاً' نقلاً ہر طرح سے باطل ہوگا کیونکہ جو عالم بھی اس کی ربوبیت سے پہلے متصور ہوگا وہ اس کی ربوبیت سے مستفیض نہ ہو سکے گا اور کسی بھی عالم کا اس کی ربوبیت سے مستفیض نہ ہونا' محال ہے اسی طرح اگر کوئی بے عقل یوں کہے کہ عالمین پہلے اور رحمتِ مصطفویہ بعد میں تو اس کا یہ قول بھی مردود ہوگا کیونکہ جو عالم بھی ذاتِ مصطفےٰ علیہ السلام سے پہلے متصور ہوگا وہ حضور علیہ السلام کی رحمت سے مستفیض نہ ہو سکے گا اور یہ امر محال اور آیت کریمہ' رحمت کے خلاف ہے۔

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

عالمین کی تفسیر

حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ

ان المراد من العلمین جميع الخلق وهو صلى الله عليه وسلم رحمة لكل منهم الا ان الحظوظ متفاوتة ويشترك الجميع في انه عليه السلام سبب لوجودهم بل قالوا ان العالم كله مخلوق من نوره صلى الله عليه وسلم ۔(روح المعانی پ۱۷ ص۱۰۰)

عالمین سے تمام مخلوق مراد ہے اور واقعۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالمین میں سے ہر ایک کے لیے رحمت ہیں لیکن ہر ایک کا حصہ' رحمت مختلف ہے' البتہ

اس بات میں تمام شریک ہیں کہ سب کے وجود کا سبب آپ کی ذات ہے بلکہ صوفیاء نے فرمایا ہے کہ تمام عالم کا ظہور حضور کے نور سے ہوا ہے۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ

فان العٰلمین لا شك انه حقیقة فیما سواه ۔ (شرح شفاء ج ا ص ۳۷)

حقیقۃً عالمین کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر شئی پر ہوتا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ اللہ کی ذاتِ پاک کے سوا سب کچھ عالمین میں شامل اور رحمت مصطفویہ کا محتاج ہے' لہٰذا سب کچھ بعد میں بنا ہے اور ذاتِ مصطفویہ وحقیقتِ محمدیہ سب سے پہلے ہے' کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

آیت کریمہ میں لفظ ''رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ'' اور وہابیہ دیابنہ کی لن ترانیاں

ہم نے ''رحمة للعلمین'' کی تشریح وتوضیح لفظ ''ربّ العٰلمین'' سے کی اور اس طرح شانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اجاگر کرنے کی اپنی سی کوشش کی مگر دیو بندی وہابی اس حقیقی شان کو بھی گھٹا کر پیش کرنے کے لیے پَر تولتے ہیں اور لفظ ''رحمةً للعلٰمین'' کے متعلق بھی معاندانہ انداز بیان رکھتے ہیں' اس مقام پر صاحب تفسیر نعیمی علامہ مفتی اقتدار احمد نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ وتفسیر ملاحظہ ہو' فرماتے ہیں کہ

''قرآن مجید میں کیسی شان کی طرز بیانی ہے کہ اپنی ربوبیت عالمینی کا چرچا و تذکرہ اپنے محبوب اور محبوب کی اُمت کی زبان سے کردایا کہ اے بندو! تم کہو' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' مگر اپنے حبیب کی رحمتِ عالمینی کا چرچا اور تذکرہ خود فرمایا' وہاں بھی تمام جہانوں کا ذکر اور یہاں بھی تمام جہانوں کا ذکر فرما کر بتا دیا کہ جہاں تک میری ربوبیت کی وسعت ہے وہیں تک میرے حبیب کی وسعتِ رحمت' ہماری شہنشاہی ہمارے نبی کی وزارت مصطفائی ہے' نہ ربوبیت سے کوئی جگہ خالی نہ رحمت سے' اظہارِ ربانیۃ عالمینی کے لیے بھی پوری ایک مکمل آیت اور اظہار رحمۃ عالمینی کے لیے بھی ایک مستقل آیت' یہ فائدہ دونوں جگہ عالمین فرمانے سے حاصل ہوا مگر اتنی صاف واضح آیت و کلام کے باوجود وہابی دیوبندی اپنا جلاپا عداوت نبوت' حسد' بغض' گستاخی' جہالت بلکہ ابوجہلیت چھپا نہ سکے' آیت تو بدل نہ سکے چونکہ وہ حفاظتِ الٰہی میں ہے البتہ

ترجمہ وتفسیر میں عقربی ڈنگ اور احمقانہ نشتر چلا ہی دیئے چنانچہ تھانوی صاحب ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

اشرفعلی تھانوی

اور ہم نے ایسے مضامین نافعہ دے کر آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں یعنی مکلفین پر مہربانی کرنے کے لیے۔ (ترجمہ تھانوی طبع تاج کمپنی)

عاشق الٰہی میرٹھی

میرٹھی وہابی ترجمہ اس طرح کیا گیا:

اور ہم نے دنیا جہان کے لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

(عاشق الٰہی میرٹھی طبع تاج کمپنی)

محمود الحسن دیوبندی

محمود الحسن وہابی صاحب اس طرح ترجمہ کرتے ہیں:

اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کر جہان کے لوگوں پر۔ (ترجمہ محمود الحسن)

مولوی مودودی

مودودی صاحب وہابی ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

اے محمد! ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔ (مودودی تفسیر)

دیگر وہابی تراجم

اور ہم نے تم کو دنیا والوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔ (وہابی ترجمے)

چار طرح کی خیانت

ان (تراجم) میں چار طرح خیانت اور بدنیتی ہے عام طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ

فقط جلاپا اور حسد کی عداوت ہے۔

پہلی خیانت: آیت کے الفاظ میں دنیا جہان کا لفظ نہیں ہے۔

دوم: آیت میں مکلفین لوگوں کا لفظ نہیں ہے یہ صرف انسانوں کو کہا جاتا ہے۔

سوم: بنا کر بھیجا' آیت میں بنا کر کا لفظ نہیں ہے اس خیانت نے بتایا کہ نبی کریم پہلے رحمت نہیں تھے جب بعثت ہوئی تب رحمت بنے۔

چہارم: دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہیں' یہ الفاظ آیت میں نہیں۔

اس ترجمے کا مفہوم ہے کہ نبی کی ذات بالکل رحمت نہیں' ان کو بھیجنا ہماری رحمت ہے' اگر آیت کا یہی مقصود بیاں ہوتا تو ''رحمةً منّا'' ہوتا' میں کہتا ہو: اگر یہاں عالمین کا ترجمہ اپنی بدیانتی اور خیانت سے ''دنیا والے مکلفین کرنا ہے'' یا یہ کہنا ہے کہ ''اور کسی بات کے واسطے نہیں'' تو رب العٰلمین میں بھی عالمین کا ترجمہ صرف دنیا والوں اور مکلفین لوگوں کا رب کہو اور آدھی جہنم کیوں لیتے ہو پوری جہنم حاصل کرو' بہرکیف یہ علمی جہالت نہیں بلکہ حسد و عداوت کی جہالت ہے۔ (تفسیر نعیمی ج ۷ ص ۵۳۴-۵۳۵)

فقیر المحتاج الی المولیٰ القدیر محمد مقبول احمد سرور عرض کرتا ہے کہ آیت کریمہ کا یہ ترجمہ کرنا کہ ''دنیا جہان کے لوگوں'' اور پھر یعنی کے لفظ سے اس ترجمہ میں اپنی رائے داخل کرنا کہ ''یعنی مکلفین پر مہربانی کے لیے'' صراحۃً قرآن و حدیث کی مخالفت اور تفسیر بالرائے کے مترادف ہے' کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ۔ (پ ۲۲' سبا: ۲۸)

''اور اے محبوب! ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے''۔

اب اس آیت میں بلا قید مکلفین اللہ تعالیٰ نے محبوب علیہ السلام کی رسالت کو عامۃ الناس کے لیے ثابت فرمایا تو اس رسالت کو مکلفین سے مقید کرنا قرآن کریم کی اس نص قطعی کی سراسر مخالفت نہیں تو اور کیا ہے' ایسے ہی رب العٰلمین کی وضاحت سورہ والناس کی

آیت :ا میں موجود ہے ارشادِ ربانی ہے کہ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ٥ (پ۳۰' الناس:۱)

''اے محبوب! آپ فرمادیجئے کہ میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب ہے''۔

اب تھانوی اور ذرّیت تھانویہ سب مل کر بتائیں کہ کیا اللہ تعالیٰ صرف مکلفین ہی کا رب ہے؟ کیا وہ دیوبندیوں' وہابیوں' سکھوں' ہندوؤں' عیسائیوں' بدھ مت' یہودیوں' نصرانیوں و دیگر غیر مکلفین کا رب نہیں ہے؟

کیا چرند' پرند' حیوانات وغیرہ کا رب کوئی اور ہے' معاذ اللہ؟ اور کیا یہ عقیدہ شرکیہ نہیں ہے؟ اور پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ

ارسلت الی الخلق کافة ۔ میں تمام مخلوقات کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

(مسلم شریف ج۱ص۱۹۹)' (مسند امام احمد بن حنبل ج۲ص۴۱۱' السنن الکبریٰ ج۲ص۴۳۳)

تو کیا نبی کریم علیہ السلام کی رسالت و رحمت کو صرف مکلفین تک محدود کرنا اس حدیث مبارکہ کی صریح مخالفت نہیں اور بیار ان وہابیہ و دیابنہ کے حکیم الامت کے تعصب و عداوت نبوت پر مبنی نہیں؟ جبکہ لفظ ''رب العلمین ''اور'' رحمة للعلمین '' پکار پکار کر یہ عقیدہ بیان فرما رہا ہے کہ۔

رب نے فرمایا میری قدرت کی حد کوئی نہیں
اور میرے محبوب کی رحمت کی حد کوئی نہیں

پھر حضرت تھانوی اور ان کے متبعین بتائیں کہ سینکڑوں احادیث و واقعات جو کہ احادیث و سیر کی کتب میں موجود ہیں کہ جانوروں نے حضور کی رحمت سے استعانت کی اور سرکار نے ان کی دستگیری فرمائی' ہرنی' اونٹ' کبوتر' بکریاں وغیرہم سب حضور سے طلبِ رحمت کرتے رہے اور حضور نبیٔ رحمت ان کو اپنی رحمت سے نوازتے رہے' ان سب واقعات و احادیث کا انکار کیا ممکن ہے؟

اس سلسلہ میں خود تھانوی صاحب کی اپنی ہی کتب "نشر الطیب" جمال الاولیاء" وغیرہ ناطق ہیں' مطالعہ کیجئے اور اس دورنگی چال پر ماتم کیجئے کہ

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

پھر تھانوی' میرٹھی' محمود الحسن اور مودودی و دیگر کا یہ کہنا کہ "جہان کے لوگوں کے لیے" یا "دنیا والوں کے حق میں" کیا صریح جہالت نہیں ہے؟ اس لیے کہ لفظ عالم نہیں فرمایا گیا بلکہ "عالمین" فرمایا گیا ہے مگر گستاخانِ رسالت علمی طور پر یتیم ہوا کرتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ

خدا جب دین لیتا ہے عقل بھی چھین لیتا ہے

عقل مند آدمی اتنا تو جانتا ہے کہ آخرت میں حضور علیہ السلام کی شفاعت سے ہمیں جنت ملے گی تو حضور دنیا و آخرت والوں کے لیے رحمت قرار پائے مگر یار لوگ اس بات کو تب تسلیم کریں جبکہ پہلے حضور کو آخرت میں شفیع المذنبین تسلیم کریں؟

مضامین نافعہ

تھانوی صاحب کا عقیدہ ملاحظہ کیجئے' فرماتے ہیں کہ

اور ہم نے ایسے مضامین نافعہ دے کر آپ کو اور کسی بات کے لیے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں یعنی مکلفین پر مہربانی کرنے کے لیے۔ (ترجمہ تھانوی' مطبوعہ تاج کمپنی)

تھانوی صاحب کا یہ قول بھی ان کے علمی طور پر یتیم ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ مضامین ظاہر ہے قرآن کریم کے ہی مضامین ہو سکتے ہیں اور قرآن کریم اقوالِ مصطفیٰ کا نام ہے' ارشادِ ربانی ہے کہ

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ○ (پ ۳۰' التکویر: ۱۹)

"بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا (کہنا) ہے"۔

اور بقول اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما یہ قرآن صفت مصطفیٰ کا نام ہے' جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ

سئلت عائشة الصديقة عن اخلاقه صلى الله عليه وسلم قالت كان خلقه القرآن ۔(کنز العمال ج۷ص۸۸)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: نبی اکرم علیہ السلام کے اخلاق کے متعلق تو فرمایا کہ حضور کا اخلاق قرآن ہے۔

تو ثابت ہوا کہ قرآن صفت ہے اور صاحبِ قرآن موصوف ہیں' تو حیرت کی بات ہے کہ صفتِ مصطفیٰ (مضامین) تو نافعہ (نفع دینے والی یعنی رحمت ہوں) اور موصوف رحمت نہ ہو؟

ع بدیں عقل و دانش بباید گریست

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ ۔(پ۱۵بنی اسرائیل:۸۲)

''اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے''۔

حیرانی ہے تھانوی صاحب کے عقیدہ پر کہ اللہ تعالیٰ تو صفت محبوب کو بھی (یعنی قرآن کو بھی) رحمت قرار دے اور تھانوی صاحب' صاحبِ قرآن اور موصوفِ قرآن کو رحمت تسلیم نہ کریں اور ترجمہ میں آئیں بائیں شائیں کا سہارا لے کر صرف یہ کہیں کہ ''مکلفین کے لیے مہربانی کرنے کے لیے'' مہربانی تو عام انسان ایک عام انسان پر بھی کرسکتا ہے پھر خاصۂ نبوت کیا ہوا؟ معلوم ہوا کہ عقیدہ درست یہی ہے کہ میرے آقا علیہ السلام کا وجودِ مسعود سراپا رحمت ہی رحمت ہے اور ابتداءِ آفرینش سے ملتجاء قیامت تک سراپا رحمت ہے' انشاء اللہ ہم جیسے گنہگار جیسے اب ان کی اس رحمت سے مستفیض ہو رہے ہیں' محشر میں بھی ہوں گے۔

ذاتِ مصطفیٰ سراپا رحمت

مولوی مودودی صاحب ان سے بھی چند ہاتھ آگے بڑھ گئے' وہ لکھتے ہیں کہ

اے محمد! ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔ (مودودی تفسیر)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود رحمت نہیں' آپ کا تشریف لانا دراصل (صرف) اللہ کی رحمت ہے۔

ع اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں:

انی لم ابعث لعانًا انما بعثت رحمةً۔ انما بعث رحمةً ولم ابعث عذاباً . (کنز العمال ج۱۱ص۱۹۱)

میں لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا میں تو (سراپا) رحمت بھیجا گیا ہوں۔

مگر مودودی صاحب کو تعصب نبوت کے اتھاہ اندھیروں میں گم ہونے کی وجہ سے ذخیرۂ کتب میں یہ حدیث کہیں نظر نہ آئی اور ذاتِ مصطفیٰ کو سراپا رحمت تسلیم کرنے سے بڑی ڈھٹائی سے انکاری ہو گئے اور آڑ یہ لی کہ حضور کا آنا اللہ کی رحمت ہے۔

بھلا اس علم و عقل سے عاری ماڈرن مفسر سے کوئی پوچھے کہ اللہ کی رحمت کا کون منکر ہے؟ جو تم اس قدر تفسیر بالرائے کا سہارا لے کر جہنم کا ایندھن بن رہے ہو' حضور نے فرمایا:

من فسر القرآن برائیه فلیتوء مقعده من النار .

(ترمذی' مشکوٰۃ شریف ص۳۵)

جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی' وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔

منکر تو رحمت مصطفیٰ کے پیدا ہونے تھے' اس لیے ذاتِ مصطفیٰ کو رحمت قرار دیا گیا تا کہ ان بے ایمانوں کا رد ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ تو رحیم و رحمان ہے' قرآن کی متعدد آیات اس پر شاہد ہیں' اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی ذاتِ پاک کو رحمت قرار نہیں دیا کیونکہ وہ جبار و قہار بھی ہے' ہاں ذاتِ مصطفیٰ کے لیے فرمایا کہ

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔

''اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام عالمین کے لیے رحمت''۔

جانور کو ذبح کرتے وقت صرف اللہ کا نام لیا جاتا ہے باقی ہر جگہ اللہ و رسول دونوں کا' اس کی وجہ یہی ہے کہ عند الذبح جانور پر صفت رحمت کا ظہور نہیں ہوتا' بلکہ اس کے لیے وہ وقت قہر کا وقت ہے' اس لیے ارشاد ہوا کہ اس وقت میرا اور صرف میرا نام ہی لو' کیونکہ میں قہار بھی ہوں' میرے حبیب کا نام نہ لو کیونکہ وہ قہار نہیں صرف رحمت ہی رحمت ہے۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

(۲) آیت مبارکہ اوّل وآخر

ارشادِ خداوندی ہے کہ

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ○

(پ ۲۷' الحدید: ۳)

''وہی اوّل ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے اور وہی ہر شی کا جاننے والا ہے ○''۔

شیخ محقق علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ[1] فرماتے ہیں

---

[1] فخر الوہابیہ مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق رقمطراز ہیں کہ ان سے ''مجھ عاجز (ابراہیم میر سیالکوٹی) کو علم وفضل اور خدمت علم حدیث اور صاحب کمالات ظاہری وباطنی ہونے کی وجہ سے حسن عقیدت ہے' آپ کی کئی ایک تصانیت میرے پاس موجود ہیں جن سے میں بہت سے علمی فوائد حاصل کرتا رہتا ہوں۔ (تاریخ اہل حدیث' ص ۳۹۸)

وہابیہ نجدیہ کے مشہور رائٹر حکیم عبدالرحیم اشرف ایڈیٹر المنبر' لائل پور لکھتے ہیں کہ

اللہ عزوجل کی حکمت نے تین عظیم المرتبت شخصیتوں کو پیدا فرمایا جو اس ظلمت کدہ میں اسلام کے مسخ شدہ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کہ یہ آیت کریمہ حمد خدا بھی ہے اور نعت مصطفیٰ بھی۔(مدارج النبوت جلد اوّل ص ۷)
تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام اوّل بھی ہیں اور آخر بھی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) چہرہ کو اپنی اصلی نورانیت کے جلوں میں پھر سے ظاہر کریں ان حضرات نے قرآن وسنت کے خشک سوتوں کو از سر نو جاری کر دیا' اسلام کے عقائد کو اس شکل میں پیش کیا جو داعی اسلام فداہ روحی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش کیے گئے تھے۔ علماء سُو کو بے نقاب کیا گیا' ان کی اجارہ داری کو چیلنج کیا اور واشگاف کیا گیا کہ ان کے اقوال اس قابل تو ضرور ہیں کہ انہیں جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے لیکن اس لائق ہرگز نہیں کہ انہیں اسلام کی تفسیر و تعبیر کے طور پر حجت شرعی بنایا جائے' یہ عظیم تجدیدی کارنامے جن تین پاکباز نفوس نے انجام دیئے' ان کے اسم گرامی یہ ہیں:

اوّل: حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں دنیائے اسلام مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کرتی ہے۔
دوم: شیخ عبدالحق محدث دہلوی جنہوں نے اس ملک میں حدیث نبوی کے علوم کو عام کیا۔
سوم: الشیخ احمد بن عبدالرحیم جنہیں عالم اسلام شاہ ولی اللہ کے نام سے پکارتا ہے۔

(الاعتصام ص ۵' ۱۹ مارچ ۱۹۵۴ء)

وہابیہ کی اہل حدیث کانفرنس دہلی کے خطبۂ استقبالیہ میں ہے کہ دسویں صدی ہجری میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نشر و اشاعت قرآن و حدیث پر کافی توجہ فرمائی۔

(اہل حدیث امرتسر ص ۴' ۲۱ اپریل ۱۹۴۴ء)

مولوی محمد دہلوی وہابی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو "سیدی خاتم المحققین والمحدثین" لکھا ہے' حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو: اخبار محمدی' دہلی' ص ۷' ۱۵ جولائی ۱۹۳۲ء

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی لکھتے ہیں کہ

بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب میں یا حالتِ غیبت میں روزمرہ ان کو دربار نبوی میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی' ایسے حضرات صاحب حضوری کہلاتے ہیں' انہی میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں کہ یہ بھی اس دولت سے مشرف تھے۔(الافاضات الیومیہ ص ۶' ج ۷' سطر ۱)

حضور علیہ السلام اوّل بھی ہیں آخر بھی

(احادیث)

(۱) حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم لما خلق اللّٰہ عزوجل آدم اخبرہ ببنیہ فجعل یری فضائل بعضھم علٰی بعض فرانی اسفلھم نورا ساطعا فقال ھذا ابنک احمد ھو الاوّل وھو الآخر وھو اوّل شافع واوّل مشفع ۔

(کنز العمال ج ۱۱ص ۴۳۷ رقم: ۳۲۰۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو انہیں ان کے بیٹوں پر مطلع فرمایا' وہ ان میں ایک کی دوسرے پر فضیلتیں دیکھا کیے مجھے ان سب کے آخر میں بلند نور (کی صورت میں) دیکھا' عرض کی: الٰہی! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ تیرا بیٹا احمد ہے' یہی اوّل ہے اور یہی آخر ہے اور یہی سب سے پہلا شفیع اور یہی سب سے پہلا شفاعت مانا گیا۔

(۲) سیّدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جبریل نے حاضر ہو کر مجھے یوں سلام کیا: ''**السلام علیک یا ظاھر السلام علیک یا باطن** '' میں نے فرمایا: اے جبریل! یہ صفات تو اللہ عزوجل کی ہیں کہ اسی کو لائق ہیں مجھ سے مخلوق کی کیونکر ہو سکتی ہیں' جبریل

نے عرض کی: اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور کو ان صفات سے فضیلت دی اور تمام انبیاء ومرسلین پر ان سے خصوصیت بخشی' اپنے نام ووصف سے حضور کے نام ووصف مشتق فرمائے۔

وسماك بالاوّل لانك اوّل الانبيآء خلقا وسماك بالاخر لانك آخر الانبياء فى العصر وخاتم الانبياء الى آخر امم ۔

(شرح شفاء بحوالہ جامع الاحادیث ج۵ ص۵۰۵)

آپ کا نام اوّل رکھا کہ آپ سب انبیاء سے آفرینش میں مقدم ہیں اور آپ کا نام آخر رکھا کہ آپ سب پیغمبروں سے زمانے میں مؤخر خاتم الانبیاء و نبیُ اُمت آخرین ہیں۔

(۳) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا:

كنت اوّل النبيين فى الخلق وآخرهم فى البعث ۔

(کنز العمال: ۳۲۱۲۶' دلائل النبوت لابی نعیم جلد اوّل ص ۶' تفسیر در منثور للسیوطی جلد پنجم ص ۱۸۴' تاریخ کامل لابن عدی ج ص ' الاسرار المرفوعہ للقاری ص ۲۷۲' البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد ثانی ص ۳۰۷)

میں سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوا اور سب کے بعد بھیجا گیا۔

(۴) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كنت اوّل الناس فى اخلق وآخرهم فى البعث ۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد اوّل ص ۹۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۹۱۶' الکامل لابن عدی ج ص ' جامع الاحادیث جلد پنجم ص ۳۶۷)

میں تمام لوگوں سے پہلے پیدا ہوا اور سب سے آخر میں بھیجا گیا۔

(۵) حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا:

انما بعثت فاتحا و خاتما ۔(جمع الجوامع للسیوطی:۷۷۷۹)

میں بھیجا گیا (بابِ نبوت) کھولتا اور بند کرتا ہوا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

فتح بابِ نبوت پہ روشن درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے حبیب!

جعلتك اوّل النبیین خلقا و آخرهم بعثا و جعلتك فاتحا و خاتما ۔(تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص ۲۰)

میں نے تمام نبیوں سے پہلا نبی آپ کو بنایا مگران تمام سے آخر میں مبعوث کیا اور میں نے تجھے ہی افتتاح کرنے والا اور انتہاء کرنے والا بنایا۔

(۳) آیت مبارکہ' اوّلیت مصطفویہ

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ ارشاد فرماتا ہے کہ

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ○

(پ ۸' الانعام:۱۶۲۔۱۶۳)

''تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو رب سارے جہان کا○ اس کا کوئی شریک نہیں مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں○''۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ ''**انا اوّل المسلمین**''، ''**ھو الاوّل**'' کے مفہوم کو واضح کر رہا ہے' مطلب یہ ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اوّل ہیں' اس لیے کہ آپ

تمام مسلمانوں میں سب سے پہلے مسلمان ہیں۔

مفسر بے نظیر محدث شہیر حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

معلوم ہوا کہ ساری مخلوق میں سب سے پہلے مؤمن حضور ہیں' حضرت جبریل و میکائیل سے پہلے بھی آپ عابد بلکہ نبی تھے "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" کے جواب میں سب سے پہلے حضور نے "بَلٰی" فرمایا تھا' پھر اور انبیاء نے پھر دوسرے لوگوں نے۔

(تفسیر نور العرفان ص ۲۳۸' حاشیہ:۴)

مجدد الوہابیہ[1] نواب صدیق الحسن بھوپالوی لکھتے ہیں کہ

آپ مخصوص تھے ساتھ اس بات کے کہ اوّل نبیین تھے خلق میں اور آپ کی نبوت متقدم تھی اور آپ اپنی طینت میں منجدل تھے۔

پیش از ہمہ شاہاں غیور آمدۂ
ہر چند کہ آخر بظہور آمدۂ
ای ختم رسل قرب تو معلوم شد
دیر آمدۂ ز راہِ دور آمدۂ

اور سب سے پہلے آپ ہی سے میثاق لیا گیا اور سب سے پہلے آپ ہی نے "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" کے جواب میں "بَلٰی" کہا اور آدم وجمیع مخلوقات آپ کے لیے پیدا ہوئے۔

(حیات وحید الزماں' الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ ص ۲۰' آفتاب نبوت قاری طیب دیوبندی' عطر الوردہ ص ۱۸' ذوالفقار علی دیوبندی)

چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اوّل المسلمین ہیں اور تخلیق میں اوّل ہیں' اس لیے فرمایا گیا کہ "هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ" شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

[1] ...... مولانا داؤد غزنوی وہابی اور مولانا ابوبکر غزنوی وہابی نے نواب صدیق الحسن کو مجدد تسلیم کیا ہے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

اوراعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

اب ان تمام احادیث مبارکہ کی تصدیق ہوگئی جن میں نبی کریم علیہ السلام نے اپنا نور اوّل ہونا بیان فرمایا ہے کہ جبکہ آپ اوّل المسلمین ہیں اور ھوالاوّل کے مصداق ہیں تو سب اشیاء سے پہلے آپ کا وجود نوری ہی ہوسکتا ہے اور وہ نور اوّل مخلوق ہے اس کا بیان انشاء اللہ العزیز احادیث مبارکہ کے باب میں کیا جائے گا۔

(۴) آیت مبارکہ اقرارِ توحید

ارشادِ ربانی ہے کہ

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا ۔

''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں! ہم نے گواہی دی''۔

تمام مفسرین کرام کا اتفاق ہے کہ

اوّل من قال بلٰى فهو محمد صلى الله عليه وسلم[1]۔

(حوالجات گزر چکے ہیں)

سب سے پہلے جس نے بلیٰ کہا وہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
گویا کہ یہ آیت مبارکہ ''اوّل المسلمین'' کی اور ''ھو الاوّل'' کی توضیح و

[1] امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ
كان محمد صلى الله عليه وسلم اوّل من قال بلىٰ۔ (الخصائص الکبریٰ ج ۱ص ۱۱)
مولوی اشرفعلی تھانوی نے نشر الطیب ص ۹ پر یہ حدیث درج کی ہے۔

تائید بن گئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ السلام اوّل مؤمن ہیں' اس لیے کہ وہ تخلیق میں اوّل ہیں' جیسا کہ حدیث مبارکہ میں وارد ہے کہ "اوّل ما خلق اللّٰہ نوری " اس کا عنقریب انشاء اللہ العزیز بیان کیا جائے گا' اس حدیث مبارکہ کو اکابرین وہابیہ ودیابنہ نے اپنی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے...... گویا کہ

تیرے ہی مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات تیری
تیری ہی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات تیری

اور

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

(۵) آیت مبارکہ میثاق

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۔

(پ۳' آل عمران:۸۱)

"اور یاد کیجئے جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا"۔

مصدِّق اور مصدَّق

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں لفظ "مُصَدِّق" اہل علم کو بار بار دعوتِ فکر دے رہا ہے کہ ذرا غور کیجئے یہ لفظ جس کا مصدر "تصدیق" ہے اس سے اسم فاعل ہے' جس کا معنی ہے: تصدیق کرنے والا اور جس کی تصدیق ہوئی وہ ہے اسم مفعول یعنی "مصدَّق"۔

مصدِّق پہلے ہوتا ہے

قاعدہ یہ ہے کہ "مصدِّق" پہلے ہوتا ہے' اور "مصدَّق" بعد میں' مثال کے طور پر میں یہ کہوں کہ

"میں تصدیق کرتا ہوں' زید عالم ہے"۔

تو اگر میں زید سے پہلے ہوں گا تو زید کی تصدیق کروں گا اور اگر زید مجھ سے پہلے ہے' میں بعد میں تو میں زید کی تصدیق کیونکر کروں گا۔

آیت کریمہ میں فرمایا گیا: اے گروہِ انبیاء! یہ رسول اعظم تم سب کی رسالتوں اور نبوتوں اور کتابوں وصحائف کی تصدیق فرمائے گا تو اگر میرے آقا ان تمام انبیاء ورسل سے پہلے ہوں گے تو جبھی ان کی تصدیق فرمائیں گے' اسی لیے فرمایا کہ

کنت نبیًا و آدم بین الماء والطین' وآدم بین الروح والجسد ۔ (ترمذی' مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

میں اس وقت بھی نبی تھا کہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے' روح وجسد کے درمیان تھے۔

اور فرمایا کہ

کنت اوّل النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث ۔

میں تمام انبیاء سے خلقت میں اوّل اور بعثت میں آخر ہوں۔

انشاء اللہ آئندہ اوراق میں یہ احادیث مکمل حوالجات وتوضیحات کے ساتھ بیان کی جائیں گی' فی الحال تو آیت کریمہ میں لفظ "مصدِّقًا" کی تفہیم مقصود ہے کہ

ع شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

آیت کریمہ مندرجہ بالا میں یہ الفاظ بھی اوّلیت مصطفیٰ کو ثابت کررہے ہیں کہ

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۔

تم البتہ ضرور بالضرور ان پر ایمان لانا اور البتہ ضرور بالضرور ان کی مدد کرنا۔

اب اگر ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے پہلے نہ ہوتو ان پر ایمان لانا کیسا اوران کی مدد کرنا کیسا؟ ایمانِ مفصل میں ہر مسلمان یہ اقرار کرتا ہے کہ

امنت باللّٰہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر والقدر خیرہٖ وشرہٖ من اللّٰہ تعالیٰ والبعث بعد الموت ۔

میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ' اس کے ملائکہ' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں' اس کی طرف سے اچھی بُری تقدیر پر اور موت کے بعد پھر دوبارہ اُٹھائے جانے پر۔

تو اب ذاتِ باری' ملائکہ' کتابیں' رُسل عظام اور اچھی بُری تقدیر کا وجود پہلے ہے تو ان پر ایمان لایا جائے گا' بصورتِ دیگر تو ایمان لانے کا تصور بھی محال ہوگا' بالکل اسی طرح عالمِ ارواح میں میرے آقا پر ایمان لانے کا وعدہ تمام انبیاء سے لیا جا رہا ہے اور تمام انبیاء نے شبِ معراج آپ کے پیچھے نماز پڑھ کر اس کا ثبوت بھی فراہم فرمایا تو اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام پہلے سے موجود تھے...... موجود تھے تو ان کے پاس تشریف لائے۔

ہمہ انبیاء در پناہِ تواند
مقیم در بارگاہِ تواند
تو بدر منیری ہمہ اخترند
تو سلطانِ ملکی ہمہ لشکرند

یہی وجہ تھی کہ حضور سے قبل آخری نبی حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی آمد کی بشارت دی۔

(۶) بشارتِ عیسیٰ علیہ السلام

ارشاد فرمایا:

وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ ۔ (پ۲۸' الصف:۶)

''اوران رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے''۔

آتا وہی ہے جو پہلے موجود ہو' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنے کی بشارت دی' معلوم ہوا حضور پہلے موجود تھے۔

مبشِّر اور مبشَّر

آیت کریمہ میں لفظ ''مبشِّر'' پر غور کیجئے' یہ بھی اسم فاعل کا صیغہ ہے' جس کا معنی ہے: خوشخبری دینے والا اور جس کی خوشخبری دی گئی وہ ہے ''مبشَّر'' (اسم مفعول) ظاہر ہے خوشخبری دینے والا یعنی مبشِّر بعد میں ہوگا اور جس کی خوشخبری دی جائے گی یعنی مبشَّر وہ پہلے ہوگا' مثال کے طور پر میں ایسے کہوں کہ

لوگو! میں تمہیں زید کے آنے کی خوشخبری دیتا ہوں۔

تو زید پہلے موجود ہوگا تو آئے گا جبھی تو اس کے آنے کی بشارت درست ہوگی' بالکل اسی طرح نبی کریم علیہ السلام پہلے موجود تھے تو آپ کی تشریف آوری کی خوشخبری دی گئی' اسی لیے میرے آقا نے فرمایا:

انا دعوة ابی ابراهیم و بشارة عیسٰی ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۳)

میں اپنے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا مصداق ہوں۔

لفظ ''یاتِی'' پر غور کریں!

اسی طرح آیت کریمہ میں لفظ ''یاتی'' بھی اوّلیت مصطفویہ کو ظاہر کر رہا ہے کیونکہ آتا وہی ہے جو پہلے موجود ہو' مثلاً کسی عالم دین کا اعلان ہوا کہ

فلاں علامہ صاحب آج رات خطاب فرمائیں گے۔

تو وہ علامہ صاحب خطاب کے لیے جبھی آئیں گے جبکہ پہلے زندہ موجود ہوں گے'

اگر ان کا وجود ہی نہیں ہوگا تو اعلان باطل اور کذب بیانی پر مبنی ہوگا' اسی طرح ''یاتی'' وہ آئیں گے' سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام پہلے سے موجود اور زندہ ہیں' بصورتِ دیگر آمد کا اعلان معاذ اللہ تعالیٰ باطل اور کذب بیانی پر محمول ہوگا اور انبیاء جھوٹ سے پاک ہوتے ہیں' وہ کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا کرتے کیونکہ اگر معاذ اللہ ان سے جھوٹ سرزد ہو تو سارے کا سارا دین ہی مشکوک ہو جائے گا اور ایسا ہو نہیں سکتا' ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اعلان جب ہی مبنی بر صداقت ثابت ہوگا جبکہ حضور علیہ السلام پہلے سے موجود ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے جب بھی ذکر آمد محبوب فرمایا تو ایسے ہی الفاظ ارشاد فرمائے' مثلاً:

(۷) قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ۔(پ۶' المائدہ:۱۵)

''تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آ گیا''۔

پہلے موجود تھا تو آیا۔

(۸) اسی طرح فرمایا:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى ۔(پ۱۰' التوبہ:۳۳)

''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا''۔

پہلے کہیں موجود تھا تو بھیجا۔

(۹) ایسے ہی ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا ۔(پ۲۸' الجمعہ:۲)

''وہی ہے جس نے اُمیوں میں رسول مبعوث فرمایا''۔

پہلے موجود تھا تو مبعوث فرمایا۔

یہ تمام نصوصات قطعیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اوّلیت پر دلالت کرتی ہیں' ان کے مقابلہ میں صرف بخاری شریف کی روایات کا مطالبہ کرنا اور ان آیاتِ مبارکہ سے اغماض برتنا اور تسامح سے کام لینا صرف جہالت ہی نہیں بلکہ انکارِ قرآن کے

مترادف بھی ہے اور قانونِ محدثین کے خلاف ہے کیونکہ قرآن کریم کے مقابلہ میں صرف حدیث مشہورہ ہی پیش کی جا سکتی ہے، دیگر تمام اقسام حدیث نص قطعی یعنی آیاتِ قرآنی کے مقابل پیش نہیں کی جا سکتیں، اگر وہابیہ اس اصول سے واقف ہیں تو انہیں بخاری سے ان آیات کے مقابل دلائل کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے۔

تمہارا قانون محتاجِ دلیل اور محلِ نظر ہے

مخالفین ومعترضین کا یہ کہنا کہ ہم صرف بخاری ہی کو مانتے ہیں کیونکہ قرآن کے بعد بخاری ہی کا درجہ ہے، خود محتاجِ دلیل اور محلِ نظر ہے کیونکہ

اوّلاً: بخاری کا درجہ قرآن کے بعد ہے لہٰذا پہلے قرآن سے دلائل لو۔

ثانیاً: بخاری کا اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہونا، قرآن کی کس آیت سے ثابت ہے، وہ آیت پیش کرو۔

ثالثاً: اگر قرآن سے ثابت نہیں تو بخاری کی ہی کسی روایت سے ثابت کرو۔

رابعاً: اگر بخاری میں نہیں تو حدیث کی کسی کتاب سے ثابت کرو۔

خامساً: اگر کسی صحیح سے نہیں تو ضعیف روایت سے ہی ثابت کرو۔

سادساً: اگر قرآن وحدیث سے ثابت نہیں تو کسی صحابی کے قول سے ہی ثابت کرو۔

سابعاً: اگر کسی صحابی کے قول سے ثابت نہیں تو کسی تابعی کے فتویٰ سے ثابت کرو۔

ثامناً: اگر قرآن وحدیث وصحابہ کے قول یا تابعی کے فتویٰ سے ثابت نہیں تو کیا یہ قانون بدعت ہے کہ نہیں؟

تاسعاً: اگر بدعت نہیں تو دلیل دو، اگر ہے تو کون سی بدعت ہے؟

عاشراً: اگر بدعت سیئہ ہے تو چھوڑ دو، اگر حسنہ ہے تو باقی بدعاتِ حسن کو بھی قبول کرو۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۔

تم اہل سنت کے معمولاتِ حسنہ کی مخالفت کا ڈھنڈورا صرف یہ کہہ کے پیٹتے ہو کہ یہ حضور کے دور میں نہیں تھے، بتاؤ! کیا بخاری حضور علیہ السلام کے دور میں تھی؟

اگر نہیں تھی اور یقیناً نہیں تھی تو پھر یہ ترجیح بلا مرجح کیوں؟ دیگر کتب احادیث سے اعراض کرتے ہو؟ کیا اگر کوئی حدیث بخاری میں نہیں لیکن دیگر کتب احادیث میں ہے تو اسے تسلیم نہیں کیا جائے گا؟

پوری ذریت وہابیہ سے سوال

میں پوری ذریت وہابیہ کو سوال کرتا ہوں کہ ایک ایسی حدیث جو کہ بخاری ہی کیا مسلم ترمذی نسائی اور ابوداؤد میں بھی نہیں ہے صرف ابن ماجہ میں ہے کہ

مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔ (ابن ماجہ)

تو کیا اس حدیث مبارک کا انکار کرو گے؟ کرنا بھی چاہو تو نہیں کر سکو گے ورنہ مزدور تمہارا کچومر نکال کر رکھ دیں گے۔

تو اگر بخاری کے علاوہ کسی کتاب میں (ابن ماجہ میں) حدیث ہے بخاری و دیگر صحاح کی کتب میں نہیں ہے اور وہابیو! تم اس کو مان رہے ہو تو پھر کیا یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عداوت کا اظہار نہیں کہ حضور کی شان کی بات آئے تو صرف بخاری بخاری کی رٹ لگاتے ہو دوسری کتب احادیث کو تسلیم نہیں کرتے۔

ہمارے نزدیک آقائے نامدار علیہ السلام کی شان حدیث کی جس بھی کتاب میں ہو وہ قابل حجت ہے اور لائق تسلیم ہے یہ تو کتب احادیث کی بات ہے ہمارے آقا و مولیٰ بانی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ یارِ غار مصطفیٰ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ میرے آقا کی شان و عظمت کی بات اگر ابوجہل بھی کرے تو تسلیم کرلو کیا تم نے یہ واقعہ پڑھا یا سنا نہیں کہ ابوجہل لعین نے کہا:

اے ابوبکر! اگر کوئی کہے کہ میں آن کی آن میں رب سے ملاقات بھی کر آیا ہوں تو تم تسلیم کرلو گے؟ فرمایا: بتا! کہنے والا کون ہے؟ اس نے کہا: وہی تیرا یار کہتا ہے تو میرے آقا صدیق اکبر نے یہ نہیں دیکھا کہ روایت کرنے والا ابوجہل ہے بلکہ یہ دیکھا کہ بات میرے محبوب کی عظمت و شان کی ہے تو فرمایا:

لئن قال لصدق ۔ (الریاض النضرہ ج ا ص)

اگر انہوں نے فرمایا ہے تو یقیناً سچ فرمایا ہے۔

اس لیے ہم تو اپنے نبی کی شان جس کتاب سے بھی ملے گی اسے تسلیم کریں گے اور عین ایمان سمجھیں گے بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ کے نور سے تخلیق کے عقیدہ سے گھبراتے ہیں اور اسے شرکیہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس کی آنکھیں' کان' ناک دیگر اعضاء ہمارے جیسے ہوں وہ ہمارے جیسا بشر ہے نور نہیں ہوسکتا' اس کو نور ماننا عقیدہ ضالہ ہے' معاذ اللہ! تو کیا ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر یقین نہیں ہے؟

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس طرح چاہے پیدا کرے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۔ (پ ۶' المائدہ: ۱۷)

''جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چاہت پر قادر ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو پتھر سے پیدا فرمایا اور اسے ناقۃ اللہ (اللہ کی اونٹنی) قرار دیا۔ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو بغیر والدین کے مٹی سے پیدا فرمایا اور اپنا خلیفہ قرار دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے حضرت جبریل امین کی پھونک کے وسیلہ سے پیدا فرمایا اور انہیں روح اللہ وکلمۃ اللہ قرار دیا' یہ سب اللہ تعالیٰ کے حسن تخلیق کا شاہکار ہیں کہ وہ قادر مطلق ہے جیسے چاہے تخلیق فرمائے۔

فرشتے نور سے پیدا ہوئے اور جن آگ سے

(۱) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خلقت الملئكة من نور وخلق الجآن من نار ۔

(مسلم شریف کتاب الزہد ص ۶۰' مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۱۵۳' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۳' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۴' تفسیر درمنثور للسیوطی ج ۶ ص ۱۳' البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ا ص ۵۵۴' تاریخ دمشق لابن

عساکر ج ۲ ص ۳۲۳٬۳۲۲ کنز العمال رقم الحدیث: ۱۵۱۵۲۔ ج ۲ ص ۱۳۶ المصنف لعبد الرزاق ج ۱۱ ص ۴۲۵)

تمام فرشتے نور سے پیدا کیے گئے اور تمام جن آگ سے۔

روح ایک عظیم فرشتہ ہے

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

الروح ملك من الملئكة ما خلق الله مخلوقًا اعظم منه فاذا كان يوم القيامة قام وحده صفا ۔ (تفسیر بغوی ج ۵ ص ۵۱۳)

روح نامی ایک فرشتہ ہے فرشتوں میں سے اللہ تعالیٰ نے اس سے، بڑی کوئی دوسری مخلوق نہیں بنائی' جب قیامت کا دن ہوگا تو یہ فرشتہ[1] تنہا ایک صف میں کھڑا ہوگا۔

---

[1]......اسی روح نامی فرشتہ (حضرت جبریل علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے پاس بھیجا تو پورا پورا مثل بشر بنا کر اس کی دو آنکھیں' کان' ناک وغیرہ سب کچھ ہمارے ہی جیسے تھے' سورۂ مریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا۝ (پ ۱۶' مریم: ۱۷)

"تو اس (مریم) کی طرف ہم نے اپنا روحانی (فرشتہ) بھیجا وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا"۔

اب یہ روح یعنی فرشتوں کے سردار حضرت جبریل علیہ السلام انسانی صورت میں تشریف لائے تو آج تک کسی وہابی کو جرأت نہیں ہوئی کہ وہ کہے کہ یہ بھی ہماری طرح کے بشر ہیں نور نہیں ہیں کیونکہ جب حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے پاس آئے تو بالکل ہماری طرح ہی ان کے ہاتھ پاؤں' آنکھیں' کان' ناک' منہ وغیرہ تھے' لہٰذا وہ نور نہیں ہیں' اگر ان کو نور کہو گے تو شرک ہو جائے گا۔

ایسے ہی صحاح ستہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت موجود ہے کہ ہم سرکار علیہ السلام کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر تھے کہ

اذ طلع رجل شديد بياض الثياب وشديد سواد الشعار لا يرى عليه آثار السفر الخ ۔ (بخاری' مسلم' مشکوٰۃ شریف ص ۱۱)

اچانک ایک شخص نمودار ہوا' انتہائی سفید لباس اور سیاہ بالوں والا' اس پر کوئی سفر کے آثار دکھائی نہ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) حضرت سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) دیتے تھے الخ۔

اس نے سوالات وجوابات کیے' جب وہ واپس ہوا تو سرکار نے فرمایا: اے عمر!

اتدری من السائل ۔

جانتے ہو سوالات کرنے والا کون تھا؟

عرض کیا' اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں! تو ارشاد فرمایا:

هو جبریل اتاکم یعلمکم دینکم ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۱)

یہ جبریل تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

اسی طرح صحاح میں ایک روایت موجود ہے کہ بنی اسرائیلیوں کے ایک شخص نے ایک سو افراد کو قتل کیا تو اپنی توبہ کے لیے اہل اللہ کی بستی کی طرف چلا تو فوت ہو گیا' اس کی روح لے جانے کے لیے جنت و دوزخ کے ملائکہ آئے' جب دونوں اسے لے جانے کے لیے جھگڑنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے ایک فرشتہ بھیجا۔ بخاری ومسلم و مشکوٰۃ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ

جآء ملك في صورة الآدمي' فاتاهم ملك في صورة آدمي ۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۴۹۴)

وہ فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا۔

یعنی جس طرح آدمی کے ہاتھ' پاؤں' آنکھیں' کان' ناک وغیرہ ہوتے ہیں' اسی طرح اس کے بھی ہاتھ' پاؤں' آنکھیں' کان' ناک وغیرہ تھے' اس نے ان کا فیصلہ کیا۔

آج تک کسی وہابی ملاں نے فتویٰ نہیں دیا کہ وہ فرشتہ ہمارے جیسا بشر تھا' اگر اسے نور کہو گے تو مشرک ہو جاؤ گے اور نہ ہی اس کی نورانیت کا کسی نے انکار کیا ہے۔

نبی کریم علیہ السلام لباسِ بشری میں جلوہ گر ہوئے تو ہر وہابی نے یہ راگ الاپا کہ

اوہدے وی دو ہتھ تے میرے وی دو ای آ

اوہدا وی ویاہ ہویا تے میرا وی ہویا دا

فرق کوئی وی ناہیں۔

سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی

ان فی الجنۃ لنھر لما یدخلہ جبرئیل دخلۃ فیخرج فینتفض الا خلق اللّٰہ من کل قطرۃ تقطر منہ ملکا ۔

(تفسیر در منثور ج ۱ ص ۹۳' اللآلی المصنوعہ للسیوطی ج ۱ ص ۴۸)

بے شک جنت میں ایک نہر ہے حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اس میں جا کر باہر آتے ہیں اور اپنے پَر جھاڑتے ہیں تو جتنی بوندیں ان کے نوری پروں سے گرتی ہیں' اللہ تعالیٰ ہر بوند سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت جبریل کے نوری غسل کی نوری بوندوں سے فرشتے پیدا ہوں تو ان کے نور میں سر مو کمی واقع نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے نور سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخلیق ہوں تو نور اللہ میں کمی کیوں واقع ہوتی ہے؟

ع بدیں عقل و دانش بباید گریست

حضرت جبریل امین علیہ السلام کے غسل نوری کے نوری قطروں سے فرشتے پیدا ہو سکتے ہیں تو جس کے نور سے خود جبریل تخلیق ہوئے ہوں' اس نور اعظم سے تمام مخلوق پیدا ہو تو شرک کیوں ہو جاتا ہے؟ جیسا کہ خود اس منبعِ نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا من نور اللّٰہ و کل الخلائق من نوری ۔ (مدارج النبوت جلد دوم ص ۶۱۰)

میں نور اللہ سے ہوں' اور تمام مخلوقات میرے نور سے ہے۔

(۴) بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان سے روایت ہے کہ رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان للّٰہ ملٰئکۃ ترعد فرائصھم من خیفتہ ما منھم ملک تقطر منہ دمعۃ الا وقعت ملکا قائما یسبح ۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۲۹۷' تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ج ۱۰ ص ۳۰۷' اتحاف السادۃ للزبیدی ج ۹ ص ۱۲۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۹۸۳۶۔ ج ۱۰ ص ۳۶۶)

اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں کہ خوفِ خدا سے ان کا بند بند لرزتا ہے' ان میں

سے جس فرشتہ کی آنکھ سے جو آنسو ٹپکتا ہے وہ گرتے گرتے فرشتہ بن جاتا ہے کہ کھڑا ہو کر رب العزت جل جلالہ کی تسبیح کرتا ہے۔

(۵) حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

لا تقطر عين ملك منهم الا كانت ملكا يطير من خشية الله .

(کتاب الثواب لابی الشیخ)

ان فرشتوں میں سے جس کی آنکھ سے کوئی بوند ٹپکتی ہے وہ ایک فرشتہ بن کر خوفِ خدا سے اُڑ جاتی ہے۔

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

الروح ملك اعظم من السموت ومن الجبال ومن الملئكة وهو في السمآء الرابعة يسبح كل يوم اثنى عشر الف تسبيحة يخلق الله من كل تسبيحة ملكا يجيىء يوم القيامة صفا وحده . (تفسیر بغوی ج۵ ص۵۱۳)

روح ایک سب سے بڑا فرشتہ ہے آسمان و زمین' جبال و ملائکہ سب سے' اس کا مقام چوتھے آسمان میں ہے' روزانہ بارہ ہزار تسبیحات پڑھتا ہے' ہر تسبیح سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے' یہ روح نامی فرشتہ بروزِ قیامت اکیلا ایک صف ہوگا اور باقی تمام فرشتوں کی ایک صف ہوگی۔

توجہ فرمایئے!

اگر فرشتہ کی تسبیح کے فیض سے فرشتہ پیدا ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نور کے فیض سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں تخلیق نہیں ہو سکتے؟ حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی فرماتے ہیں: ؎

تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ہرچہ موجود او فرع تست

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فی السمآء الرابعة لنهر يقال له الحيوان يدخله الجبرئيل كل يوم فينغمس فيه انغماسه منه يخرج فينتقض انتفاضة فيخرج عنه سبعون الف قطرة يخلق الله من كل قطرةٍ ملكًا هم الذين يؤمرون ان ياتوا البيت المعمور فيصلوا فيفعلون ثم يخرجون فلا يعودون اليه ابدًا ويولی عليهم احدهم ثم يؤمر ان يقف بهم فی السمآء موقفا يسبحون الله الٰی ان تقوم الساعة .

(تفسیر درمنثور ج ۶ ص ۱۱۷ تفسیر ابن کثیر ج ۷ ص ۴۰۴)

چوتھے آسمان میں ایک نہر ہے جسے نہرِ حیات کہتے ہیں' جبریل علیہ السلام ہر روز اس میں ایک غوطہ لگا کر پَر جھاڑتے ہیں' جس سے ستّر ہزار قطرات جھڑتے ہیں' اللہ تعالیٰ ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ بیت المعمور میں جا کر نماز پڑھیں' جب نماز پڑھ کر نکلتے ہیں پھر اس میں کبھی نہیں جاتے' ان میں سے ایک کو ان پر افسر بنا کر حکم فرمایا جاتا ہے کہ آسمان میں انہیں ایک جگہ لے کر کھڑے ہو جاؤ' وہ وہاں قیامت تک تسبیحِ الٰہی میں مشغول رہیں گے۔

(۸) حضرت علاء بن ہارون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لجبرئيل كل يوم انغماس فی الكوثر ثم ينتفض فكل قطرة يخلق منها ملك . (کتاب الثواب لابی شیخ بحوالہ جامع الاحادیث جلد پنجم ص ۶۳۷)

حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام روزانہ کوثر میں ایک غوطہ لگا کر پَر

جھاڑتے ہیں تو ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا کیا جاتا ہے۔

(۹) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

خلقت الملئکة من نور العزة ۔

(کتاب الثواب لابی الشیخ بحوالہ جامع الاحادیث جلد پنجم ص ۶۳۹)

فرشتے نورِ عزت سے پیدا کیے گئے ہیں۔

فرمایئے وہابی صاحب! نورِ عزت کم تو نہیں ہو گیا؟ اگر نہیں ہوا تو نورِ مصطفویہ کو نورِ خدا سے مخلوق ماننے سے نورِ خدا کیوں کم ہو جاتا ہے؟ ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اور ؎

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

(۱۰) حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

بلغني ان الملائكة روح خلقت من روح الله ۔ (کتاب الثواب ایضاً)

مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ فرشتے روح ہیں جو روحِ ربانی سے پیدا کیے گئے ہیں۔

اگر فرشتے روح اللہ سے پیدا ہو سکتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور اللہ سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ ؎

مصطفیٰ کے نور میں ہے ذاتِ باری جلوہ گر
مصطفیٰ کا نور یوں کہیے خدا کا نور ہے

اور ؎

نور نے گھلیا بنا کے نور نوں خیر البشر
رحمۃ للعٰلمین دا لقب پایا نور نے

مندرجہ بالا دس احادیث مبارکہ سے فرمودات مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق وتائید ہوگئی کہ

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا...... اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ...... اور

یا جابر ان اللّٰہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہٖ۔

اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

ذاتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء مرکزِ نور' منبعٔ نور' مہبط نور' محور نور' مصدر نور ہے اور ذات باری تعالیٰ کے نور سے خلق کی گئی ہے' باقی ساری مخلوقات اس مصدر نور سے پیدا کی گئی ہے۔

شجر الیقین

صاحب جامع المعجزات علامہ الشیخ محمد الواعظ الرھاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

آثار میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار ٹہنیوں والا ایک خوبصورت درخت پیدا فرمایا جس کا نام شجر الیقین ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس درخت پر نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک طاؤس کی صورت میں بٹھا دیا تو طاؤس نے وہاں ستر ہزار برس اللہ کی تسبیح بیان کی' اس کے بعد اللہ نے آئینۂ حیاء بنا کر طاؤس کے مقابل رکھا' اپنے حسن و جمال کو دیکھ کر طاؤس نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پانچ سجدے کیے' جو فرض قرار پائے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے حضور علیہ السلام کی اُمت پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ٹھہرائیں۔

پھر طاؤس (نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر جب اللہ نے رحمت کی نگاہ ڈالی تو وہ شرم و حیاء کے پسینہ سے شرابور ہو گیا۔

☆ اس نور کے سر مبارک کا پسینہ لے کر اللہ نے تمام ملائکہ پیدا فرمائے۔

☆ چہرۂ انور کے پسینہ سے عرش' کرسی' لوح' قلم' سورج' چاند' حجاباتِ نور' کواکب اور عجائباتِ عالم بنائے گئے۔

☆ سینۂ بے کینہ کے پسینہ سے انبیاء و مرسلین' علماء و کاملین اور شہداء و صالحین کی پاکیزہ روحوں کو پیدا کیا۔

☆ پشتِ مبارک کے پسینہ سے بیت المعمور' کعبہ' بیت المقدس اور کائنات بھر کی سجدہ گاہیں تخلیق کی گئیں۔

☆ ابروئے پاک کے پسینہ سے مؤمنین و مؤمنات اور مسلمین و مسلمات پیدا ہوئے۔

☆ قدمانِ مبارک کے پسینہ سے مشرق و مغرب' شمال و جنوب اور معدنیات و عجائبات پیدا فرما کر اللہ نے فرمایا:

''میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور! چاروں طرف دیکھو''۔

آپ نے چاروں طرف دیکھا تو نور ہی نور نظر آیا' یہ جلوے صدیق اکبر' فاروق اعظم' عثمان غنی اور حیدر کرار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے انوار کے تھے۔

آپ کا نور اس کیفیت میں ستر ہزار برس تک اللہ کی تسبیح کرتا رہا۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کی ارواح کو جب نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا فرمایا تو تمام انبیاء کی ارواح نے یک زبان کہا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔

پھر اللہ نے عقیق احمر سے ایک قندیل بنائی اور نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صورتِ دنیوی میں ڈھال کر قندیل میں رکھا۔

قندیل میں آپ اس طرح کھڑے رہے جس طرح نماز میں قیام ہوتا ہے' تمام ارواح قندیل کا طواف کرنے لگیں' روحوں کا یہ طواف ایک ہزار برس تک جاری رہا۔

پھر اللہ نے ارواح کو حکم فرمایا کہ میرے محبوب کو دیکھو' روحوں نے تعمیل کی' ارواح میں سے جس جس نے

☆ سر اقدس کو دیکھا وہ دنیا میں سلطان اور فرماں روا بن گیا۔

☆ ابروئے مبارک کو دیکھا وہ امیرِ عادل بن گیا۔

☆ آنکھ مبارک کو دیکھا وہ وسیع النظر اور کشادہ ظرف بن گیا۔

☆ پیشانی پر نگاہ ڈالی وہ نقاش بن گیا۔

☆ گوش مبارک کو دیکھا وہ مقبول فی الانام ہو گیا۔

☆ سینۂ بے کینہ کو دیکھا وہ دانا و احسان کرنے والا بن گیا۔

☆ ناک مبارک کو دیکھا وہ طبیب و عطار ہوا۔

☆ ہونٹ مبارک کو دیکھا وہ وزیر بن گیا۔

☆ دہن شریف کو دیکھا وہ روزہ دار بن گیا۔

☆ دانتوں کی زیارت کی وہ حسین و جمیل ہوا۔

☆ زبان مبارک دیکھی وہ بادشاہوں کا سفیر ہوا۔

☆ حلق انور کو دیکھا وہ واعظ' ناصح اور مؤذن بن گیا۔

☆ ریش مبارک کی زیارت کی وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہوا۔

☆ گردن مبارک کو دیکھا وہ تاجر ہو گیا۔

☆ دست مبارک کو دیکھا وہ سخی بن گیا۔

☆ انگشت مبارک دیکھیں وہ خطاط اور خوشنویس ہوا۔

☆ شکم انور پر نگاہ ڈالی وہ صابر اور قناعت پیشہ بن گیا۔

☆ کندھوں کو دیکھا وہ عابد و زاہد بن گیا۔

☆ پاؤں مبارک دیکھے وہ مہاجر فی سبیل اللہ بن گیا۔

☆ ناخن مبارک دیکھے وہ قاضی، مفتی یا جج بن گیا۔

لیکن جن روحوں نے آپ کو بالکل نہ دیکھا وہ یہودی، نصرانی، مجوسی اور فراعنہ ہوئے، حقیقت حال کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے "جامع الدرر" میں اسی طرح منقول ہے۔

(جامع المعجزات اُردو ص۱۰ تا ۱۲، مطبوعہ لاہور)

احادیثِ مبارکہ......

اوّلیتِ نورِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

(۱) نبی مکرم ہادیٔ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اوّل ما خلق اللّٰہ نوری ۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

حوالجات: (۱) تفسیر نیشاپوری ج ۸ ص ۵۵ (۲) تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۵۴۸ (۳) فتاویٰ فیض الرسول ص ۲۷ (۴) تفسیر عرائس البیان ج ۱ ص ۲۳۸ (۵) تفسیر حسینی فارسی ص ۱۴۰ (۶) زرقانی شریف ج ۱ ص ۳۷ (۷) مدارج النبوت فارسی ج ۲ ص ۲ (۸) بیان المیلاد النبوی لابن الجوزی ص ۲۴ (۹) مطالع المسرات للفاسی[۱]

---

[۱]..... مطالع المسرات میں علامہ فاسی نے یوں حدیث نقل کی ہے کہ

قد قال الاشعری انه تعالٰی نورا لیس کالانوار والروح النبویة القدسیة من لمعة نورہ والملائکة شرر تلک الانوار وقال صلی اللّٰہ علیه وسلم اوّل ما خلق اللّٰہ نوری ومن نوری خلق کل شیء ۔

سیّدنا ابوالحسن اشعری قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نور ہے نہ اور نوروں کی طرح اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ اقدس اسی نور کی تابش ہے اور فرشتے ان نوروں کے پھول ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور بنایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔ (فتاویٰ فیض الرسول ص ۲۹، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور، جامع الاحادیث جلد پنجم ص ۳۶۷، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

وہابیوں، دیوبندیوں کے مسلمہ پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۷، مطبوعہ کراچی میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیثیں (یعنی اوّل ما خلق اللّٰہ نوری اور لولاک لما خلقت الافلاک) کتب صحاح میں موجود نہیں ہیں "مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اوّل ما خلق اللّٰہ نوری" کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے"۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم! بندہ رشید احمد گنگوہی۔ (بحوالہ فتاویٰ فیض الرسول ص ۲۹، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

ص ۷۲ (۱۰) شرح قصیدہ امالی ص ۳۵ (۱۱) معارج النبوت ج ا ص ۳۳۱ رکن اوّل

دیوبندی کتب: (۱۲) عطر الوردہ شرح قصیدہ بردہ مولوی ذوالفقار علی دیوبندی ص ۲۴ (۱۳) الشہاب الثاقب ص ۴۷ (۱۴) فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۷۸ (۱۵) نشر الطیب مولوی اشرفعلی تھانوی ص

وہابی کتب: (۱۶) یک روزی مولوی اسماعیل دہلوی ص (۱۷) اکرام محمدی ص ۲۶۸۔۲۶۹ (۱۸) لغات الحدیث ج ۴ ص ۲۲۲ نواب وحید الزماں اہل حدیث (۱۹) احسن المواعظ ص ۲ مولوی محمد ابراہیم دہلوی مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی علاوہ ازیں (۲۰) المواہب اللدنیہ ص (۲۱) تاریخ الخمیس ص

(۲۲) تاریخ انیس الجلیل ص

(۲۳) مولوی صمصام وہابی اپنی سی حرفی میں رقمطراز ہیں کہ

کاف کن دیاں منزلاں پہلیاں سن جدوں میرے نبی دی لوئی ہوئی سی
رب لکھ چھڈیا ختم مرسلاں دا، مٹی آدم دی اجے نہ گوئی ہوئی سی
صمصام اوس مردہ زمین دے بھاگ جاگے جہڑی مدتاں پہلوں دی موئی ہوئی سی

(۲) حدیث جابر رضی اللہ عنہ

عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالىٰ عنهما قال قلت يا رسول الله بابى انت وامى اخبرنى عن اوّل شیء خلقه الله تعالىٰ قبل الاشياء قال يا جابر! ان الله تعالىٰ قد خلق قبل الاشيآء نور نبيك من نوره فجعل ذلك النور يدور بالقدرة حيث شآء الله تعالىٰ، ولم يكن فى ذلك الوقت لوح ولا قلم ولا جنة ولا نار ولا ملك ولا سمآء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جنى ولا انسى فلما اراد الله تعالىٰ ان يخلق قسم ذلك النور اربعة اجزآء فخلق من الجزء الاوّل القلم ومن الثانى اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاوّل حملة العرش ومن الثانى الكرسى ومن الثالث باقى الملائكة ثم قسم الرابع اربعة اجزاء فخلق

من الاوّل السموت من الثانی الارضین ومن الثالث الجنة والنار ثم قسم الرابع اربعة اجزاء......الحدیث یطوله ۔

(۱) المواہب اللدنیہ للقسطلانی ج۱ص۵۵ (۲) شرح مواہب لزرقانی ج۱ص۵۵ (۳) مدارج النبوت للمحدث دہلوی ج۲ص۲ (۴) تاریخ الخمیس للدیار الکبری ج۱ص۲۴ (۵) سیرت حلبیہ ج۱ص۳۷ (۶) مطالع المسرات ص۲۱۰ (۷) حجۃ اللہ علی العٰلمین ص۲۸ (۸) انوار المحمدیہ ص۹ (۹) عقیدۃ الشہدہ ص۱۰۰ (۱۰) فتاویٰ حدیثیہ ص۵۱ (۱۱) الدرر البہیہ ص۲ (۱۲) نشر الطیب ص۸ از تھانوی (۱۳) جامع الاحادیث جلد پنجم ص۳۶۶ (۱۴) المصنف لعبد الرزاق ج۱ص (۱۵) دلائل النبوۃ للبیہقی ج ص (۱۶) معارج النبوت ج۱ص۳۴۹ (۱۷) حبیب اعظم ص۲۴۔۲۵

خیال رہے کہ امام عبدالرزاق' حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ اور امام بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما کے دادا استاذ ہیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں متعدد احادیث کی روایت امام عبدالرزاق سے بالواسطہ کی ہے تو کیا بخاری کے دادا استاذ قابل اعتماد نہیں ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان! مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ عزوجل نے کیا چیز بنائی؟

فرمایا: اے جابر! بے شک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا' وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا دورہ کرتا رہا' اس وقت لوح' قلم' جنت' دوزخ' فرشتے' آسمان' زمین' سورج' چاند' جن اور آدمی کچھ نہ تھا' پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے فرمائے' پہلے سے قلم' دوسرے سے لوح' تیسرے سے عرش بنایا پھر چوتھے کے چار حصے کیے' پہلے سے فرشتگان حاملینِ عرش' دوسرے سے کرسی' تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کیے' پھر چوتھے کے چار حصے کیے' پہلے سے آسمان' دوسرے سے زمین'

تیسرے سے بہشت و دوزخ بنائے' پھر چوتھے کے چار حصے کیے' (الیٰ آخر الحدیث) حدیث طویل ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے دلائل النبوت میں بنحوہ روایت فرمایا۔

اجلہ ائمہ دین مثل امام قسطلانی مواہب اللدنیہ اور امام ابن حجر مکی افضل القریٰ اور علامہ فاسی مطالع المسرات اور علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ دیار بکری خمیس اور شیخ محدث دہلوی مدارج النبوت میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعدیل و اعتماد فرماتے ہیں۔

(جامع الاحادیث جلد پنجم ص ۳۶۷)

بالجملہ وہ تلقی اُمت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے تو بلاشبہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے' تلقی علماء بالقبول وہ شیء عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی' بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی۔ (جامع الاحادیث جلد پنجم ص ۳۶۷)

علامہ محقق عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی' الحدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

قد خلق کل شیء من نورہ[1] صلی اللہ علیہ وسلم کما ورد بہ

---

[1]... "من نورہ" حدیث مبارکہ میں لفظ "من نورہ" سے مخالفین نور مصطفویہ کو بڑی اذیت ہوتی ہے اور وہ کہا کرتے ہیں کہ اللہ کے نور سے نور کیسے ہو گئے' کیا اس طرح اللہ کا نور کم نہ ہوا' فقیر ایک مقام پر تقریر کے لیے گیا' دیہاتی ماحول تھا تو وہاں ایک وہابی مولوی نے میری تقریر کے بعد صبح درس دیا اور کہا: لوگو! دیکھو اگر ایک کلو گندم سے آدھا کلو نکال لی جائے تو باقی کتنی رہ جائے گی؟ لوگوں نے کہا: باقی آدھ کلو رہ جائے گی' مولوی صاحب نے کہا: تو رات والے مولوی نے کہا: اللہ کے نور سے نبی کا نور پیدا ہوا تو کیا گندم کی طرح اللہ کا نور کم نہ ہوا؟ خدا کی قدرت اسی کے سامعین میں سے ایک دیہاتی نے کہا: مولوی سن! میرے دادا کے زمانہ میں ایک کنواں تھا' لوگ اس سے پانی لیتے رہے پھر میرے باپ کے دور میں بھی پانی نکالتے رہے' اب میرا دور ہے لوگ اسی طرح پانی بھرتے رہتے ہیں' لیکن کنویں کا پانی ایک بوند بھی کم نہ پڑا' مولوی! بتا کیا اللہ کا نور ہمارے کنویں سے بھی کم تھا کہ نبی کا نور اس سے پیدا ہوا تو وہ کم پڑ گیا؟ مولوی سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور اپنا سا منہ لے کر کھسیانی ہنسی ہنسنے لگا جیسا کہ کہاوت ہے کہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الحدیث الصحیح۔
بے شک ہر چیز نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا کی گئی جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا۔ (جامع الاحادیث جلد پنجم ص ۳۶۷)

(بقیہ حاشیہ) مولوی صادق سیالکوٹی وہابی اپنی کتاب جمالِ مصطفیٰ میں لکھتا ہے کہ

بعض جاہل اور غالی حضور کے نور کو "نور من نور اللہ" کہتے ہیں یعنی حضور اللہ کے نور میں سے ہیں چنانچہ ایک موضوع حدیث بھی سناتے ہیں "انا من نور اللّٰہ والخلق من نوری" "میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری خلقت میرے نور سے ہے" یہ حدیث کسی یہودی دشمن اسلام و رسول نے گھڑی ہوئی ہے تا کہ مسلمان ایسا عقیدہ رکھ کر یہودیت نصرانیت اور ہندوازم کی راہ پر چلنے لگیں الخ۔ (جمال مصطفےٰ ص ۱۳۶)

پہلی بات تو یہ کہ یہ احادیث موضوع نہیں ہیں جیسا کہ ہم نے متعدد حوالوں سے اور تلقی علماء بالقبول کے قانون سے ثابت کیا' دوسری بات! کیا یہ تمام ائمہ جنہوں نے یہ حدیث اپنی کتب میں نقل کی ہے بقول مولوی صادق سیالکوٹی وہابی کے یہودی اور دشمن اسلام و رسول ہیں' ایک یہ مولوی اور اس کی مٹھی بھر فرقی (فرقہ) ہی مسلمان اور محب اسلام و رسول ہے؟

میں کافر تو کافر سارے کافر ہیں
پورے ملک میں مؤمن یہی اکیلا ہے

ایسے ہی عاقبت نا اندیش گستاخ اینڈ کمپنی کے متعلق ان کا اپنا ممدوح شورش کاشمیری کہتا ہے کہ

میں نہیں کہتا فلاں ابن فلاں گستاخ ہے
اس قبیلے کا ہر اک پیر و جواں گستاخ ہے

مولوی صادق کے پیروکاروں سے بمعہ مولوی صادق کے فقیر کا سوال ہے کہ بتاؤ! کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ ۚ اَلْقٰھَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ۔ (پ ۶' النساء: ۱۷۱)

"مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے یہاں کی ایک روح"۔

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آیت کے مطابق روح من روح اللہ ہیں کہ نہیں' اگر تمہارا جواب نفی میں ہے تو تم منکر قرآن ہوا گر اثبات میں ہے تو تمہیں نور من نور اللہ سے تکلیف کیوں' اگر بقول قرآن عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق روح اللہ کا عقیدہ درست ہے تو حضور کے متعلق نور اللہ کا عقیدہ بھی درست ہے نہ کہ یہ یہودیوں' نصرانیوں'

ان احادیث مبارکہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نور بطور مادہ تھا اور حضور کا نور اس مادہ کا حصہ یا ٹکڑا' بلکہ مطلب یہ ہے کہ نورِ خدا کے فیض سے نورِ مصطفیٰ معرضِ وجود میں آیا جیسا کہ مولوی اشرفعلی تھانوی نے نشر الطیب میں ذکر کیا اور اجل ائمہ نے اس کی یہی تشریح وتوضیح فرمائی ہے' چنانچہ صاحب جامع الاحادیث نے امام احمد رضا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے یہی نقل فرمایا ہے: ''وھو ھذا''

(بقیہ حاشیہ) دشمنانِ اسلام ورسول کا عقیدہ ہے بلکہ یہ قرآنی اور غلامانِ رسول ومحبینِ اسلام کا عقیدہ ہے' اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ . (پ ۲۳ ص: ۷۲)

''اور اس (آدم علیہ السلام) میں اپنی طرف کی روح پھونکوں''۔

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونکی تو کیا اس سے اللہ کی روح کم ہوگئی' معاذ اللہ؟ اور کیا اس کی روح کے حصے ہوگئے؟ اور کیا آدم روح اللہ نہ ہے؟ تو اگر آدم علیہ السلام روح اللہ بھی ہیں اور روح اللہ کم بھی نہ ہوئی' اس کے حصے اور ٹکڑے بھی نہ ہوئے' قرآن اس پر شاہد عادل ہے تو حضور کو نور اللہ کہنے سے یہ سب کچھ کیونکر ہو جاتا ہے؟ یہ انتہاء تعصب رسالت اور عداوتِ محبوب علیہ السلام نہیں تو اور کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے

اور

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض و جود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے

تو جس طرح ''من روحی'' ہو سکتا ہے اور ''روح منہ'' ہو سکتا ہے' اسی طرح من نور اللہ بھی ہو سکتا ہے' جس طرح حضرت عیسیٰ روح اللہ ہیں' اسی طرح حضور نور اللہ ہیں اور جس طرح عیسیٰ روح اللہ اور آدم من روحی کہنے سے اللہ کی روح کا ٹکڑا ہونا لازم نہیں آتا' اسی طرح حضور کو نور اللہ کہنے سے بھی اللہ کے نور کا ٹکڑا ہونا لازم نہیں آتا' جو جواب تمہارا روح اللہ کے اثبات میں ہے' وہی جواب ہمارا نور اللہ کے اثبات میں ہے' اس مقام پر تمام علماء محدثین نے اللہ تعالیٰ کے نور کے فیض سے نورِ محمدی کی تخلیق کا بیان تحریر فرمایا ہے' جس طرح سورج نور ہے اور اس کی روشنی تمام عالم میں پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہے مگر یہ روشنی سورج کا ٹکڑا نہیں ہے بلکہ اس کے فیض کا اثر ہے' اس طرح حضور بھی خدائی نور کے فیض کا اثر اور سراج منیر ہیں۔

شمع سے شمع روشن ہو جاتا ہے اس کے کہ اس شمع سے کوئی حصہ جدا ہو کر یہ شمع بنے' اس کی مثال میں کہا جا سکتا ہے لیکن اس سے بہتر آفتاب اور دھوپ کی مثال ہے کہ نورِ شمس نے جس پر تجلی کی وہ روشن ہو گیا اور ذاتِ شمس سے کچھ جدا نہ ہوا مگر ٹھیک مثال کی وہاں مجال نہیں' جو کہا جائے گا ہزاروں ہزار وجوہ پر ناقص و ناتمام ہو گا' پھر یہ کہ مثال سمجھانے کو ہوتی ہے نہ کہ ہر طرح برابری بتانے کو' قرآن عظیم میں نورِ الٰہی کی مثال دی:

کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ۔(پ۱۸'النور:۳۵)

''جیسے طاق کہ اس میں چراغ ہو''۔

کہاں چراغ قندیل اور کہاں نورِ ربِ جلیل' یہ مثال وہابیہ کے اس اعتراض کے دفع کو تھی کہ

''نورِ الٰہی سے نورِ نبوی پیدا ہوا تو نورِ الٰہی کا ٹکڑا جدا ہونا لازم آیا''۔

اسے بتایا گیا کہ چراغ سے چراغ روشن ہونے میں اس کا ٹکڑا کٹ کر اس میں نہیں آجاتا' جب یہ فانی مجازی نور اپنے نور سے دوسرا نور روشن کر دیتا ہے تو اس نورِ الٰہی کا کیا کہنا نور سے نور پیدا ہونے کو نام و روشنی میں مساوات بھی ضروری نہیں' چاند کا نور آفتاب کی ضیاء سے ہے' پھر کہاں وہ اور کہاں یہ علمِ ہیئت میں بتایا گیا ہے کہ اگر چودھویں رات کے کامل چاند کے برابر نوے ہزار چاند ہوں تو روشنی آفتاب تک نہیں پہنچیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!(جامع الاحادیث ج۵ص۳۶۸)

---

[۱] .....سابقہ اوراق میں حدیث جابر میں بیان ہو چکا ہے کہ چاند اور سورج حضور علیہ السلام کے نور سے پیدا ہوئے' وہابی ان چاند اور سورج کو تو نور مانتے ہیں مگر جس نورِ عظیم اور نورٌ من نور اللہ سے یہ چاند اور سورج بنے ہیں' اس ذاتِ ستودہ صفات کو نور نہیں مانتے' یہ عجیب منطق ہے؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقت بیانی ملاحظہ ہو' آپ فرماتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے اور استعارہ نور کا

وضع واضع میں تری صورت ہے معنی نور کا
یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

وجودِ نورِ مصطفیٰ آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال پہلے

(۳) نبی کریم رؤف الرحیم درتیم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

كنت نورًا بين يدى ربى قبل خلق آدم باربعة عشر الف عامٍ ۔

میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور ایک نور تھا۔

(۱) مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۰ (۲) زرقانی شریف ج ۱ ص ۴۹ (۳) جواہر البحار ص ۷۷۶ (۴) انوار محمدیہ ص ۹ (۵) حجۃ اللہ علی العٰلمین ص ۲۱۶ (۶) تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۳۷۰

فرشتہ تھا نہ آدم تھے نہ ظاہر تھا خدا پہلے
بنے ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ پہلے

تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے حضور علیہ السلام نبی تھے

(۴) حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم متى وجبت لك النبوة؟ قال وآدم بين الروح والجسد ۔ (عن شقیق ابی الجد عارضی اللہ عنہ: عن میسرۃ الفجر رضی اللہ عنہ)

(۱) جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۰۱ (۲) کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۵۰ (۳) المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۶۶۔۶۰۹ (۴) المصنف لابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۲۹۲ (۵) الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۱ ص ۹۰ (۶) اتحاف السادہ للزبیدی ج ۱ ص ۴۵۳ (۷) التاریخ الکبیر للبخاری ج ۱ ص ۳۷۴ (۸) المسند العقیلی ج ۴ ص ۳۰۰

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: حضور کے لیے نبوت کس وقت ثابت ہوئی؟ فرمایا: جبکہ آدم روح اور جسد کے درمیان تھے۔

نوٹ: ترمذی شریف صحاح ستہ میں ایک ممتاز مقام رکھنے والی کتاب ہے، مگر وہابی کے مطلب کی نہیں ہے ایک اور حدیث پاک میں سرکار دوعالم نے ارشاد فرمایا کہ جسے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

(۵) انی مکتوب عند الله فی ام الکتاب لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینته ۔

(۱) مسند امام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۲۸ (۲) کنز العمال: ۳۱۹۶۰ ۔ ج ۱۱

بے شک بالیقین میں اللہ تعالیٰ کے حضور لوحِ محفوظ میں خاتم النبیین لکھا تھا اور ہنوز آدم اپنی مٹی میں تھے۔

وہابی کہتا ہے کہ صرف لکھے تھے بالفعل نہ تھے تو اس بے عقل سے پوچھے کہ لکھے تو تمام نبی تھے' پھر اس میں امام الانبیاء کی خصوصیت کیا ہوئی' نیز اس کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جو اس سے پہلے ہم نے بیان کر دی کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم روح و جسد کے درمیان تھے' تو اس حدیث میں بھی نبی تھے کہ آدم اپنی مٹی میں تھے' کا مفہوم ظاہر و باہر ہے' اسی مفہوم کا اظہار مندرجہ ذیل حدیث پاک سے بھی ہوتا ہے۔

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے حبیب!

جعلتك اوّل النبیین خلقا وآخرهم بعثا وجعلتك فاتحا وخاتما ۔ (تفسیر ابن کثیر[1] ج ۳ ص ۲۰)

میں نے تمام نبیوں سے پہلا نبی آپ کو بنایا' خلقت کے اعتبار سے اور ان تمام کے آخر میں آپ کو مبعوث فرمایا اور میں نے آپ کو ہی افتتاح کرنے والا اور انتہاء کرنے والا بنایا۔

(۷) مدارج النبوت میں شیخ محقق علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے نقل فرمایا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جعلنی فاتحا وخاتما ۔ (مدارج النبوت ج ۱ ص ۱۶۳)

اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت و رسالت کا افتتاح کرنے والا اور اختتام کرنے والا بنایا۔

---

[1] ..... حافظ ابن کثیر بھی وہابیوں کے ممدوح ہیں اور امام بھی حالانکہ وہابی غیر مقلد ہیں۔

(٨) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کنت اوّل النبیین فی الخلق و آخرهم فی البعث .

(١) کنز العمال: ٣٢١٢٦ (٢) دلائل النبوۃ لابی نعیم ج١ص٦ (٣) تفسیر درمنثور للسیوطی ج٥ص١٨٤ (٤) الکامل لابن عدی بحوالہ جامع الاحادیث ج٥ص٣٦٧ (٥) الاسرار المرفوعۃ للقاری ص٢٧٢ (٦) البدایہ والنہایہ لابن کثیر دمشقی ج٢ص٣٠٧

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوا اور سب نبیوں کے بعد بھیجا گیا۔

(٩) عن قتادة رضی الله عنه مرسلا قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کنت اوّل الناس فی الخلق و آخرهم فی البعث . (١) الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج١ص٩٦ (٢) کنز العمال: ٣١٩١٦ (٣) الکامل لابن عدی بحوالہ جامع الاحادیث ج٥ص٣٦٧

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں سب لوگوں سے پہلے پیدا ہوا اور سب کے بعد بھیجا گیا۔

(١٠) عن ابی قلابة رضی الله عنه مرسلا قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما بعثت فاتحا و خاتما . (جمع الجوامع للسیوطی: ٧٧٠٩)

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھیجا گیا دریائے رحمت کھولتا ہوا اور نبوت و رسالت ختم کرتا ہوا۔

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

فتح بابِ نبوت پہ روشن درود
ختم دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

اور ؎

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی
سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ

اے جبریل! میں وہی ستارہ ہوں

(۱۱) ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل امین علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ اے جبریل! ''کم عمرك'' آپ کی عمر کتنی ہے؟

عرض کیا: یہ تو مجھے خبر نہیں' اتنا جانتا ہوں کہ ایک نوری تارہ ستّر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا اور غائب ہو جاتا تھا' وہ میں نے بہتر ہزار مرتبہ طلوع ہوتے دیکھا ہے زمین وآسمان سے پہلے۔ فرمایا: ''واللّٰہ أنا ذلك الکوکب '' اللہ کی قسم! وہ تارا ہم ہی تھے۔ (روح البیان ج ۱۱)

بعض علماء نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ شریف سرکا کر سر مبارک دکھایا تو وہ تارا سر مبارک پر موجود تھا۔

(تفسیر نعیمی منفصل ج ۱۱ ص ۲۰۷' سیرت حلبیہ' جواہر البحار' تاریخ کبیر بخاری)

(۱۲) جبریل سے بھی پہلے

صاحب معارج النبوت فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبریل امین علیہ السلام نے کہا: یارسول اللہ! جس دن اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعت وجود عطاء فرمایا تو مجھے اٹھارہ ہزار سال عرشِ مجید کے نیچے ساکن ہونے کا حکم دیا' پھر مجھے پوچھا: ''من خلقك'' (جبریل تجھے

کس نے پیدا کیا ہے) میں نے عرض کیا: اے پروردگار! "من انت الواحد القھار العزیز الجبار فی الیل والنھار وانا عبد الذلیل الخاضع المنقار" بعدازاں پھر مجھے اٹھارہ ہزار سال کامل کوئی خطاب نہ کیا گیا' پھر دریافت فرمایا: "من خلقك ومن انا" (جبرئیل تجھے کس نے پیدا کیا اور میں کون ہوں؟) میں نے کہا: اے پروردگار! "انت خالقی ورازقی ومحیی وممیتی ووارثی وانا عبد الضعیف المسکین المستکین" پھر اٹھارہ ہزار سال مجھے خطاب سے نہ نوازا گیا پھر مجھے خطاب ہوا اور مجھے پوچھا گیا: میں کون ہوں اور تم کون ہو؟ میں نے عرض کی: "انت اللہ الخالق الباری وانا العبد العاند الخاضع الخاشع" پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جبریل! تم نے صحیح کہا' میں نے جرأت کرتے ہوئے عرض کی: اے اللہ! مجھے پیدا کرنے سے پہلے تو نے کوئی اور مخلوق بھی پیدا فرمائی ہے؟ حکم ہوا: سامنے دیکھو! میں نے اس نور کے دائیں بائیں جنوب شمال نور کے اردگرد چار ہالے دیکھے' میں نے دریافت کیا: یا اللہ! یہ نور کون ہے؟ اس کی ضیاؤں سے میری آنکھیں چندھیائی جارہی ہیں' فرمایا: یہ نور اس شخص کا ہے جس کی خاطر میں نے تجھے پیدا کیا ہے' تمام فرشتوں اور دوسری مخلوقات کو صرف اسی کی برکت سے پیدا کروں گا اور اس کے وجودِ گرامی کو ان سب پر مشرف ومکرم بنا دیا ہے' عرش' کرسی' لوح وقلم' بہشت' دوزخ اسی ہستی کے طفیل وجود میں آئیں گے۔

حبیبی وصفی ونبی وسیرتی وخلقی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔

میں نے دریافت کیا: یا اللہ! یہ چار نور کے ہالے کون ہیں؟ فرمایا: آپ کے دائیں طرف آپ کے وزیر ابابکر صدیق اکبر ہیں' بائیں طرف آپ کے مشیر عمر ابن الخطاب ہیں' آپ کے آگے آپ کے حبیب عثمان ابن عفان اور آپ کے پیچھے آپ کے چچازاد بھائی حضرت علی المرتضیٰ ہیں' رضی اللہ عنہم۔

ثمار الفرادیس میں پیچھے کی جگہ حضرت عثمان بن عفان کی بیان کی گئی ہے اور سامنے حضرت علی المرتضیٰ تشریف فرما ہیں' میں نے دریافت کیا: اے اللہ! یہ پانچ افراد کتنے برگزیدہ ہیں' فرمایا: یہ میرے دوست ہوں گے جوان کو دوست رکھے گا میں اس کو دوست رکھوں گا' جوان سے دشمنی رکھے گا میں ان سے دشمنی کروں گا' ان کے دوستوں کا دوست اوران کے دشمنوں کا دشمن' ان کے دوستوں کو بہشت میں اپنی رضا دوں گا اور ان کے دشمنوں کو دوزخ کی آگ میں اپنے قہر میں مبتلا کروں گا۔ واللہ المنقذ من الضلال

(معارج النبوت جلد دوم ص ۲۵۔۲۶' مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ' لاہور)

نور نبی دا اوس ویلے دا جدوں زمیں اسمان وی نہیں سی
نہ سورج نہ چن نہ تارے اجے آن زمان وی نہیں سی
لوح قلم نہ عرش نہ کرسی اجے کون مکان وی نہیں سی
اعظم آدم حوا والا اجے نام نشان وی نہیں سی

ایک اور پنجابی شاعر فرماتے ہیں کہ

بس احد سی یا فر احمد سی ایہ کل پسارا کل بنیاں
یاراں دیاں گلاں یار جانن آدم تے پیارا کل بنیاں

اس قدر دلائل سے حضور نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ اوّل ہونا ثابت ہوا اور باقی مخلوقات کا آپ کے نور سے اور آپ کے نور من نور اللہ ہونے کا ثبوت ملا' آئندہ اوراق میں انشاء اللہ العزیز ''بنے دو جہاں تمہارے لیے'' یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا باعث ایجاد عالم اور سبب کائنات ہونا ثابت کیا جائے گا۔

وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم ۔

ہمارا کام سمجھانا ہے یارو
تم آگے چاہے مانو یا نہ مانو

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باعث ایجاد کائنات ہیں

بنے دو جہاں تمہارے لیے

(۱) امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ "الدرر العظیم فی مولد الکریم" کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ارشاد فرمایا: اے آدم! ہم نے تمہاری کنیت ابو محمد رکھی ہے۔

عرض کیا: یا اللہ! اس کی حکمت کیا ہے؟ فرمایا: اے آدم! اپنے سر کو اُٹھایئے! جب انہوں نے سر کو اٹھایا تو پردۂ عرش میں نورِ محمدی کو دیکھ کر عرض کیا: اے پروردگارِ عالم! یہ نور کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یہ تیری ذریت اور اولاد میں سے ایک عظیم نبی کا نور ہے جس کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔

لولاہ لما خلقتك ولا خلقت سمآء ولا ارضًا ۔

اگر ان کو پیدا نہ کرتا تو میں تمہیں (بھی) پیدا نہ کرتا اور نہ کسی آسمان کو پیدا کرتا نہ زمین کو۔

اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے امام حاکم نے روایت کیا کہ حضرت آدم نے عرش پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لکھا ہوا دیکھا تو پوچھا: یہ کون سی ہستی ہے؟

فرمایا: اے آدم! اگر یہ نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔

(المواہب مع الزرقانی ج ا ص ۴۴)

(۲) ملا علی القاری دیلمی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرے پاس جبریل امین علیہ السلام آئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام دیا کہ

یا محمد! لولاک ما خلقت الجنة ولولاک ما خلقت النار وفی روایة ابن عساکر لولاک ما خلقت الدنیا۔

(۱) موضوعات کبیر ص ۵۹ (۲) مسند الفردوس الدیلمی (۳) کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۳۱ (۴) انوار جمال مصطفیٰ ص ۸۵۔ ۱۶۹۔ ۱۹۴

اے حبیب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

گر ارض و سماء کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

(۳) امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ[۱] نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ

اے عیسیٰ! خود بھی (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنی اُمت کو حکم دو کہ ان میں سے جتنے لوگ ان کے ظہور کا زمانہ پائیں اُن پر ایمان لائیں۔

فلو لا محمد ما خلقت آدم ولا الجنة ولا النار۔

(الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۷)

اگر (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور

---

[۱] ...... امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ وہ امام ہیں جنہوں نے متعدد مرتبہ بیداری میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حالت بیداری میں بالمشافہ پچھتر مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔

(المیزان الکبریٰ ص ۴۴ مطبوعہ مصر)

نہ ہی جنت و دوزخ کو۔

امام حاکم نے اسے روایت کر کے صحیح قرار دیا۔ (المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۷۲)

(۴) بلکہ احادیث قدسیہ میں یہ بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لولاك لما اظهرت الربوبية ۔(جواہر البحار)

اے حبیب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا۔

(۱) مکتوبات مجدد الف ثانی دفتر سوم مکتوب ۱۲۲ (۲) عطر الوردہ ص ۱۷ از مولوی ذوالفقار علی دیوبندی

(۵) حدیث قدسی میں ارشادِ ربانی ہے کہ اے میرے جبیب پاک (صلی اللہ علیہ وسلم)!

لولاك لما خلقت الافلاك ۔

اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔

(۶) ایک اور مقام پر فرمایا:

لولاك يا محمد لما خلقت الكائنات .

اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

(۱) تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۵۰۰ (۲) جواہر البحار ج ۲ ص ۲۹۹

(۷) ایک اور روایت میں یوں بھی ہے کہ

كنت كنزًا مخفيًا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق فخلقت محمدًا ۔(۱) جواہر البحار ج ا ص ۲۲۶ (۲) موضوعات کبیر ص ۲۹۹

میں ایک مخفی اور سربستہ خزانہ تھا' مجھے اس امر سے محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق (یعنی محمد) کو پیدا کیا۔

یہ حدیث پاک معنیً صحیح ہے۔

عاشق مدینہ الحاج مولانا محمد یوسف علی نگینہ رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ فرمادیا۔

ایہہ دھرتی نہ ہندی نہ اسمان ہندا نہ پیدا نہ عرشاں دا مہمان ہندا

ایہ شمس و قمر کہکشاں نہ ستارے نہ جنت نہ جنت دا سامان ہندا
ایہ جلوے ایہ منظر ایہ رنگیں نظارے محمد دے ہونے تیں ہوئے نیں سارے
جے پیدا نہ ہندے محمد پیارے نہ ظاہر کدی آپ رحمان ہندا

(۸) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام سے فرمایا:

انت نور نوری وسر سری وکنوز هدایتی وخزآئن معرفتی فجعلت فدا لك ملکی من العرش الی ما تحت الثری (الٰی ما تحت الارضین) کلهم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد۔ (تجلی الیقین ص ۱۵۱)

آپ میرے نور کا نور ہیں' میرے راز کا راز میری ہدایت کا مرکز میری معرفت کا خزانہ ہیں' میں نے عرش سے تحت الثریٰ یعنی فرش تک آپ پر قربان کر دیا' تمام (لوگ) میری رضا چاہتے ہیں اور میں اے محمد! آپ کی رضا چاہتا ہوں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

(۹) اللہ تعالیٰ نے جب اپنے محبوب علیہ السلام کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو

فقبض قبضة من نوره ثم قال کونی حبیبی...... انت عشقی وانا عشقك۔

(۱) نزہۃ المجالس جلد دوم ص ۱۸۷ (۲) انفاس رحیمیہ ج ۳ ص ۲۵ (۳) مولد العروس ص ۱۲

پس اپنے نور سے ایک مٹھی نور کی بھری اور اسے فرمایا: تو میرا حبیب ہو جا! ......تو میرا عشق ہے اور میں تیرا عشق ہوں۔

جب اپنے حسن کی محفل سجانے کا خیال آیا
حریم ناز سے پردہ اٹھانے کا خیال آیا

خدا کو نور جب اپنا دکھانے کا خیال آیا
محمد کملی والے کو بنانے کا خیال آیا

(۱۰) پھر نورِ محمدی کو فرمایا:

یا محمد انا وانت وما سواك خلقت لاجلك .

(انوار جمال مصطفیٰ ص ۱۲۵)

اے محمد! اس وقت میں ہوں اور آپ ہیں اور آپ کے سوا جو کچھ ہے میں نے آپ کے لیے پیدا کیا ہے۔

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایت اولیٰ تمہی تو ہو

سرکار علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی سے یہ اعزاز پا کر یوں سپاسنامہ عرض کیا:

اللّٰھم انت وما انا وما سواك ترکت لاجلك .

اے مولا! تو ہی ہے میں نہیں ہوں' میں نے تیرے سوا جو کچھ بھی ہے سب کچھ تیرے لیے چھوڑ دیا۔ (۱) مکتوبات شریف جلد دوم ص ۹۶۰ (۲) شرح قصیدہ بردہ خرپوتی ص ۷۱ (۳) تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۲۲ (۴) تفسیر احمدی ص ۲۲۹

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

جنابِ محمد برائے الٰہی
جنابِ الٰہی برائے محمد ﷺ

(۱۱) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اللّٰه تعالیٰ یقول:

خلقت الخلق لاعرفهم کرامتك ومنزلتك عندی لولاك ما خلقت الدنیا . (تاریخ دمشق لابن عساکر بحوالہ جامع الاحادیث ج ۵ ص ۳۴۰)

بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے تمام مخلوق اس لیے بنائی کہ آپ کی عزت اور آپ کا مرتبہ جو میری بارگاہ میں ہے ان پر ظاہر کروں' اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ بناتا۔

زمین و زماں تمہارے لیے مکین و مکاں تمہارے لیے
چنین و چناں تمہارے لیے بنے دو جہاں تمہارے لیے

(۱۲) امیر المومنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! صدقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا میری مغفرت فرما! رب العالمین نے فرمایا: تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا؟ عرض کیا: جب تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی تو میں نے اپنا سر اُٹھایا تو دیکھا کہ عرش کے پایوں پر لکھا ہوا تھا: ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) تو میں نے جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے پیارا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

صدقت یا آدم انه لاحب الخلق الی ادعنی بحقه فقد غفرت لك ولو لا محمد ما خلقتك ۔

(۱) المستدرک للحاکم ج۲ص۶۷۲ (۲) دلائل النبوۃ للبیہقی ج۵ص۴۸۹ (۳) کنز العمال: ۳۲۱۳۸ ج۱۱ص۴۵۵ (۴) البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج۱ص۸۱ (۵) تاریخ دمشق لابن عساکر ج۲ص۱۴۷ (۶) الاحافات السنیۃ ص۲۵۶ (۷) جامع الاحادیث ج۵ص۳۶۰ (۸) التوسل للالبانی ص۱۰۶

اے آدم! تو نے سچ کہا' بے شک وہ مجھے تمام مخلوقات سے زیادہ محبوب ہے' اب کہ تو نے اس کے حق کا وسیلہ کر کے مجھ سے مانگا تو میں تیری مغفرت کرتا ہوں اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے (بھی) نہ پیدا کرتا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

(۱۴) سیّدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: حضور کا رب فرماتا ہے:

بے شک میں نے تم پر انبیاء کو ختم کیا اور کوئی ایسا نہ بنایا جو تم سے زیادہ میرے نزدیک عزیز ہو' تمہارا نام میں نے اپنے نام سے ملایا کہ کہیں میرا ذکر نہ ہو جب تک تم میرے ساتھ یاد نہ کیے جاؤ' بے شک میں نے دنیا و اہل دنیا سب کو اس لیے بنایا کہ تمہاری عزت اور اپنی بارگاہ میں تمہارا مرتبہ ان پر ظاہر کروں۔

ولولاك ما خلقت السموت والارض وما بينهما لولاك ما خلقت الدنيا ۔

اور اگر تم نہ ہوتے تو میں زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اصلا نہ بناتا اور اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر بحوالہ جامع الاحادیث ج۵ ص۴۵۳)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ترجمہ فرمایا کہ ؎

ہے انہی کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہ ہو

اور ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

آدم علیہ السلام کی تخلیق سے ساڑھے تین لاکھ سال قبل تخلیق نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحب معارج النبوت فرماتے ہیں کہ

اگر چہ حضرت آدم علیہ السلام کو ید قدرت نے خود بنایا تھا اور چالیس ہزار سال اپنی نگاہِ خاص میں رکھا (خمرت طینة آدم بیدی اربعین صباحا) میں نے آدم کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور چالیس ہزار سال اپنی نگاہ میں رکھا لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے تین لاکھ پچاس ہزار سال پہلے اپنے نورِ احدیت سے پیدا فرمایا (انا من اللّٰہ والمؤمنون منی)۔ (معارج النبوت جلد اوّل ص ۲۴۹۔۲۵۰ مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

اے آدم! اگر مصطفیٰ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا

مزید فرماتے ہیں کہ

شرح تعرف میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ سیدنا آدم (علیہ السلام) نے پایہ عرش پر کلمہ لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ دیکھا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ ذہن و قلب میں مرتسم ہو گیا، بہشت میں داخل ہوئے تو مشرق و مغرب، در و دیوار، اشجار و ازہار غرضیکہ ہر طرف اسم محمد کی جلوہ فرمائیاں ہیں۔

ایک دن حضرت شیث علیہ السلام سے اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ میں نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو نام محمد سے آراستہ نہ ہو حتیٰ کہ عرش و کرسی، لوح و قلم، مدارج جنان، منازل رضوان کو اسم محمد سے مزین پاتا ہوں۔

حضرت شیث علیہ السلام نے اپنے والد مکرم سے پوچھا: آیا آپ بلند مرتبت ہیں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم؟ حضرت آدم علیہ السلام خاموش رہے مگر تیسری بار دریافت کرنے پر فرمایا: بیٹا! محمد رسول اللہ کی تعریف میں میری ایک ہی بات یاد رکھ لو جو مجھے اللہ تعالیٰ نے

فرمائی ہے:

لولاك لما خلقت الافلاك ولا الدنيا ولا الآخرة ولا السموت ولا الارض ولا العرش ولا الكرسی ولا اللوح ولا القلم ولا الجنة ولا النار ولو لا محمد ما خلقتك يادم .

(معارج النبوت جلد ثانی ص ۲۷ مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک، دنیا و آخرت، زمین و آسمان، عرش و کرسی، لوح و قلم اور جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو اے آدم! میں تجھے (بھی) پیدا نہ کرتا۔

اے آدم! یہ اجرامِ فلکیہ و اجسامِ سفلیہ تو تمہاری خاطر بنائے گئے ہیں مگر تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو (اگر محمد نہ ہوتے تو اے آدم! میں تمہیں پیدا نہ کرتا)۔

ہم آئے یہاں تمہارے لیے اٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے
دہن میں زباں تمہارے لیے بدن میں ہے جاں تمہارے لیے

نورِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء جبین حضرت آدم علیہ السلام میں

صاحب معارج النبوت علامہ معین واعظ کاشفی تحریر فرماتے ہیں کہ

سیر گازرونی میں کعب الاحبار کے حوالے سے یہ روایت لکھی گئی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے وجودِ منور کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصباح نور سے ضیا بخشی گئی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت حضرت آدم علیہ السلام کی جبین پرنور سے درخشاں ہونے لگا، حضرت آدم علیہ السلام اس نور کی بصیرت سے چیونٹی کے قدموں کی آواز سن سکتے تھے آپ نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی: یا اللہ! یہ زمزمہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تسبیح کا زمزمہ ہے، جو تمہارے خمیر میں ملایا گیا تھا، وہ تمہارا فرزند ہوگا اور تم اس کے باپ۔

اے خوشا حال آنچناں فرزند
کہ پدر را باوست استظہار[1]

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ نورِ محمدی کو اپنے مقام سے اُٹھا کر مغفرت وغفران کے دریا کی طرف رواں کیا گیا' پھر یہ نور پوری تابانیوں کے ساتھ پانچ سو سال کی مسافت طے کر کے حضرت آدم کے پاس پہنچا۔

خواب سے بیدار ہوئے تو اس نور کی شعاعوں کو دیکھنے سے آنکھیں چندھیا گئیں اور آنکھوں کا نور بے نور ہونے لگا' پوچھا: یا اللہ! یہ کیسا نور ہے جو ہر روشنی کو خیرہ کرتا جاتا ہے؟ حکم ہوا: یہ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں اس کے رُتبہ کو اعلیٰ علیین سے بلند تر کردوں گا' اس کی اُمت سے اپنے بہشت کو بھر دوں گا' اس کا کلام ساری دنیا سے فصیح ہوگا' اس پر قرآن نازل کروں گا جو کبھی متروک نہ ہوگا۔

اس کے بعد ہر پیغمبر کے لیے کرسی بچھا دی گئی' ان کرسیوں میں سب سے اونچی کرسی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لائی گئی' حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی سے نور کی ضیاء نکلتی اور ہر نبی کی اپنے لیے کرسی پر براجمان ہوتی جاتی۔

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرسی پر نور کی بارشیں ہونے لگیں تو حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ ستر ہزار شعاعیں اس کرسی پر نور سے اُبھر رہی ہیں' ملائکہ ملکوت ان انوار کی برکات سے نوازے جا رہے ہیں' آپ کا اسم گرامی عرش اعظم کے پردوں پر منقش ہے' ہر طرف سے مشک وعنبر کی خوش کن خوشبو کے جھونکے آ رہے ہیں' آسمان وزمین کی حرکتیں مسرت وشادمانی کا گہوارہ بن گئی ہیں' ہر مخلوق سے یہ آواز آ رہی ہے کہ یہ نور سرورِ پیغمبراں ہے' صلی اللہ علیہ وسلم' آدم! تمہیں صد ہا مبارک ہو کہ یہ نورِ مجسم

---

[1] ...اے کہ بہت خوشک حال ہے اس فرزند کا جس کی وجہ سے اس کے باپ کی شان ظاہر ہو رہی ہے۔ استظہار باب استفعال ہے جس کا مطلب ہے: ظہور طلب کرنا یعنی کہ حضور آدم علیہ السلام کے ایسے بلند مرتبہ فرزند ہیں کہ آپ کی وجہ سے شانِ آدم کا ظہور طلب ہو رہا ہے اور وہ ظہور پذیر ہو رہی ہے۔

تمہارے بیٹے ہوں گے۔

دربارِ خداوندی سے صدا آئی:

یہ بندہ میرا پسندیدہ اور حبیب ہے' یہ دین حقیقت پر مبعوث ہوگا' شفاعت کبریٰ کے اختیارات کا مالک ہوگا اور میرے خاص بندوں میں سے ہوگا' وہ دنیا والوں کے لیے نور ہوگا' جو اس نور کی اتباع کرے گا بہشت میں جگہ پائے گا' آسمانوں پر اسے احمد کے نام سے پکارا جاتا ہے' زمین پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یاد کیا جائے گا' سمندروں میں ماحی کے نام سے مشہور ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا: یا اللہ! سمندروں میں آپ کا نام ماحی کیوں ہے؟ فرمایا: آپ کے وجود سے کفر و شرک کی سیاہیاں محو ہو جائیں گی' آپ کا زمانہ قیامت کے قریب تر ہوگا اور وہ ذکر میں اوّل پیغمبراں ہوگا اور بعثت میں آخرین انبیاء ہو گا۔

کوئی پیغمبر آپ سے بلند رتبہ نہ ہوگا اور کوئی اُمت اُمتِ محمدیہ سے اعلیٰ نہ ہوگی' میرے حبیب کی اُمت ہمیشہ پاک ہوگی' اس کا نور آسمان و زمین کے درمیان ستاروں کے نور کی طرح درخشاں ہوگا۔ (معارج النبوت جلد دوم ص ۲۸۔۲۹ مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ' لاہور)

اسی طرح دوسری بار حضرت آدم علیہ السلام پر نورِ محمدی کو جلوہ گر کیا گیا' وہ ایسا دکھائی دیا کہ اسے نورانی خلعت اور شرف و مجد کے لباس بے مزین فرما دیا گیا ہے' وہ پیغام رسالت پہنچانے لگے اور اپنے ساتھیوں کو علم و حلم' رحمت و شفقت کا خوگر بناتے گئے' حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کی اُمت کے مہاجر و انصار' ابرار و اخیار پر اللہ کے انعامات کی بارشیں ہوتی دیکھیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دائیں ہاتھ' حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بائیں ہاتھ اور باقی انبیاء کو خدمت میں کھڑے پایا اور حضور علیہ السلام کی تعظیم میں دست بستہ دیکھا تو انتہاءِ مسرت سے اتنے مسکرائے کہ مشرق و مغرب' آپ کی مسکراہٹ کی نورانیت سے روشن ہوگیا' نہایت خوشی سے عرض کی: یا اللہ! میرے لیے بس

اتنا ہی کافی ہے کہ آپ میری اولاد سے ہیں' حضرت آدم نے یہ کہتے ہوئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح ونصرت کے لیے دعا کی اور آپ کے وجودِ پاک پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے اظہارِ افتخار کیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

(معارج النبوت جلد دوم ص ۲۹' مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ' لاہور)

تخلیق نورِ مصطفیٰ تمام موجودات سے نو لاکھ سال پہلے ہوئی

علامہ کاشفی صاحب معارج النبوت تحریر فرماتے ہیں کہ الشرف المصطفیٰ میں ابوموسیٰ مدنی نے تحریر کیا ہے کہ

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات سے نو لاکھ سال پہلے تخلیق کیا گیا تھا اور اس کے سلسلہ میں فراشانِ قدرت نے قربِ الٰہی میں مناسب مقام متعین کیا تھا اور وہ نور حسبِ مشیتِ ایزدی اس بساطِ عالم کے گرد مصروف طواف رہا اور ایک مدت تک یہ سلسلہ جاری وساری رہا' اس کے بعد بارگاہِ رب الارباب سے سجدہ کا حکم ملا اور تین لاکھ سال اس جہان کے جس کا ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے لیکن اس جہان کا ایک دن یہاں کے ایک ہزار سال کے برابر ہے' اس سجدہ میں مصروف رہے اور دورانِ سجدہ ان الفاظ سے خالق ومالک کو یاد کرتے رہے۔

سبحان العلیم الذی لا یجهل سبحان الحلیم الذی لا یعجل سبحان الجواد الذی لا ینجل ۔

جب خالق کائنات جل ذکرہ کی حکمت اس بات کی مقتضی ہوئی کہ اس بابرکت ذات کا ظہور اس خاکدانِ عالم سے کیا جائے تو اس نے اس نور سے ایک جوہر کو پیدا فرمایا اور اس کو اپنی نظرِ قدرت سے نوازا' حق سبحانہ وتعالیٰ کی نظرِ ہیبت سے وہ جوہر پانی پانی ہو گیا اور ایک ہزار سال تک آنکھ کی پتلی کی طرح متحرک رہا' اس کے بعد اس جوہر کو دس حصوں میں تقسیم کیا اور اس کی پہلی تقسیم سے عرش کو پیدا کیا' اس کی مسافت کا اندازہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ اس کے چار لاکھ پائے بنائے اور ہر ایک پائے سے دوسرے تک

فاصلہ چار لاکھ سال کی مدت رکھی' دوسرے حصہ سے قلم کو پیدا کیا جس کا طول پانچ سو سال کی راہ اور عرض چالیس سال کی راہ تھا۔

ایک روایت کے مطابق صد (۱۰۰) انبوب تھے اور ہر انبوب تقریباً پچاس سال کی مسافت کے برابر تھا' اس کے بعد قلم کو حکم ہوا "اکتب" لکھ! قلم نے دریافت کیا: اے پروردگار! کیا لکھوں؟ خطاب ہوا: "علمی فی خلقی وما ھو کائن الیٰ یوم القیامۃ" مخلوق کے بارے میں میرا علم قیامِ قیامت تک ہونے والی باتوں کے بارے میں سب کچھ لکھ دے' قلم نے پھر سوال کیا کہ ابتداء کہاں سے کروں؟ ربِ کریم نے فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ابتداء کر' قلم نے جب بسم اللہ لکھا' نامِ الٰہی کی ہیبت سے اس کا قط (قلم کا وہ باریک حصہ جس سے لکھا جاتا ہے) شق ہو گیا اور کئی سال اسی محویت کے عالم میں تختی پر ٹھہرا رہا۔

اس کے بعد "الرحمٰن" کی کتابت سے مزید شق ہوا اور "رحیم" کی کتابت سے مزید انشقاق پیدا ہوا' اس کتابت اور وقفہ میں مزید نو سو سال کی مدت گزری اور یہ مدت جس کا حساب لگایا جا رہا ہے' اس عالمِ دنیا سے متعلق نہیں بلکہ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ یہ مدت عالم آخرت کے حساب سے ہے' جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

ا:...... علامہ کاشفی کی یہ تحریر جامع الترمذی کی اس حدیث کی نفیس تشریح ہے جسے گستاخانِ رسالت بطور انکارِ اوّلیت نورِ مصطفیٰ پیش کیا کرتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا: "اوّل ما خلق اللہ القلم" سب سے اوّل اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا۔ (جامع الترمذی) لہٰذا پہلے تو قلم کو پیدا کیا گیا ہے اور تم کہتے ہو کہ پہلے نورِ مصطفیٰ کو تخلیق کیا گیا ہے؟ اس کا جواب اسی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرما کے حکم فرمایا: اے قلم! لکھ۔ عرض کیا کہ کیا لکھوں؟ تو فرمایا: جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے وہ سب کچھ لکھ' تو ہم عرض کرتے ہیں: وہ "ما کان" یعنی جو کچھ ہو چکا تھا وہ کیا تھا؟ ظاہر ہے کہ وہ ہی نورِ مصطفوی تھا جس کی تخلیق اس سے قبل ہو چکی تھی۔ دوسرا عقیدہ اس حدیث پاک سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قلم کو علمِ ما کان وما کائن الیٰ یوم القیامت سب کا سب عطاء فرمایا تھا' جبھی تو فرمایا کہ جو کچھ ہوا وہ بھی اور جو تا قیامِ قیامت ہو گا وہ بھی لکھ' تو ان بے عقل وہابیوں سے کوئی پوچھے اگر نورِ مصطفوی سے تخلیق شدہ قلم کو باری تعالیٰ علم ما کان وما یکون عطاء فرما سکتا ہے تو اس محبوب کو کیوں نہیں عطاء کر سکتا جس کے نور سے قلم بھی بنا۔ یہی بحث علامہ کاشفی تحریر فرما رہے ہیں۔

ایک اور روایت کے مطابق تحریر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے درمیان (تیسری کی روایت کے مطابق) ہزار سال ہزارہا سال اور بعد میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی کتابت مکمل ہوئی' اس لیے خالق عالم جل وعلا نے قسم سے یاد فرمایا۔

بسم اللہ کا ثواب

اپنے عزت وجلال کی قسم! اگر اُمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرد ایک مرتبہ بسم اللہ تلاوت کرے تو اس کے نامۂ اعمال میں سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔

اس کے بعد قلم کو حکم ہوا: لکھو

انی انا اللّٰہ لا الٰہ الا انا محمد رسول اللّٰہ من استسلم بقضائی وصبر علی بلائی وشکر علی نعمائی ورضی بحکمی کتبتہ صدیقًا وبعثہ یوم القیامة مع الصدیقین ومن لم یستسلم ولم یصبر علی بلائی ولم یشکر علی نعمائی ولم یرضی بحکمی فلیختر الٰھا سوائی ۔

بے شک میں' میں ہی اللہ ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے' حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں جس نے میری قضاء کو تسلیم کیا اور میری بلا پر صبر کیا اور میری نعمتوں پر شکر کیا اور میرے حکم پر راضی ہوا' میں اس کو (اپنا صدیق) دوست لکھوں گا اور قیامت کے دن اس کو صدیقین کے ساتھ اُٹھاؤں گا اور جس نے تسلیم نہ کیا (میری قضاء کو) اور صبر نہ کیا میری آزمائش میں اور شکر نہ کیا میری نعمتوں کا اور میرے حکم پر راضی نہ ہوا' اسے چاہیے کہ میرے سوا (کوئی اور) معبود اختیار کر لے۔

اس کے بعد یہ حکم ملا کہ بارش کے قطروں' زمین کے سنگریزوں' پیڑوں کے پتوں اور بندوں کے رزق کے دانوں اور شب وروز کی تعداد لکھو' اسی طرح قیامت تک پیش

آنے والے واقعات کی تعداد بھی لکھ ڈالو۔

قلم کو عظمت مصطفیٰ علیہ السلام کا صلہ

کتاب اظہار میں لکھا ہے کہ جب قلم نے نام نامی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم لکھا تو بارگاہِ احدیّت میں سربسجود ہوگیا اور ایک ہزار سال سجدہ میں پڑا رہا' اس کے بعد سر اٹھایا اور بارگاہِ رسالت میں سلام کیا تو خالق عالم نے حضور علیہ السلام کی طرف سے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ۔

وعلیك السلام وعلیك منی الرحمة اوجبت لك رحمتی ولمن صدق به وامن به ۔

اور تم پر سلام اور تجھ پر میری طرف سے رحمت واجب ہو چکی' تیرے لیے میری رحمت اور جس نے اس کی (حضور کی) تصدیق کی اور جو ایمان لایا اس کے لیے بھی۔

اے قلم! تجھ پر سلامتی ہو اور تجھ پر میری جانب سے رحمت ہو' تو نے اپنے لیے جنت واجب کر لی۔ علاوہ ازیں جو حضور علیہ السلام کی تصدیق کرے اور ان پر ایمان لائے اس کے لیے رحمت الٰہی مقرر ہوگئی' اس دن سے سلام کرنا سنت اور جواب سلام فرض قرار دے دیا گیا۔

شرف المصطفیٰ کی تیسری روایت کی جانب رجوع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نور کے تیسرے حصہ سے لوح (تختی) کو پیدا کیا گیا' تفسیر تیسیر کے مطابق کہ لوح کو ایک سفید موتی کے دانہ سے تخلیق فرمایا جس کے کنارے یاقوت سرخ کے تھے' اس کا عرض زمین سے آسمان تک کی مسافت کے مطابق مقرر فرمایا (طول کا اندازہ نہیں) اس کو یہ خصوصیت عطاء ہوئی کہ باری تعالیٰ روزانہ اس کو تین سو ساٹھ بار شرفِ رویت عطاء فرماتا تھا' اس پر تحریر تھا:

یحیی میتا ویمیت حیا ویغنی فقیرا ویفقر غنیا ویعز ذلیلا

ویذل عزیزا۔

مردہ کو زندہ فرماتا ہے اور زندہ کو موت سے ہمکنار فرماتا ہے' فقیر کو مالدار اور مالدار کو فقیر کرتا ہے' ذلیل کو عزت عطاء فرماتا ہے اور عزت والے کو ذلت کی سزا عطاء کرتا ہے۔

لوح کا اعلیٰ حصہ (بلند حصہ) عرشِ اعظم سے لگا ہوا ہے اور زیریں (نچلا) حصہ کو ایک فرشتہ تھامے ہوئے ہے' جوہر کے چوتھے حصہ سے چاند اور پانچویں سے سورج کو پیدا فرمایا۔ (معارج النبوت جلد اوّل ص ۳۴۳ تا ۳۴۶' مطبوعہ مکتبہ نبویہ' گنج بخش روڈ لاہور)

چھٹے حصہ سے بہشت کو پیدا فرمایا اور اس کو اولیاء کا مسکن اور اصفیاء کی منزل قرار دیا اور جنت کو ان پانچ چیزوں سے آراستہ کیا: امر بالمعروف' نہی عن المنکر' سخاوت نفس' کبیرہ گناہوں سے اجتناب' قیام اور سجود الٰہی۔

ساتویں حصہ سے دن کو پیدا فرمایا' اسے دنیا والوں کی زندگی کے کاروبار کے لیے وقف کر دیا۔

آٹھویں حصہ سے ملائکہ کی تخلیق فرمائی اور ان میں مختلف گروہ بنائے اور انہیں اپنی عبادت اور مؤمنین و مؤمنات کی طلب مغفرت کے لیے مقرر فرما دیا۔

نویں حصہ سے کرسی کو بنایا' الخ۔

اور دسویں حصہ سے جسم محمدی کے نور کو پیدا فرمایا اور اس ذرہ سے وہ ذرۂ خاکی مراد ہے جس سے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک بنا۔

ایک اور روایت کے مطابق دسویں حصہ سے حضور کے جسم کے نور کو پیدا فرمایا اور اس کو عرشِ اعظم کے دائیں جانب جگہ عطاء فرمائی اور اس کو چار ہزار سال تک اپنی عبادت و ریاضت میں مشغول رکھا' اللہ تعالیٰ حقیقت حال کو زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔

(معارج النبوت جلد اوّل ص ۳۴۷۔۳۴۸)

ایک نفیس روایت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور مبارک کے بارے میں شیخ سعید گازرونی نے لکھا ہے کہ

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور تخلیق ہوا تو عرشِ الٰہی کے نزدیک بحرِ رحمت میں ایک سفید مرغ کی شکل میں چار ہزار سال تک تیرتا رہا اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں ان الفاظ میں مشغول رہا:

سبحان العلیم الذی لا یجهل سبحان القدیم الذی لا یزال سبحان الکریم الذی لا یبخل سبحان الحلیم الذی لا یعجل ۔

جب نور مبارک بشری شکل میں جلوہ گر ہوا تو اس وقت آپ کے جسم مبارک پر چار ہزار ایک سو بیس بال مبارک تھے، ہر موئے مبارک سے ایک ایک قطرہ پانی ٹپکا اور اس سے ایک ایک نبی کا نور پیدا کیا گیا جس سے پیغمبروں کی ارواح پیدا کی گئیں۔ (معارج النبوت جلد اول ص ۳۴۸)

سب نبی نور محمد سے ہوئے ہیں پیدا
اسی دریا سے ہوئیں نہریں یہ جاری ساری

مولوی اشرفعلی تھانوی لکھتے ہیں:

''بیان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا''

روایت ہے کہ جب حق تعالیٰ نے چاہا کہ خدائی اپنی ظاہر کروں تب سارے جہان سے پہلے نور مبارک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا کیا، پس وہ نور مثل ستون کے بلند ہوا اور چمکا اور اللہ پاک کو سجدہ کیا، الحمد للہ الحمد للہ پڑھتا رہا، تب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اس واسطے ہم نے تم کو پیدا کیا کہ شروع خلقت کی تم سے کروں گا اور خاتمہ پیغمبری

کا تم پر ہے اور بعد تمہارے کوئی نبی قیامت تک نہ ہوگا' پھر حق تعالیٰ نے آپ کے نور سے لوح و قلم' عرش و کرسی اور بہشت و دوزخ اور چاند سورج اور جو کچھ اس میں ہے' پیدا کیا' پھر قلم کو حکم دیا کہ عرش پر لکھ:

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔

قلم نے جس وقت یہ کلمہ لکھا اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت سے ہزار برس تک سجدے میں پڑا رہا' پھر جب ہوش میں آیا' سر اُٹھا کر کہا: یا رب' محمد کون ہے؟ کہ جس کا نام تیرے نام کے بعد لکھا ہے' ارشاد ہوا کہ اے قلم! ادب سے بول ادب سے' قسم ہے اپنے جاہ و جلال کی! انہیں پیدا کیا میں نے جہان کو' الا بخاطر اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے' جب قلم نے یہ خطاب باعتاب سنا' ہیبت سے پھٹ گیا' اور بلند آواز سے پکارا:

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔

(بہار خلد مصنف مولوی اشرف علی تھانوی ص ۹' مطبوعہ لکھنؤ)

''قلم تو ذکرِ محبوب سن کر جذبات سے پھٹ گیا' وہابیو! تمہارے جگر کیوں نہیں پھٹتے''۔

سبحان اللہ! کیا اندازِ عشق رسالت تھا اور اس میں اندازِ حسن خطابت! اللہ اکبر۔
فقیر سرور

تھانوی صاحب کے اس اقتباس سے مندرجہ ذیل اُمور ثابت ہوئے:

(۱) سب سے اوّل اللہ تعالیٰ نے نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تخلیق فرمایا'

(۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمام مخلوقات کی ابتداء ہوئی'

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور سے لوح' قلم' عرش' کرسی' جنت' دوزخ' چاند سورج اور جو کچھ ان میں ہے' پیدا کیا گیا'

ا... مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ شہنشاہِ خطابت حضرت علامہ صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ عام طور پر جب ان روایات کو بیان فرماتے کہ قلم حضور علیہ السلام کے فضائل و محامد سن کر پھٹ گیا تو ایک جملہ فرماتے کہ سارا مجمع عشق رسالت سے لبریز ہو کر عش عش کر اٹھتا' وہ فرمایا کرتے:

(۴) سب کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے پیدا کیا گیا'

(۵) قلم نے بآوازِ بلند اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ پڑھا۔

مگر اس تعصب کا برا ہو کہ جس نے انہی کی روحانی اولاد سے یہ سب کچھ کفر و شرک و بدعت قرار دلوایا' گویا کہ مولوی اشرف علی تھانوی ہی اپنے روحانی فرزندوں کے فتووں کی زد میں آ گئے۔

ہم تو بڑے افسوس سے یہی کہیں گے کہ ۔

یوں نہ نکلیں آپ برچھی تان کر　　　اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

اور اگر تاجدارِ بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرما دیا کہ ۔

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

اور حضرت شیخ مصلح الدین سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہہ دیں کہ ۔

تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ہرچہ موجود او فرع تست

اور حضرت جمیل قادری کہہ دیں کہ ۔

میں وہ سنی ہوں جمیل قادری مرنے کے بعد
میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوٰۃ والسلام

تو کون سا گناہ ہو جاتا ہے حضرت تھانوی بھی تو یہی کچھ تحریر فرما رہے ہیں؟

اور یہ کہنا کہ "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ" بریلی کا درود ہے اور مولانا احمد رضا کی ایجاد ہے کس حد تک درست ہے؟ جبکہ تھانوی صاحب کے مطابق یہ درود عرش پر قلم کا درود ہے۔

اے شہنشاہِ مدینہ الصلوٰۃ والسلام
زینت عرش معلیٰ الصلوٰۃ والسلام

تھانوی صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قلم سے یہ ارشاد فرمایا:

"اے قلم! ادب سے بول ادب سے، قسم ہے اپنے جاہ وجلال کی! انہیں پیدا کیا میں نے میں نے جہان کو اِلَّا بخاطر اپنے حبیب کی"۔ تو کوئی جرم نہیں ہے اور تاجدار بریلی اگر فرمادیں کہ

زمین و زماں تمہارے لیے مکین و مکاں تمہارے لیے
چنین و چناں تمہارے لیے بنے دو جہاں تمہارے لیے
دہن میں زباں تمہارے لیے بدن میں ہے جاں تمہارے لیے
ہم آئے یہاں تمہارے لیے اُٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے

تو قصرِ نجدیت وتھانویت ووہابیت میں اتنا شدید زلزلہ کیوں برپا ہوتا ہے اور اس کی بنیادیں کیوں کھوکھلی ہونے لگتی ہیں اور وہ دھڑام سے نیچے کیوں گرنے لگتا ہے، سچ ہے میلادِ رسول پر قصرِ ابلیسیت بھی تو لرزہ براندام ہوا تھا، اگر آلِ ابلیس اپنے جد بزرگوار کی یاد تازہ کرلے تو کیا عجب ہے؟

لیکن یہ امر بالکل حق ہے کہ جب تک غلامانِ رسالت موجود ہیں، انشاء اللہ!

صدائیں درودوں کی آتی رہیں گی جنہیں سن کے دل شاد ہوتا رہے گا
خدا اہل سنت کو آباد رکھے نبی جی کا میلاد ہوتا رہے گا

میلاد پر خوشی نہ کرنے والا مسلمان نہیں ہے: وہابی امام ومجدد کا ارشاد

مجدد الوہابیہ نواب صدیق الحسن خان بھوپالوی رقمطراز ہیں، ملاحظہ ہو! وہ فرماتے ہیں کہ

"جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نکرے وہ مسلمان نہیں"۔

(الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ نواب صدیق الحسن خان بھوپالوی ص ۱۲)

فرمایئے وہابی صاحب! کیا آپ کی جماعت اہل حدیث کے مجدد نواب صاحب بہادر جناب صدیق الحسن بھوپالوی مشرک یا کافر یا بدعتی تو نہیں ہو گئے اور تم جو ہر وقت ان فتووں کا رخ غلامانِ رسالت کی طرف کر کے شرک و کفر و بدعت کے بم برساتے رہتے ہو کہیں وہ سیدھے نواب صاحب پر تو نہیں برس رہے؟

اتنی نہ بڑھا پاکئ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

اور

بڑے سیدھے بڑے سادھے کہیں کے
ذرا دھبے تو دیکھو آستیں کے

وہابی صاحب! تم نے سیدھے سادے بھولے بھالے مسلمانوں سے مناظرے مجادلے اور مباحث کے میدان جو گرم کر رکھے ہیں ذرا سنبھل کے آنا ورنہ ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں اگر تم ہمیں نہ چھیڑتے تو شاید ہم بھی خاموش رہتے۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

آمد مصطفیٰ (ﷺ) مرحبا مرحبا

جھنڈے لگانے کا ثبوت

حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ نے شواہد النبوت اور علامہ کاشفی نے معارج النبوت دیگر محققین اہل سیر نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے کہ

بریدہ بن الخصیب نے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم' ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے نکل گئے ہیں اور قریش نے ان میں سے ہر ایک کے قتل یا قید کرنے پر سو

اونٹ دینے کا اعلان کیا ہے طمع میں آ کر اس نے بھی اپنے قبیلے کے ستر سوار ساتھ لیے اور ان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا بھاگم بھاگ چلا جا رہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جا ملا جب بریدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو سرکار نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں بریدہ بن الخصیب ہوں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابوبکر! ہمارا کام خراب ہوا' پھر پوچھا: تم کون سے قبیلہ سے ہو؟ اس نے کہا: قبیلۂ اسلم سے ہوں' فرمایا: ''اسلمنا'' پھر پوچھا: کون سی قوم سے ہو؟ اس نے کہا: بنی سہم سے' فرمایا: ''خرج سھمك'' تیرا تیر نکل گیا' بریدہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شیریں گفتار سنی' حیران رہ گیا' اس نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں محمد ابن عبداللہ خدا تعالیٰ کا سچا رسول ہوں' بریدہ نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' اور خلوصِ دل سے مسلمان ہو گیا اور وہ ستر سوار بھی جو اس کے ساتھ تھے مشرف بہ اسلام ہو گئے' وہ رات بریدہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزاری' علی الصبح عرض کیا: ''جھنڈے کے بغیر مدینہ میں نہ جائیے'' پھر اس نے اپنی پگڑی کھولی اور نیزہ کے اوپر باندھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے روانہ ہوا۔ (۱) معارج النبوت جلد سوم اُردو ص۲۲ (۲) مدارج النبوت جلد دوم اردو ص۱۰۵ (۳) سیرت رحمۃ للعلمین از قاضی سلیمان منصور پوری وہابی ج۱ ص۸۵ (۴) ضیاء النبی جلد سوم ص۱۰۱ (۵) شواہد النبوۃ ص۱۱۸' از علامہ جامی (۶) سیرتِ حلبیہ ج۲ ص۵۵

قاضی سلیمان منصور پوری وہابی

قاضی سلیمان منصور پوری وہابی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب سیرت رحمۃ للعلمین میں اس واقعہ کو بڑے وجد آمیز پیرایہ میں تحریر کیا ہے' ملاحظہ ہو! لکھتے ہیں کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم یثرب کو جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں بریدہ اسلمی ملا' یہ اپنی قوم کا سردار تھا' قریش نے آنحضرت کی گرفتاری پر ایک سو اونٹ کا انعام مشتہر کیا تھا اور بریدہ اسی انعام کے لالچ سے آنحضرت کی تلاش میں نکلا تھا' جب نبی (صلعم) کے

سامنے ہوا اور حضور سے ہمکلام ہونے کا موقع بھی ملا تو بریدہ ستر آدمیوں سمیت مسلمان ہو گیا' اپنی پگڑی اتار کر نیزہ پر باندھ لی' جس کا سفید پھریرا ہوا میں لہراتا اور بشارت سناتا تھا کہ امن کا بادشاہ صلح کا حامی دنیا کو عدالت وانصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لا رہا ہے۔

(سیرت رحمۃ للعلمین جلد اوّل ص ۸۵' مطبوعہ پروگریسو بک ڈپو' اردو بازار' لاہور)

عبارت محولہ بالا سے بالخصوص قاضی صاحب کے اقتباس سے یہ واضح ہوا کہ

(۱) نبی کریم علیہ السلام کی آمد پر صحابی رسول نے جھنڈا لہرایا۔

(۲) بشارت (خوشخبری) بھی دی کہ امن کا بادشاہ ﷺ تشریف لا رہا ہے۔

(۳) ستر آدمیوں کا جلوس بھی نکالا جو کہ مدینہ منورہ میں آمد کی خوشی کا اظہار تھا۔

(۴) سرکار دو عالم علیہ السلام کی طرف سے ایسا کرنے کا کوئی حکم بھی ثابت نہیں' بغیر کسی حکم کے یہ سب کچھ کیا۔

(۵) نبی کریم علیہ السلام نے منع بھی نہیں فرمایا اور جو کام حضور علیہ السلام کے سامنے ہو اور آقا اس سے منع نہ فرمائیں' وہ سنت تقریری ہوا کرتا ہے جس پر وہابیوں کا بھی اتفاق ہے۔

(۶) سنت کو بدعت کہنا سراسر جہالت اور شرعی اصولوں سے ناواقفیت وہٹ دھرمی کی دلیل ہے۔

(۷) قاضی وہابی نے بھی بخاری کو چھوڑ کر سیرت کی کتابوں سے یہ واقعہ نوٹ کیا ہے' کیا قاضی صاحب بھی قابل مواخذہ ہیں؟

(۸) کیا صحابی بھی بدعتی ہو گئے' معاذ اللہ! جبکہ فرمانِ رسول ہے کہ "اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم"۔ (مشکوٰۃ)

(۹) ثابت ہوا کہ جب اپنی پارٹی کا قائد آتا ہو تو جھنڈے لہرانا صحابہ کی سنت ہے۔

(۱۰) جھنڈا لہرانا خوشی کی علامت ہے۔

تلك عشرة كاملة ۔

یہ ایک امر واقع ہے

یہ امر واقع ہے کہ جب بھی کسی پارٹی کے قائدین آتے ہیں تو بلاتفریق سنی وہابی دیوبندی

جلوس بھی نکالا جاتا ہے
راستے بھی سجائے جاتے ہیں
لائٹنگ بھی کی جاتی ہے
جھنڈے بھی لہرائے جاتے ہیں
مٹھائیاں بھی بانٹی جاتی ہیں

ہر پارٹی اپنے قائد کے لیے یہ سب اہتمام کرتی رہی ہے اور کرتی رہتی ہے۔

افسوس اس امر پر ہے کہ اس وقت کوئی فتویٰ گردش میں نہیں آتا اور سب کچھ بلاشرائط جائز ہوتا ہے مگر جب تاجدارِ لولاک حبیب رب کائنات' باعثِ تخلیقِ کون و مکاں' جلوہ نورِ اوّل کے ظہور کا دن آئے اور حضور علیہ السلام کی پارٹی کے لوگ یہ سب اہتمام کریں تو فتووں کی مشینیں سراپا حرکت ہو جاتی ہیں اور دن رات شرک کے بم بدعت کے گولے اور کفر کے گرنیڈ برستے رہتے ہیں۔

کسی گستاخ رسول کے ہاں کوئی گستاخ ابن گستاخ پیدا ہو تو یہ سب کچھ جائز بلکہ ہر سال اس کی سالگرہ منا کر یہ تمام حرکات جائز اور جب باعث تخلیق کائنات کا یوم ولادت آئے تو ناجائز' شرک' بدعت اور کفر۔ (نعوذ باللّٰہ من هذه الخرافات)

تمہارے ہو بچہ تو خوشیاں منائیں
خوشی سے یہ جھومیں پھلیں نہ سمائیں
نبی جی کا جب یومِ میلاد آئے
تو بدعت کے فتوے تمہیں یاد آئیں

ہمیں آج تک اس منطق کی سمجھ نہیں آ سکی کہ آخر یہ سب فتوے وہابی مولویوں' قاضیوں اور وہابی عوام الناس کے لیے کیوں نہیں اور صرف والی کائنات علیہ السلام اور ان کے غلاموں کے لیے کیوں ہیں؟ جبکہ یہ جھنڈے شب ولادت خود حضرت باری تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت جبریل امین علیہ السلام سے مشرق و مغرب اور کعبہ کی چھت پر لگوائے' جسے وہابیوں نے اپنی کتابوں میں بڑے تزک و احتشام سے درج کیا ہے' ملاحظہ ہو! مولوی صدیق الحسن وہابی بھوپالوی لکھتے ہیں:

مولوی صدیق الحسن بھوپالوی اور میلاد کے جھنڈے

حضرت سیّدہ آمنہ طیبہ طاہرہ والدۂ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے مشارق و مغارب ارض کو دیکھا' تین علم دیکھے'ایک مشرق میں ایک مغرب میں ایک پشت کعبہ پر۔ (الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ ص ۹ سطر ۱۳-۱۴' از نواب صدیق الحسن بھوپالوی)

علاوہ ازیں یہی روایت مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب حکیم الامت بیماران دیوبند نے نشر الطیب میں نقل کی ہے اور اکابرین امت کے محدثین نے اس روایت کو اپنی اپنی تصانیف کی زینت بنایا ہے' عربی عبارت یوں ہے کہ

رأیت ثلاثة اعلام مضروبات علمًا بالمشرق و علمًا بالمغرب وعلمًا علیٰ ظهر الکعبة ۔

شب ولادت پر تین جھنڈے اللہ نے لگوائے

میں نے تین جھنڈے لگے دیکھے: (۱) ایک مشرق میں (۲) ایک مغرب میں (۳) اور ایک کعبہ کی پشت پر۔

ایک اور حدیث مبارکہ کے الفاظ کچھ یوں بھی ہیں کہ

نصب علم بالمشرق وعلم بالمغرب وعلم علیٰ ظهر الکعبة ۔

تین جھنڈے لگا دیئے گئے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبۃ

اللہ کی چھت پر۔

(۱) بیان المیلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم از محدث ابن جوزی ص ۵۱ (۲) الخصائص الکبریٰ از امام سیوطی ج ۱ ص ۴۸ (۳) مولد العروس از محدث ابن الجوزی ص ۷۱ (۴) معارج النبوت از علامہ کاشفی ج ۲ ص ۱۶ (۵) مدارج النبوت از شیخ محقق دہلوی ج ۲ ص ۱۶ (۶) شواہد النبوت از علامہ جامی اُردو ص ۵۵ مطبوعہ لاہور (۷) المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۱۴ (۸) نسیم الریاض شرح شفاء لقاضی عیاض مالکی ج ۳ ص ۲۷۵ (۹) ماثبت بالسنہ از شیخ محقق دہلوی ص ۲۹۱ (۱۰) حجۃ اللہ علی العالمین از امام نبہانی ص (۱۱) الشمامۃ العنبریہ از مولوی صدیق الحسن بھوپالوی وہابی ص ۹ (۱۲) نشر الطیب از مولوی اشرفعلی تھانوی ص (۱۳) حبیب اعظم از علامہ غلام رسول رضوی شارح بخاری ص ۳۵ (۱۴) انوار جمال مصطفیٰ از علامہ نقی علی خان ص ۱۰۳

جبریل امیں نے گاڑا کعبہ کی چھت پہ جھنڈا
تا عرش اُڑا پھریرا صبح شب ولادت

ایک اور روایت کے مطابق سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بوقت ولادت مصطفیٰ علیہ السلام

رئیت الجماعۃ قد نزلوا من السمآء ومعھم ثلاثۃ اعلام ۔

میں نے فرشتوں کی ایک جماعت کو دیکھا جو آسمان سے اتری اور ان کے پاس تین جھنڈے تھے مزید فرماتی ہیں کہ

وعلما علی سطح الداری وعلما علی ظھر الکعبۃ وعلما علی بیت المقدس ۔

(ان فرشتوں نے) ایک جھنڈا میرے مکان کی چھت پر دوسرا جھنڈا کعبۃ اللہ کی چھت پر اور تیسرا جھنڈا بیت المقدس پر (لگا دیا)۔[1]

(۱۵) نزہۃ المجالس ج ص (۱۶) النعمت الکبریٰ علی العالم ص ۸۱

[1]..... میں حیران ہوں کہ ان تمام اکابرین امت کو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ روایت بخاری میں نہیں ہے لہٰذا ہم اسے نقل نہ کریں یا یہ شرکیہ وبدعیہ وکفریہ عقائد ہیں معاذ اللہ! انہیں اپنی کتابوں میں جگہ نہ دیں بلکہ وہ تمام فتووں سے بے نیاز حضور علیہ السلام کی محبت میں سرشار ہو کر نقل کرتے چلے آئے۔ (سبحان اللہ سبحان اللہ)

شب انتقال نورِ مصطفیٰ حضرت جبریل نے جھنڈا لہرایا' ملائکہ نے جشن منایا

صاحب معارج النبوت علامہ معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) کی شب زفاف میں دوسو عورتیں رشک وحسد سے مر گئیں اور بہت سی عورتیں امراضِ قلب میں مبتلا ہوئیں۔

بعض روایتوں کے مطابق یہ جمعہ کی رات تھی اور دوسری خصوصیت یہ کہ یہ نویں ذی الحجہ[1] (عرفہ) کی رات تھی' اس انتقال نور کی رات ملائکہ نے جشن منایا' جبریل امین نے فرش زمین پر آ کر بامِ کعبہ پر ہلالی پرچم لہرایا اور خطۂ ارض کو بشارت دی کہ آج رات نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم صلب پدر سے رحم مادر میں منتقل ہو گیا ہے تاکہ افضل الخلائق پیدا ہوں اور تمام اُمتوں سے بہتر و برتر شخصیت دنیا میں تشریف ارزانی فرمائے۔

(معارج النبوت جلد اوّل ص ۴۳' اردو مطبوعہ مکتبہ نبویہ' لاہور)

پرچم شانِ رسالت ہے بلند
کفر کو گردن جھکانا آ گیا

وہابی جی! تم کہا کرتے ہو کہ کیا صحابہ نے اس طرح جشن منایا اور جھنڈے لگائے' تو سنو! میں کہتا ہوں کہ بتاؤ! کیا جبریل حضور کے صحابی ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو وہ اپنے مقتدیوں سمیت جشن بھی منا رہے ہیں اور جھنڈا بھی لگا رہے ہیں' بتایئے! کیا فتویٰ ہے آپ کا ان کے اوپر؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا وجود اس وقت تم ثابت کر دو' جشن اور جھنڈے ہم ثابت کر دیں گے۔

ہجرتِ مدینہ کے وقت صحابہ موجود تھے' انہوں نے جشن آمد محبوب بھی منایا' جلوس بھی نکالا' جھنڈے بھی لگائے' نعرۂ یا محمد یارسول اللہ بھی لگایا۔ (مسلم شریف) اور یہ نغمہ بھی

[1] .. جمعہ کی شب اور عرفہ کی شب دونوں عید کی راتیں ہیں' جب نورِ مصطفیٰ رحم مادر میں منتقل ہوا گویا کہ انتقال نور کے لیے خود ذاتِ باری تعالیٰ نے دو عید راتیں منتخب فرمائیں۔

سنایا کہ

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعیٰ للہ داعی

یہ بنی نجار کی شہزادیاں تھیں جو کہہ رہی تھیں کہ

ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی
خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی

وہابی جی! نوریوں اور ان کے مقتداء حضرت جبریل نے تو اس شب ہمایوں میں بھی جشن منایا اور بام کعبہ پر جھنڈے لگائے اور اہل ارض کو مبارکباد دی' مگر

ابلیس نے اس رات بھی اپنی عادت پوری کی

اور رویا چلایا اور سر پٹختا ہوا رہ گیا' ملاحظہ ہو! علامہ کاشفی ہی فرماتے ہیں کہ

اسی رات ابلیس کا تخت اُلٹ گیا اور یہ مردود بارگاہِ الٰہی میں چالیس دن (پورا چلّہ) بحر و بر میں مارا مارا پھرتا رہا اور فرطِ غم و کثرت غیض و غضب میں سیاہ و سوختہ ہو کر کوہِ ابوقبیس کے دامن میں آ کر رونے اور چلانے لگا' اس آہ و فغاں کو سن کر اس کی ساری ذریت جمع ہو کر اس گریہ و ماتم کا سبب معلوم کرنے لگی تو ابلیس نے کہا:

اے میری ذریت! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اب ہماری ہلاکت محقق ہو گئی کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صلب عبداللہ سے رحم مادر میں منتقل ہو گئے' یہ شخصیت اوّلین و آخرین کے لیے باعث شرف و عزت ہے' یہ نورانی پیکر حقانیت کی تلوار لے کر مبعوث و متولد ہوں گے' بتوں کو توڑیں گے اور مشرکانہ رسموں کو ختم کریں گے' شراب اور جوئے کو حرام قرار دیں گے' ان کی وجہ سے آسمانی خبریں اب ہم کو نہ مل سکیں گی' خطۂ زمین سے ظلم و ستم کو کم کر کے اس کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے' زمین کو اپنی سجدہ گاہوں سے ایسے ہی تزئین فرمائیں گے جیسے کہ آسمان میں ستارے زینت کا سبب ہیں اور کائناتِ ارضی پر اللہ کی توحید کا پرچم بلند کریں گے' ان کی اُمت دنیا میں آنے والی تمام اُمتوں سے بہتر ہو گی'

شرک کی برائیوں کو دنیا سے دور کر کے دین کے کاموں میں خلوص پیدا کریں گے ان کے متبعین اہل تقویٰ و مغفرت ہوں گے اور تمام نیکیاں اور اعمالِ خیر ان کی طرف منسوب ہوں گے اور اللہ کا نام لیے بغیر کوئی چیز نہ کھائیں اور پئیں گے اچھائیوں کا حکم دے کر برائیوں سے روکیں گے نیکیوں میں سبقت کریں گے غریبوں اور مسکینوں پر شفقت اور رحم فرمائیں گے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک سے پیش آئیں گے اور یہی صفات جو ان میں اور ان کے متبعین میں ہوں گی ہمارے لیے مصیبت و اذیت کا سبب بنیں گی۔ (معارج النبوت جلد اوّل اردو ص ۲۴۲۔۲۴۳)

وہابی جی! یہ ہی اذیت جس نے شیطان کو اس وقت بھی پریشان کیے رکھا' آج بھی پریشان کیے ہوئے ہے' اس لیے وہ میلاد النبی پر اس وقت بھی مایوس و ناخوش تھا' آج بھی اسی طرح مایوس و ناخوش ہے اور تا قیامِ قیامت رہے گا۔

بروزِ محشر جھنڈا خود سرکار علیہ السلام کے دست کرم میں بھی ہوگا' الحدیث

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

میدانِ محشر ہوگا' خطیب عرصۂ محشر جلوہ افروز ہوں گے' نفسی نفسی کا عالم ہوگا' تانبے کی زمین ہوگی' سوا نیزے پہ سورج ہوگا' ہر شخص پسینے سے شرابور ہوگا' پچاس ہزار سال کی طوالت کا دن ہوگا' داؤد علیہ السلام سورۃ الرحمٰن کی تلاوت کرتے ہوں گے' نسل انسانی اپنی شفاعت کے لیے بے یار و مددگار گھوم رہی ہوگی جبکہ کل چار گھنٹے میں حساب و کتاب ہوگا اور باقی تمام عرصہ محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی نعت خوانی ہو رہی ہوگی۔

یوم قیامت ثناءِ مصطفیٰ کا دن ہے

مفسر شہیر محدث بے نظیر حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان گجراتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''قیامت کا حساب صرف چار گھنٹہ میں ہوگا' باقی یہ پچاس ہزار برس کا دن حضور کی مدح خوانی میں صرف ہوگا' رب فرماتا ہے: ''عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا'' (۱۷:۷۹) قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں''۔ (کنزالایمان)

''خدا تعالیٰ خود حضور کی حمد فرمائے' آپ کی حمد کا اعلان کرے''۔

(مرآت شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۲)

تو اس یوم قیامت میلاد کی محفل میں جھنڈا خود محبوب کریم علیہ السلام کے دست کرم میں ہوگا' سرکار ارشاد فرماتے ہیں کہ

انا سید ولد آدم یوم القیامة ولا فخر وبیدی لوآء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم ومن سواه الا تحت یوم القیامة لوائی الخ۔ رواه الترمذی (مشکوٰۃ مرآت شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۱)

''قیامت کے دن میں اولادِ آدم کا سردار ہوں' فخریہ نہیں کہتا' میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا' فخریہ نہیں کہتا' اس دن کوئی نبی آدم علیہ السلام اور ان کے سوا ایسا نہ ہوگا جو میرے جھنڈے تلے نہ ہو' اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

مرقات' ابن ماجہ' احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے کہ سرکار نے فرمایا:

''قیامت کے دن حمد کا جھنڈا ہمارے دست کرم میں ہوگا' حضرت آدم اور ان کے سوا سارے نبی ہمارے جھنڈے تلے ہوں گے' ہم یہ فخریہ نہیں کہتے''۔

وہابیو! بتاؤ جس جھنڈے سے تمہیں بدعت یاد آتی ہے' قیامت کے پرخطر میدان میں تم اس جھنڈے کے نیچے جانے کی خواہش کرتے ہو کہ نہیں؟

اگر کرتے ہو تو بدعت کہنا چھوڑ دو...... اگر نہیں رکھتے ہو تو بتاؤ تمہارا ٹھکانہ کہاں ہو گا؟

اگر جنتی بھی بنتے ہو اور لواء الحمد کے نیچے بھی رہنا چاہتے ہو اور بدعت بھی کہتے ہو تو پھر سن لو بقول حضرت افتخار ملت

اوہنوں کدی نہ ماہی مل دا جھڑا دوواں تہراں دا سانجھا
اکو ای پاسہ رہندا ہیرے یا کھیڑے یا رانجھا

اس لیے میرا یہ تمہیں عظیم مشورہ ہے کہ

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

مندرجہ بالا تمام حوالجات سے ثابت ہوا کہ کسی خوشی کے موقع پر اعلان خوشخبری کرنے کے لیے جھنڈا نصب کرنا اور اپنی قیادت کی عظمت کا اظہار جھنڈے لگا کر کرنا حدیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

حضور نے فتح خیبر کی خوشخبری جھنڈے سے دی

ملاحظہ ہو! خیبر کے موقع پر سرکار نے آنے والی کل کو فتح خیبر ہونے کی خوشخبری کا جھنڈا خود حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطاء فرمایا اور خوشخبری دیتے ہوئے کل کی فتح کی خبر بھی دی اور وہابیو! یہ ہے بھی بخاری شریف کی معتبر روایت کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا:

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال یوم خیبر لاعطین ھذہ الرایۃ غدًا رجلًا یفتح واللّٰہ علیٰ یدیہ ۔

(۱) بخاری شریف جلد اوّل ص ۵۲۵ (۲) مسلم شریف ج ۲ ص ۲۷۹ (۳) جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۱۴ (۴) مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۳ (۵) اشعۃ اللمعات از حضرت شیخ محقق دہلوی ج ۴ ص ۶۶۴ (۶) مظاہر حق ج ۵ ص ۶۶۳ (۷) الخصائص الکبریٰ عربی ص ۲ (۸) مرآت شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۴۲۵ مطبوعہ لاہور

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے روز ارشاد فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ اللہ تعالیٰ فتح دے گا"۔

فرمایئے وہابی صاحب! کیا خوشخبری پر جھنڈا نصب کرنا سنت ہے یا بدعت؟ اور غور کیجئے کہ فتح دے اللہ تعالیٰ اور دے بھی مولائے کائنات شیرِ خدا تاجدارِ ھل اتیٰ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاتھ پر اور اس کی خوشخبری دیں امام الانبیاء سیّد المرسلین قائد الغر المجلین صلی اللہ علیہ وسلم اور جھنڈا بھی عنایت فرمائیں تو اگر انہی امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد آمد ہو اور اللہ تعالیٰ مؤمنوں سے فرمائے کہ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ۔(پ۴ آل عمران:۱۶۴)

''البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر بہت بڑا احسان فرمایا' جب ان میں رسول مبعوث فرمایا''۔

اللہ تعالیٰ احسان جتلا کر محبوب کی آمد کی خوشخبری بھی عطاء فرمائے اور وہ خوشخبری بیان بھی بلسان محبوب کریم قرآن کریم میں ہو اور پھر شب ولادت جھنڈے بھی لگوائے اور ان مؤمنین کو جن پر احسان جتلایا' حکم بھی فرمائے کہ اے محبوب! ان سے فرما دیجئے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ (پ۱۱ یونس:۵۸)

''اللہ کا فضل اور اس کی رحمت (ملنے پر) انہیں چاہیے کہ یہ خوشی منائیں اور وہ (ان کا خوشی منانا) بہتر ہے اس سے جو کہ یہ جمع کرتے ہیں''۔

تو سنت اللہ کے مطابق اگر ہم جھنڈے جھنڈیاں لگا کر لوگوں کو آمد محبوب کی خوشخبری دیں تو بدعت و کفر و شرک کے فتوے کیوں؟

فتوے نہ دو بلکہ سنت اللہ کے مطابق خوشخبری سناؤ اور جھنڈے لگاؤ۔[1]

---

[1] ..... افتخار ملت شہنشاہ خطابت علامہ صاحبزادہ افتخار الحسن رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر فرمایا کرتے تھے کہ ''رب نے جھنڈے لائے' میں ثبوت دیناں' جے میں ثبوت نہ دیاں گھنٹہ گھر کھڑا کر کے گولی مار! تے جے میں ثبوت دے دیاں تے تکی جنی جھنڈی توں وی لالے' جدوں رب نے جھنڈے لائے نیں تے تینوں جھنڈیاں لاندیاں پیڑ پیندی آ''۔

نغمۂ صل علیٰ کی دھوم ہے
وجد میں سارا زمانہ آ گیا
پرچمِ شانِ رسالت ہے بلند
کفر کو گردن جھکانا آ گیا
عید نبوی کا زمانہ آ گیا
لب پہ خوشیوں کا ترانہ آ گیا

شبِ ولادت لائٹنگ خود ذاتِ باری تعالیٰ نے کروائی

ملاحظہ ہو سیرتِ حلبیہ و دیگر کتب سیرتِ مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم!

حضرت عثمان بن ابی العاص کی والدہ حضرت فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ (رضی اللہ عنہما) فرماتی ہیں:

انها شهدت ولادة آمنة ابنت وهب أم رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان ذلك ليل ولدته قالت فما شيء انظر اليه من البيت الا نور انى لانظر الى النجوم تدنوا حتى انى لاقول لتقعن الى ۔

(السیرۃ الحلبیہ ج ا ص ۹۱' البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۶۷' مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ' پشاور)

جس شب مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی' میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھی' میں نے دیکھا کہ کعبہ کی کوئی شی ایسی نہ تھی جو روشن نہ ہوئی ہو (سارا بیت اللہ منور ہو گیا اور لائٹوں سے بھرپور ہو گیا) اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ میں کہتی تھی کہیں وہ مجھ پر گر نہ پڑیں۔

- امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب الخصائص الکبریٰ شریف میں اس روایت کو تھوڑے سے تغیر سے یوں نقل فرمایا کہ

قالت فما شیء انظر الیه فی البیت الا نور وانی لانظر الی النجوم تدنوا حتی لاقول لیقعن الی فما وضعت خرج منها نور اضآء له البیت والدار حتی جعلت لا اری الا نورا ۔

(الخصائص الکبریٰ ج ا ص ۱۱۴' نشر الطیب تھانوی ص ۲۴' سیرت المصطفیٰ ص ۱۹۳' از ابراہیم میر سیالکوٹی وہابی)

میں نے اس وقت جس چیز کو بھی دیکھا اسے نور ہی نور پایا' میں نے دیکھا کہ ستارے قریب آتے جا رہے ہیں حتیٰ کہ میں سوچنے لگی کہ یہ مجھ پر گر پڑیں گے پس جب حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنم دیا تو ان سے نور نکلا جس سے گھر اور سب در و دیوار منور ہو گئے حتیٰ کہ ہر طرف نور ہی نور دکھائی دینے لگا۔

ایک اور روایت کے مطابق سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ

خرج منی نور اضاء ت له قصور الشام والبصری ۔

مجھ سے نور خارج ہوا جس کی روشنی سے شام اور بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے۔

(۱) مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۶ (۲) معارج النبوت ج ص (۳) الخصائص الکبریٰ ج ا ص ۱۱۷ (۴) الوفا ج ا ص ۸۵ (۵) مواہب اللدنیہ ص ۱۲۰ (۶) نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۷۶ (۷) الشمامۃ العنبریہ ص ۱۰' نواب صدیق الحسن بھوپالوی وہابی (۸) سیرت مصطفیٰ ص ۱۹۳' از ابراہیم میر سیالکوٹی وہابی (۹) جمال مصطفیٰ ص ' از مولوی صادق سیالکوٹی وہابی (۱۰) الرحیق المختوم ص ۱۰۱ (۱۱) مختصر سیرت رسول از عبداللہ بن محمد ابن عبدالوہاب نجدی ص ۱۲ (۱۲) سیرتِ حلبیہ ص ۹۱ (۱۳) مولد العروس ص ۲۵ (۱۴) الدر المنظم ص ۹۰ (۱۵) مشکوٰۃ ص ۵۱۳ (و دیگر کتب بتغیر الفاظ)

کیوں جی وہابی صاحب!

بیت اللہ کس کا گھر ہے؟ اس میں یہ چراغاں اور لائٹنگ کس نے شب ولادت کی؟ کیا آپ کے گھر میں بلا اجازت کوئی دوسرا لائٹنگ کر سکتا ہے؟

معلوم ہوا! جبکہ بیت اللہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کا گھر ہے تو اپنے گھر میں شب ولادت لائٹنگ بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی کروائی اور صرف اپنے گھر میں ہی نہیں بلکہ اس ساری کائنات میں ایسی لائٹنگ کروائی کہ شام اور بصریٰ کے محلات سیدہ آمنہ کو نظر آنے لگے۔

نور اندر نور باہر ہر سمت پھیلا نور ہے
بلکہ یوں کہیئے کہ سب دنیا کی دنیا نور ہے

گویا کہ ہم تو لائٹنگ اپنی اپنی بساط کے مطابق کرتے ہیں مگر ملاں وہابی اس پر فتویٰ ہائے بدعت و کفر و شرک دیتا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ لائٹنگ اپنی قدرت کے مطابق فرمائی اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس لائٹنگ سے منور ہو گیا۔

دراصل ذاتِ باری تعالیٰ نے جھنڈے لگا کر لائٹنگ فرما کر ایک دقیق بات سمجھادی کہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ ایسا کرنے والے کون ہیں اور میرے محبوب سے ان کا کیا تعلق خاطر ہے؟

آپ نے کیا یہ ملاحظہ نہیں کیا کہ

اگر نواز شریف نے آنا ہو تو جھنڈے اس کی پارٹی لگاتی ہے اور چراغاں اس کے کارکن کرتے ہیں۔

اگر زرداری صاحب نے آنا ہو تو جھنڈے اس کی پارٹی لگاتی ہے اور چراغاں اس کے کارکن کرتے ہیں۔

اور جب مصطفیٰ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی آمد ہو تو جھنڈے ان کی پارٹی لگاتی ہے اور چراغاں ان کے کارکن کرتے ہیں۔ مسئلہ واضح فرمادیا کہ غور سے دیکھ لو جھنڈے لگانے والے کس کے کارکن ہیں؟ اور کفر و شرک و بدعت کہنے والے کس کے کارکن ہیں؟ چراغاں کرنے والی کس کی پارٹی ہے؟ اور اس پر جلنے جلانے والی کس کی پارٹی ہے؟

مسلم لیگ کو کیا ضرورت ہے کہ وہ پیپلز پارٹی کے قائد کی آمد پر جھنڈے لگائے یا چراغاں کرے اور پیپلز پارٹی کو کیا ضرورت ہے کہ وہ مسلم لیگی قیادت کے آنے پر جھنڈے لگائے اور چراغاں کرے' اسی طرح ابلیسی پارٹی کو کیا ضرورت ہے کہ وہ مصطفوی قیادت کے آنے پر جھنڈے لگائے اور چراغاں کرے' بلکہ ان کا قائد تو میلاد النبی کے موقع پر روتا اور سر پیٹتا تھا' ملاحظہ ہو!

میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر شیطان نے واویلا کیا

علامہ ابوالقاسم سہیلی لکھتے ہیں کہ

ان ابلیس لعنه الله رن اربع رنات رنة حين لعن رنة حين اهبط ورنة حين ولد رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم ورنة حين انزلت فاتحة الكتب ۔

(۱) روض الانف جلد اوّل ص ۱۸۱ (۲) البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد دوم ص ۲۶۷-۲۶۶

ضیاء الامت حضرت پیر کرم شاہ بھیروی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ ابلیس ملعون زندگی میں چار مرتبہ چیخ مار کر رویا' پہلی مرتبہ جب اس کو ملعون قرار دیا گیا' دوسری مرتبہ جب اس کو بلندی سے پستی کی طرف دھکیلا گیا' تیسری مرتبہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اور چوتھی مرتبہ جب سورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔ (ضیاء النبی جلد دوم ص ۵۶' از ضیاء الامت پیر کرم شاہ بھیروی رحمۃ اللہ علیہ)

پتا چلا! شب ولادت ایک پارٹی خوشیاں منا رہی تھی اور ایک پارٹی سر پیٹ پیٹ کر واویلا کرنے میں مصروف تھی۔ نامور مؤرخ اسلام خالق ترانۂ پاکستان ابوالاثر محمد حفیظ جالندھری مرحوم نے اسی بات کو بیان کرتے ہوئے اپنی منظوم تاریخ اسلام ''شاہنامہ اسلام'' میں ارشاد فرمایا کہ

جہاں میں جشن صبح عید کا سامان ہوتا تھا
ادھر شیطان بیٹھا اپنی ناکامی پہ روتا تھا

حضور علیہ السلام کے خدام ملائکہ کرام جھنڈے لگا رہے تھے' چراغاں کر رہے تھے اور شیطان کے غلام سر پیٹ رہے تھے اور رونے دھونے میں مصروف تھے' یہ ہے غلامانِ رسالت کا نرالا انداز اور دشمنانِ مصطفیٰ کا بھونڈا طریقہ

پسند اپنی اپنی مقام اپنا اپنا
سبو اپنا اپنا ہے جام اپنا اپنا

ہم غلامانِ رسول اس جشن کو عید کے طور پر مناتے ہیں اور گستاخانِ رسالت یومِ سیاہ کے طور پر اور وہ ہم سے کہا کرتے ہیں کہ

''اسلام میں تو دو ہی عیدیں ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ' تیسری عید کا تصور اسلام میں نہیں' یہ تو ان بریلویوں کی بدعت ہے''۔

''۱۲ ربیع الاوّل وفاتِ النبی کا دن ہے' بریلوی اس دن عید مناتے ہیں''۔

''حضور کی وفات پر غم منانا چاہیے''۔

''بریلوی قرآن وحدیث سے تیسری عید کا ثبوت پیش نہیں کر سکتے''۔

''ہم ربیع الاوّل میں وفاۃ النبی کانفرنسز کریں گے''۔[۱]

---

[۱]... یہ بات کوئی مذاق نہیں بلکہ ایسا واقعہ ہوا' فقیر ۱۴ ربیع الاوّل شریف ۱۴۳۱ ہجری کو چک ۲۷ بنڈالہ نزد ڈرماں والا موڑ' کھرڑیانوالہ میں ایک محفل میلادِ مصطفیٰ کے سلسلہ میں تقریر کے لیے گیا جسے عزیزم ثناء خوان رسول حافظ محمد رفیق قادری نے منعقد کیا تھا جس کی صدارت پیر طریقت حضرت پیر سید مدثر علی شاہ صاحب کاظمی فرما رہے تھے اور صوفی محمد شریف نقشبندی مجددی اس محفل کی روح رواں تھے' دورانِ تقریر صدر محفل نے مجھے بتایا کہ اسی علاقہ میں وہابیوں نے ایک بہت بڑی کانفرنس کی ہے جس کا عنوان اشتہار ''وفات النبی کانفرنس'' تھا۔

میں بہت حیران ہوا کہ گستاخانِ رسالت گستاخیٔ رسول کے اس مقام پر جا چکے ہیں کہ وہ زندہ نبی کی وفات منا رہے ہیں اور کلمہ میں محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں' جس کا مفہوم ہے کہ حضور آج بھی اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)' اگر وہ زندہ نہیں ہیں تو یہ گستاخ اینڈ کمپنی کلمہ کس رسول کا پڑھتے ہیں اور اُمتی کس نبی کے ہیں؟ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

اس موضوع پر بحث کی گنجائش تو ان اوراق میں نہیں ہے لیکن مختصر بات کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ وہابی صاحب تم اہل حدیث کہلا کر حدیث کا انکار کر رہے ہو' ملاحظہ ہو!

حدیث مبارکہ میں تیسری عید کا ثبوت موجود ہے

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

ان ھذا یوم عید جعله الله للمسلمین ۔

(ابن ماجہ ص ۷۷' عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

بے شک یہ (جمعہ کا) دن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے عید (کا دن) بنایا ہے۔

حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ جمعہ کا دن عید کا دن ہے اور ایک سال کے اندر تقریباً اکیاون جمعہ کے دن آتے ہیں' وہابی ایک عید نہیں مانتے' حدیث سے اکیاون عیدیں ثابت ہو رہی ہیں' بلکہ میرے آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ

جمعہ کا دن عیدین سے بھی زیادہ معظم ہے

ان یوم الجمعة سید الأیام واعظمها عند الله وهو اعظم عند الله من یوم الاضحی ویوم الفطر ۔

(ابن ماجہ ص ۷۶' عن ابی لبابۃ بن عبدالمنذر)

بے شک جمعہ کا دن دنوں کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے عظیم دن ہے اور وہ (جمعہ کا دن) اللہ تعالیٰ کے نزدیک عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن سے بھی زیادہ شان والا دن ہے۔

وہابی صاحب! جو دن عیدین سے زیادہ عظمت والا ہے' آپ اس کو عید کے برابر بھی نہیں مانتے تو آپ کہاں کے اہل حدیث ہو۔

اور پھر تم کہتے ہو کہ

بارہ ربیع الاوّل وفات النبی کا دن ہے اس لیے خوشی نہ مناؤ بلکہ غم مناؤ۔

بتاؤ کہ جمعہ کا دن حضرت ابوالبشر سیّدنا آدم علیہ السلام کی ولادت یعنی تخلیق و وفات کا دن ہے یا نہیں؟ آیئے! نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہی سن لیجئے!

جمعہ کا دن تخلیق و وفات آدم علیہ السلام کا دن ہے

عن اوس بن اوس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم علیہ السلام وفیہ قبض۔

(۱) ابوداؤد شریف ج۱ص ۱۵۷ (۲) ابن ماجہ ص ۷۶ (۳) نسائی شریف ج۱ص ۲۰۳ (۴) مؤطا امام مالک ج۱ص ۹۲ (بتغیر فیہ مات) (۵) مشکوٰۃ ص ۱۲۰

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے دنوں میں سے افضل دن جمعہ کا ہے اس میں آدم علیہ السلام تخلیق کیے گئے اور اسی میں قبض کیے گئے (فوت ہوئے)۔

اب سرکار ہی کا ارشاد ہے کہ "جمعہ عید کا دن بلکہ عیدین سے اعظم دن ہے" سرکار نے بڑی شدومد سے فرمایا: جمعہ کو غسل کرو تیل لگاؤ اُجلے کپڑے پہنو عید کے دن کی طرح مسجد میں تیاری کے ساتھ یعنی خوشی کے ساتھ آؤ اور سرکار ہی کا ارشاد ہے: جمعہ کے دن تخلیق آدم بھی ہے اور وفاتِ آدم بھی۔

تو وہابی صاحب! آپ کو چاہیے کہ جمعہ کو نہ نہاؤ نہ تیل و خوشبو استعمال کرو اور نہ اُجلے کپڑے پہنو بلکہ صف ماتم بچھا لیا کرو کہ یہ حضرت ابوالبشر سب کے اباجان کی وفات کا دن ہے۔

رہی اہل سنت و جماعت کی بات تو وہ سرکار علیہ السلام کے ارشادات پر عمل پیرا

ہوتے ہوئے اس دن کو عید بلکہ عیدین سے اعظم تصور کرتے ہوئے خوشی خوشی عید کی طرح گزارتے ہیں۔

اور اگر تمہارا جواب یہ ہے کہ حدیث پاک میں سوگ تین دن کا منانے کا ارشاد ہے تو چشمِ ماروشن دل ماشاد پھر یہی جواب ہمارا وفات النبی کے لیے ہوگا' اس پر تمہیں کیوں ہٹ دھرمی سے سوگ کی یاد ستاتی ہے؟ اور ہم تو حضور علیہ السلام کا سوگ اس لیے بھی نہیں مناتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم۔

میری حیات و ممات دونوں تمہارے لیے بہتر ہیں۔(۱) مجمع الزوائد ج۹ص۲۴

(۲) الخصائص الکبریٰ ج۲ص۲۸۱ (۳) زرقانی علی المواہب ج ص (۴) مشکوٰۃ ص

وہابی صاحب! قرآن کس کی کتاب ہے؟ کس نبی پر نازل ہوئی؟ کس کی اُمت کے لیے ہے؟ جواب یقیناً یہی ہوگا کہ! یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور پوری اُمت مصطفویہ کے لیے نازل ہوئی' تو پھر بتاؤ اس میں عیدینؑ کے علاوہ ایک اور عید کا بیان موجود ہے کہ نہیں؟

ملاحظہ ہو! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے دعا کی:

اللّٰھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السمآء تکون لنا عیدا لاولنا وآخرنا۔ (پ۷ المائدہ:۱۱۴)

''اے اللہ! ہمارے پروردگار آسمان سے ہم پر مائدہ (دسترخوان) نازل فرما (تو جس دن تو یہ دسترخوان نازل فرمائے گا وہ دن) ہوگا ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لیے عید (کا دن)'' [۱]

---

[۱]...... دیوبند کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی نے اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ

یعنی وہ دن جس میں مائدہ آسمانی نازل ہوا' ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے حق میں عید ہو جائے کہ ہمیشہ ہماری قوم اس دن کو بطور یادگار تہوار منایا کرے' نصاریٰ کے یہاں اتوار کی عید ہے اور مسلمانوں کے یہاں جمعہ کی عید

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تو کیا یہ تیسری عید کا ثبوت نہیں ہے جو کہ قرآن میں موجود ہے؟ جب یہ آیت پڑھتے ہیں تو وہابی صاحب جلدی سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ عیسائیوں کی بات ہے مسلمانوں کی نہیں' تو سنئے! اگر یہی عقیدہ درست ہوتا تو نبی کریم علیہ السلام عاشورہ کا روزہ منع فرما دیتے حالانکہ یہودیوں کو یہ روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ہم ان سے زیادہ حقدار ہیں کہ ہم اس دن کا روزہ رکھیں' ملاحظہ ہو! حدیث مبارکہ کہ

یوم عاشورہ کا روزہ

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو وہاں یہودیوں کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن کا روزہ رکھتے ہیں' سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ اس دن

منانے کا مطلب اس کے یومِ نزول کو عید منانا ہے۔ (ترجمہ محمود الحسن تفسیر شبیر احمد عثانی ص ۱۶۸)

عقل کا تقاضا یہ ہے کہ ہم بھی اس دن عید منائیں جس دن اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوئی' مگر دیوبندی کی عقل چوراہے میں پھوٹ گئی اور اس سے روٹھ گئی کہ [illegible] کہتا ہے کہ "عید منانے کا مطلب یوم نزول کو عید منانا ہے" مگر جس دن رحمۃ للعلمین اور نعمت عظمیٰ جلوہ گر ہوئی' اس دن کو عید منانا اس کے نزدیک بدعت ہے۔

بدیں عقل و دانش بباید گریست

ان تمام دیوبندیوں' وہابیوں نے اس آیت کے تحت جمعہ کو عید لکھا' حالانکہ جمعہ کی عید کو کوئی شی نازل نہیں ہوئی وہ تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ جمعہ کا دن مؤمنوں کے لیے عید ہے' بات تو اس دن کی ہے جس دن مائدہ نازل ہوا' دیوبندی وہابی اس دن کو تو عید مناتے ہیں جس دن مائدہ نازل ہوا اور اپنی تفسیروں میں کھل کر اس دن کو بطور عید منانا لکھتے ہیں' مگر جس دن اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضلِ کبیر جلوہ گر ہوا اس دن کو عید نہیں مانتے اور نہ ہی تحریر کرتے بلکہ ایسا کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔

صدر الافاضل بدر الاماثل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اس کو روز عید بنانا اور خوشیاں منانا' عبادتیں کرنا' شکر الٰہی بجالانا طریقہ صالحین ہے اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ ترین رحمت ہے' اس لیے حضور کی ولادت مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکر الٰہی بجالانا اور اظہار فرح و سرور کرنا مستحسن و محمود اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے"۔

(تفسیر خزائن العرفان ص ۲۰۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب نے فرعون سے نجات دی تھی' ہم اس کے شکریہ میں روزہ رکھتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فنحن احق واولیٰ بموسیٰ منکم فصامه وامر بصیامه ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۰' کتاب الصوم باب صوم التطوع فصل ثالث)

ہم موسیٰ علیہ السلام سے تم سے زیادہ قریب ہیں' پس خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔

یہ حدیث پاک مندرجہ ذیل کتب صحاح میں بھی موجود ہے' ملاحظہ ہو:

(۲) ابوداؤد شریف جلد اوّل ص ۳۳۸ (۳) جامع الترمذی جلد اوّل ص ۹۶
(۴) بخاری شریف جلد اوّل ص ۲۶۸ (۵) ابن ماجہ شریف ص ۱۲۴

تو اگر شکرانہ میں روزہ کا حکم دیا جا رہا ہے جس کی اصل حدیث پاک کے مطابق یہ ہے کہ یہودی اس دن کا روزہ رکھتے تھے تو اسی طرح عید کیوں نہیں منائی جا سکتی؟

آیت مندرجہ بالا سورۂ مائدہ سے معلوم ہوا کہ مائدہ اترنے کے دن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عید کا دن بنایا' آج بھی اتوار کو عیسائی اسی لیے عید مناتے ہیں کہ اس دن دسترخوان اترا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اس مائدہ سے کہیں بڑھ کر نعمت بلکہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جس پر ذاتِ باری تعالیٰ نے مومنین پر احسان جتلایا ہے' لہٰذا اس نعمت کے ملنے یعنی سرکار کی ولادت کے دن کو بھی بطور عید منانا جائز ہے اور یومِ میلادِ حقیقی یومِ عید ہے۔

مزید ثبوت تیسری عید کا بخاری شریف سے

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

قالت اليهود لعمر انكم تقرؤن آية لو نزلت فينا لاتخذناها عيدًا فقال عمر انی لاعلم حيث انزلت واين انزلت واين رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم حين انزلت يوم عرفة وانا

واللّٰہ بعرفة قال سفین واشك کان یوم الجمعة ام لا الیوم اکملت لکم دینکم ۔(بخاری شریف ج۲ص ۶۶۲)

یہود نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم ایک ایسی آیت پڑھا کرتے ہو کہ اگر وہ ہم میں نازل ہوتی تو ہم اسے (اس کے یوم نزول کو) عید بنا لیتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً میں جانتا ہوں وہ آیت کیسے اور کہاں نازل ہوئی اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تھے؟ یہ یوم عرفہ کے دن نازل ہوئی اور اللہ کی قسم! ہم (اس وقت) میدانِ عرفات میں تھے' سفیان نے فرمایا کہ مجھے شک ہے کہ وہ دن جمعہ کا تھا یا نہ (جس دن عرفہ میں یہ نازل ہوئی: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ) گویا جواب یہ دیا جا رہا ہے کہ اے یہودیو! تم تو اس دن ایک عید مناتے اور ہماری اس دن دو عیدیں تھیں' ایک یوم عرفہ اور دوسری یوم جمعہ۔

تو اے وہابیو!

اگر نزولِ آیت تکمیل دین کے دن کو ڈبل عید کہا جا سکتا ہے اور کہنے والے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور ہے بھی صحیح بخاری میں

تو صاحب تکمیل دین کی ولادت کے یوم مبارک کو عید کیوں نہیں کہا جا سکتا؟ افسوس ہے تمہارے اس گندے عقیدہ پر کہ تم یہودیوں سے بھی گیا گزرا عقیدہ رکھتے ہو' حالانکہ فقیر نے انہی دلائل کے پیش نظر عرض کیا ہے کہ

مؤمنوں پر فضل یزداں عید میلاد النبی
تجھ پہ ہو ہر عید قرباں عید میلاد النبی
تیرا چرچا چار سو ہے اہل سنت نے کیا
تجھ سے ہے بیزار شیطاں عید میلاد النبی
زلزلہ تو نے کیا ایوان باطل میں بپا

کفر ہے تجھ سے حراساں عید میلاد النبی
دور ظلمت ہو گئی غالب ہوا نورِ خدا
ہے یہ سب تیرا ہی فیضاں عید میلاد النبی
جشنِ میلاد النبی سے برکتیں حاصل ہوئیں
ہر کسی پر تیرا احساں عید میلاد النبی
آ گیا قرآن میں ''فَلْيَفْرَحُوْا'' حکم خدا
کیوں منائیں ہم نہ خوشیاں عید میلاد النبی
تیری آمد پر ہو قرباں سرور بے کس کی جاں
تیرے صدقے ہر مسلماں عید میلاد النبی

حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب فرمایا کہ۔

نثار تیری چہل پہل پر ہزار عیدیں ربیع الاوّل
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

وہابی صاحب! اگر ایک مٹھی بھر جماعت یا فرقہ عید میلاد النبی نہیں منا رہا تو فرق کیا پڑتا ہے ساری کائنات حتیٰ کہ اہل حرمین شریفین آج بھی عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پوری دھوم دھام سے مناتے ہیں۔

جشنِ آمدِ رسول پر اثباتِ جلوس

گزشتہ اوراق میں جھنڈے لگانے کے ثبوت کے ضمن میں بیان ہو چکا کہ مدینہ منورہ میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے موقع پر حضرت سیّدنا بریدہ اسلمی صحابیٔ رسول رضی اللہ عنہ نے ستر آدمیوں کا جلوس بھی نکالا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد تھی' جلوس بھی نکلا تھا اور جھنڈا بھی لہرایا تھا' بلکہ جب تک وہ قتل کے ارادہ سے آ رہے تھے تو نہ جھنڈا تھا نہ جلوس اور جب حضور علیہ السلام کی غلامی میں آ چکے تو جھنڈا بھی تھا اور جلوس بھی۔

مدینہ منورہ میں جشنِ آمدِ رسول کے جلوس

کتبِ صحاح میں سے ایک مسلّمہ معتبر کتاب مسلم شریف اُٹھائیے' اس میں موجود ہے کہ جب سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ مہبطِ وحی وسکینہ' جن کا نور سے معمور سینہ اور مشک سے بہتر پسینہ وہ حبیبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہو رہے تھے' مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کو اپنا مسکن بنا رہے تھے تو عین اس وقت جشنِ آمدِ رسول کے سلسلہ میں

فصعد الرجال والنسآء فوق البیوت وتفرق الغلمان والخدم فی الطرق ینادون یا محمد یا رسول اللّٰہ یا محمد یا رسول اللّٰہ ۔ (مسلم شریف جلد ثانی ص ۴۱۹)

مرد اور عورتیں چھتوں پر چڑھ گئے' غلام اور خدام رستوں میں پھیل گئے[۱] یا محمد

---

[۱]..... غلام اور خادم راستوں میں پھیل گئے' گویا یہ حقیقت ہے کہ کئی مختلف راستوں پر حضور علیہ السلام کے غلام موجود تھے اور ہر راستہ پر یا محمد یا رسول اللہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں تو یہ تسلیم کرو کہ ان غلامانِ رسالت کا عقیدہ تھا کہ ہمارے آقا ہر رستہ میں موجود ہیں جبھی تو وہ یا رسول اللہ کے نعرے لگا رہے تھے' آج گستاخانِ رسول کہتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام ہر جگہ موجود نہیں ہیں' تم یا رسول اللہ ہر جگہ پر پکارتے ہو یہ شرک ہے' بتلایئے بموقع ہجرت جشنِ آمدِ رسول پر ہر رستہ میں جو حضور کے غلاموں نے یا رسول اللہ کے نعرے لگائے اور ہر رستہ میں سرکار کو جو پکارا تو کیا شرک کیا تھا' غلامانِ رسول کی تو بروزِ محشر بھی یہی علامت ہوگی۔

غلام احمد مختار یوں پہچانے جائیں گے
کہ محشر میں بھی ہو گا ان کا نعرہ یا رسول اللہ

بتاؤ وہابیو! کیا یہ صحاح کی کتب میں احادیث موجود نہیں ہیں کہ شفاعت کے سلسلہ میں تمام اُمتِ نبویہ میدانِ محشر میں حضور علیہ السلام کو تلاش کرتی ہوگی اور پکار پکار کر عرض کرتی ہوگی: یا رسول اللہ! ہماری شفاعت فرمایئے۔

نہ تسی ہلایاں بندی اے نہ دکھڑے سنائیاں بن دی اے
اللہ دیا سوہنیاں محبوبا گل تیرے بنائیاں بن دی اے
محشر وچ سارے رو رو کے محبوبِ خدا نوں آکھن گے
اج وگڑی ساری امت دی سرکار دے آئیاں بن دی اے

تو غلامانِ رسول میدانِ محشر میں بھی ہر راستہ میں یا رسول اللہ کے نعرے لگاتے ہوئے نظر آ رہے ہوں گے۔

یارسول اللہ! یا محمد یارسول اللہ! پکارتے ہوئے۔

بتایئے وہابی صاحب! صحیح مسلم صحاح کی کتاب ہے کہ نہیں؟ اس کے اندر حضور علیہ السلام کی آمد پر وہ سب کچھ کہ جو ہم غلامانِ رسول جشن آمد محبوب کے موقع پر کرتے ہیں' اس کا ثبوت ہے کہ نہیں؟ یہ مردوں اور عورتوں کا چھتوں پہ چڑھنا اور غلاموں اور خادموں کا رستوں میں پھیلنا جلوس ہے کہ نہیں؟ اور ان رستوں میں ندائے یا محمد یارسول اللہ نعرۂ رسالت کا ثبوت ہے کہ نہیں؟ لیکن یہ سب کچھ اس وقت بھی غلاموں اور خادموں نے کیا تھا' آج بھی غلام اور خادم ہی کرتے ہیں۔ گستاخانِ رسالت آج اپنے لیڈروں کے لیے جلوس نکالتے ہیں اور امام الانبیاء علیہ السلام کے جشن آمد والے جلوس کو بدعت قرار دیتے ہیں حالانکہ بروزِ محشر ان کو بھی جلوس نکالنا پڑے گا۔

منکرین جلوسِ میلاد' قیامت کے میدان میں جلوس نکالیں گے

ملاحظہ ہو! سورۂ زمر کی آخری آیات میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ الخ ۔(پ۲۴'الزمر:۷۱)

"اور کافر جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے گروہ در گروہ' یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے الخ"۔

اور اگلی آیت میں ہے کہ

قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ○ (پ۲۴'الزمر:۷۲)

"فرمایا جائے گا: جاؤ جہنم کے دروازوں میں اس میں ہمیشہ رہنے تو کیا ہی بُرا ٹھکانہ (ہے) متکبروں کا"۔

اسی طرح آقا علیہ السلام کے غلام بھی جلوس کی شکل میں جنت میں جائیں گے۔

غلامانِ مصطفیٰ بھی بروزِ محشر جلوس کی شکل میں جنت جائیں گے

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا الخ ۔(پ۲۴ الزمر:۷۳)

"اور جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کی سواریاں گروہ در گروہ جنت کی طرف چلائی جائیں گی یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے الخ"۔

غلامانِ رسول جو یہاں جشن آمد رسول کا جلوس نکالتے ہیں' میدانِ محشر میں آمد مصطفیٰ ہوگی تو بھی جلوس نکالیں گے اور جیسے یہاں جلوس میں اپنی شفاعت کے طلبگار ہوتے ہیں' ایسے ہی وہاں بھی طلبگار ہوں گے کہ مقامِ محمود پر

ع ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

مقامِ محمود مقامِ شفاعت ہے' اس لیے حق ہے کہ وہاں جلوس نکال کے شفاعت طلب کی جائے' مگر گستاخ اینڈ کمپنی جو اپنے مولویوں' سیاسی لیڈروں کے لیے جلوس نکالنا عین توحید اور سرکار کے لیے جلوس نکالنا بدعت سمجھتی ہے' وہاں بھی اپنے انہیں لیڈروں' مولویوں کے ساتھ جلوس میں ہوگی' سرکار کی شفاعت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہ ہوگا کیونکہ یہ ہر وقت یہ راگ الاپتے رہتے ہیں کہ کوئی کسی کی سفارش نہیں کرے گا "مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ" لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ

گناہگاروں کا روزِ محشر شفیع خیر الانام ہوگا
دلہن شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ السلام ہوگا

کیونکہ فرمانِ محبوب ہے کہ

شفاعتی یوم القیامة لاهل الکبائر من امتی ۔(سنن ابن ماجہ ص ۳۲۹)

بروزِ قیامت میری شفاعت میری اُمت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی۔

سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

شفاعتی للھالکین من امتی ۔ (سماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین)

میری شفاعت میرے ان اُمتیوں کے لیے ہے جنہیں گناہوں نے ہلاک کر ڈالا۔

تو جلوس قیامت کے میدان میں بھی نکلے گا اور یہ بات ثابت ہے کہ آمد محبوب عرش پر ہو تو جلوس اگر فرش پر ہو تو بھی جلوس۔

جلوس آمد مصطفیٰ علیہ السلام در شب اسریٰ

شب معراج محبوبِ خدا حبیب کبریا علیہ السلام کی آمدِ لامکاں پر بحکم ایزدی ملائکہ معصومین نے جلوس نکالا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عرش پر آج آمد ہے تو

اے جبریل! ستر ہزار فرشتہ تم ساتھ لے لو'

اے میکائیل! ستر ہزار فرشتہ تم ساتھ لے لو'

اور اے اسرافیل و عزرائیل! ستر ستر ہزار فرشتگان تم ساتھ لے لو اور دو لاکھ اسی ہزار فرشتوں کا جلوس لے کر (جلوس معراجِ مصطفیٰ یعنی محبوب کے عرش پر آنے کا جلوس لے کر) محبوب کے پاس حاضر ہو جاؤ۔ (ملخصاً درۃ التاج ص ۱۱۸)

جشن آمد محبوب پر بینرز بھی لگائے گئے

شب معراج جشن آمد محبوب علیہ السلام کے موقع پر آسمانوں کو بینرز کے ساتھ سجایا گیا

ع محبوب نے آنا ہے راہوں کو سجانے دو

حکم خداوندی کے مطابق آسمانوں کے راستوں کو سجایا گیا اور ان راستوں پر محرابیں بنائی گئیں' ان محرابوں پر بینرز آویزاں کیے گئے' جن پر مختلف آیات بھی لکھی گئیں'

ملاحظہ ہو! علامہ عبدالرحمان صفوری فرماتے ہیں کہ

پہلا آسمان

پہلے آسمان پر بینر لگایا گیا جس پر یہ آیت تحریر تھی:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ ۔

دوسرا آسمان

دوسرے آسمان کے بینر پر لکھا ہوا تھا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔

تیسرا آسمان

تیسرے آسمان کے بینر پر درج تھا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۔

چوتھا آسمان

چوتھے آسمان کا بینر اس آیت سے مزین تھا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۔

پانچواں آسمان

پانچویں آسمان کے بینر کی زینت یہ آیت مبارکہ تھی:

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۔

چھٹا آسمان

چھٹے آسمان کو اس آیت کریمہ سے رونق بخشی گئی تھی:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۔

ساتواں آسمان

ساتویں آسمان پراس آیت مبارکہ والا بینر آویزاں تھا:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا ۔ (نزہۃ المجالس جلد دوم ص ۱۳۲ از علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ)

معلوم ہوا کہ جب محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی آمد پر جلوس نکالنا' بینرز لگانا' رستوں کو سجانا' محرابیں بنانا' حکم تعمیل خداوندی اور سنت ملائکہ کرام ہے۔

آقا کے غلاموں کو میلاد منانے دو
محبوب نے آنا ہے راہوں کو سجانے دو

نوریوں کا مشعل بردار جلوس

صاحب معارج النبوت علامہ معین کاشفی لکھتے ہیں کہ

ایک روایت میں ہے کہ براق (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری) کے دائیں اسی ہزار فرشتے اور براق کے بائیں اسی ہزار فرشتے ایستادہ تھے' ہر ایک کے ہاتھ میں نورانی شمع تھی کہ ان کی چمک سے بطحیٰ کا دالان روشن تھا۔ (معارج النبوت جلد سوم ص ۱۲۷)

جشن آمد رسول پر نوریوں کا جلوس

صاحب جامع المعجزات شیخ محمد الواعظ الرھاوی تحریر فرماتے ہیں کہ

"اللہ نے خیر مخلوقات کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا تو جنت کے باسیوں' سدرہ کے مکینوں اور عرش کے حاملوں سے جبریل نے کہا:

کلمۃ اللہ تمام ہونے والا ہے' حکم الٰہی نافذ ہونے والا ہے' ان کا ظہور ہونے والا ہے جو بشیر و نذیر ہیں' سراج منیر ہیں' شافع و مشفع ہیں اور صاحب لواء الحمد ہیں' ان کی اُمت آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہوگی۔

عرش والو! وہ آنے والے ہیں جو صاحب امانت و دیانت اور مجاہد فی سبیل اللہ ہیں' وہ خیر مخلوقات ہیں' خاتم الانبیاء ہیں' وہ سب جہانوں کی طرف رحمت بنا کر بھیجے جانے

والے ہیں، وہ جن کا نام محمد واحمد ہے جو طٰہٰ و یٰسین ہیں، جن کا دین ناسخ الادیان ہے، دنیا میں ظہور فرمانے والے ہیں۔

جبریل کا اعلان سنتے ہی ملائکہ تسبیح و تکبیر میں مصروف ہو گئے، ابواب جہنم بند ہو گئے، جنت کے دروازے کھل گئے، اشجار جنت بار آور ہو گئے، جنت کی نہریں رواں ہو گئیں، طیور جنت نغمہ سرا ہو گئے، حور و غلمان وجد میں آ گئے، حجابات اُٹھ گئے اور احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے عالم بالا میں تجلیاں پھیل گئیں۔

اللہ نے جبریل کو حکم فرمایا کہ ایک لاکھ فرشتے لے کر زمین پر جاؤ، بحر و بر اور ارض و جبال میں پھیل جاؤ اور اہل زمین کو بشارت سنا دو کہ تمہیں پاک کرنے والا آ رہا ہے"۔

(جامع المعجزات ترجمہ علامہ عطاء المصطفیٰ جمیل، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور، ص ۲۹۷-۲۹۸)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال فلما فرغ جبرائیل علیه السلام من اهل السموت امره اللّٰه ان ینزل الی الارض فی مائة الف من الملئكة فیتفرقون فی الارض وعلٰی رؤس الجبال والجزائر والبحار وسائر الاقطار حتی بشروا اهل الارض السابعة السفلی ومستقر الحوت فمن علم اللّٰه منه القبول جعله تقیًا نقیًا طاهرًا زكیًا،

الخ ۔ (النعمت الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم عربی ص ۳۰)

راوی فرماتے ہیں کہ جب جبریل علیہ السلام اہل آسمان سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ ایک لاکھ فرشتوں کو لے کر زمین پر اتریں، پھر یہ فرشتے زمین کے تمام گوشوں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر، جزیروں اور سمندروں اور تمام اطراف و اکناف عالم میں پھیل جائیں، یہاں تک کہ ساتوں زمینوں کے باشندوں اور مستقر حوت (جہاں مچھلی ٹھہری ہوئی ہے) کے رہنے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت

دیں جو اس بشارت کو قبول کرے گا' اللہ تعالیٰ اسے پاک صاف اور پرہیزگار بنا دے گا۔

کیوں جی' وہابی صاحب! ملاحظہ فرمایا آپ نے

اللہ تعالیٰ کے حکم سے جلوس

جبریل علیہ السلام کی قیادت میں جلوس

ایک لاکھ فرشتوں کا جلوس

دولاکھ اسی ہزار کا جشن معراج پر اور ایک لاکھ نوریوں کا جشن میلاد پر جلوس

زمین کے تمام گوشوں پر جلوس

پہاڑوں کی چوٹیوں پر جلوس

جزیروں اور سمندروں اور تمام اطراف واکناف عالم میں جلوس

اور پھر بشارت (جشن) اور خوشخبریاں

ساتوں زمینوں کے باشندوں کو خوشخبریٔ میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مستقر حوت کے رہنے والوں کو خوشخبریٔ میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور جو اس بشارت کو قبول کرے اس کو خوشخبریٔ میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

گویا کہ بذریعہ جبریل امین علیہ السلام حکم الٰہی ہو رہا ہے کہ

فلک کے ستارو زمیں کی بہارو

سب عیدیں مناؤ حضور آ رہے ہیں

کیونکہ یہ بھی تو ارشادِ ربانی ہے کہ

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۔ (پ۱۱ یونس:۵۸)

''فرما دیجئے (اے محبوب!) اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے (ملنے کے) ساتھ انہیں چاہیے کہ یہ خوشیاں منائیں''۔

تو جن پر اللہ کا یہ فضل ہوا ہے اور اس کی رحمت جنہیں ملی ہے وہ خوشیاں مناتے ہیں'

فقیر نے عرض کیا ہے کہ

آج مومن خوش ہیں آئی عید میلاد النبی
عرش پر رب نے منائی عید میلاد النبی
دل میں عشق مصطفیٰ ہے روح پہ ہے صلِ علیٰ
اہل سنت نے سجائی عید میلاد النبی
لطف اس نے پا لیا جینے کا سرور بالیقیں
زندگی میں جس نے پائی عید میلاد النبی ﷺ

یاد رکھیے کہ عید ہر سال منائی جاتی ہے' اگر ہر سال منانا جائز نہ ہوتا تو عید الفطر یا عید الاضحیٰ بھی زندگی میں ایک ہی مرتبہ منائی جاتی اور جمعہ کی عید تو ہر ہفتہ منائی جاتی ہے' اس لیے غلامانِ رسالت اسی طرح عید میلاد منایا کرتے ہیں' اگر ہر سال منانا بدعت ہو جیسا کہ گستاخانِ رسالت کہا کرتے ہیں کہ

''ولادت تو ایک مرتبہ ہو گئی' تم ہر سال میلاد مناتے ہو؟''

تو پھر ان سے پوچھیے کہ قرآن تو ایک مرتبہ نازل ہو چکا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ (پ ۳۰' القدر: ۱)

''بے شک ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا''۔

تو تم ہر سال کیوں جشن نزول قرآن مناتے ہو؟

جس دلیل سے ہر سال جشن نزول قرآن منانا جائز ہے' اسی دلیل سے جشن ولادت صاحبِ قرآن منانا بھی جائز ہے؟ ''ما ھو جوابکم فھو جوابنا''

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے
حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائشِ مولیٰ کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

اور

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیاتِ ولادت کیجئے
جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا
ذکر اس کا اپنی عادت کیجئے

جلوس میں گنبد خضریٰ کے ماڈلز' حضور کے تبرکات کی شبیہات

منکرین میلا دو گستاخانِ رسالت کہا کرتے ہیں:

جلوس میں یہ جو گنبد خضریٰ کے ماڈلز یا سرکار دو عالم علیہ السلام کے عمامہ شریف و دیگر تبرکات کا فوٹو یا شبیہیں اُٹھائی اور جلوس کے آگے آگے چلائی یا ساتھ ساتھ لے جائی جاتی ہیں' یہ کہاں لکھا ہے اور اس کا ثبوت کہاں ہے؟ یہ بھی تو خلاف سنت (بدعت) ہے۔

تو عرض یہ ہے کہ اس کا ثبوت بھی قرآن کریم میں ہے' ملاحظہ ہو!

حضرت شمویل علیہ السلام کی قوم نے ان سے عرض کیا کہ ہم پر کوئی ایسا بادشاہ مقرر کیا جائے جس کے زیرِ قیادت و حکومت ہم جہاد کریں تو حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت نامی بادشاہ کو مقرر فرمادیا ہے اور

اِنَّ اٰیَةَ مُلْکِہٖۤ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَکِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَبَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِکَةُ.

(پ۲' البقرہ: ۲۴۸)

''اس (طالوت نامی بادشاہ) کی بادشاہت کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آئے گا' جس (تابوت) میں تمہارے رب کی طرف سے سکون واطمینان ہوگا اور جو کچھ آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون نے اپنے ترکہ میں چھوڑا اس میں سے کچھ بقایا (تبرکات) ہوں گے' اسے فرشتوں نے اُٹھا رکھا ہوگا''۔

اب اس تابوت میں کہ جسے ملائکہ نے اُٹھا رکھا تھا اور جلوس کی شکل میں لا رہے تھے کیا تھا؟ آیئے مفسرین سے پوچھتے ہیں:

اس تابوت میں کیا تھا جسے ملائکہ اُٹھا کر جلوس کی شکل میں لائے تھے؟

حضرت سید المفسرین امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

البقية: هي رضاض الالواح وعصا موسى وثيابه الخ.

(تفسیر کبیر ج ا ص ۵۰۸ مطبوعہ لاہور)

"**بقية مما ترك**" یہ کچھ تختیاں تھیں (تورات کی) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کے کپڑے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ

وقيل كان فيه لوحان من التوراة ورضاض الالواح التي تكسرت وعصاه موسىٰ ونعلاه وعمامة هرون وعصاه.

(تفسیر مظہری ج ا ص ۳۴۹ مطبوعہ کوئٹہ)

اور کہا گیا کہ اس میں تورات کی دو تختیاں تھیں اور کچھ ان تختیوں کے اجزاء جو ٹوٹ گئی تھیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء اور نعلین مبارک اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور عصا مبارک تھا۔

علامہ ابن کثیر دمشقی تفسیر ابن کثیر میں لکھتے ہیں:

عن ابن عباس في هذه الآيت (وبقية مما ترك آل موسىٰ وآل هارون) قال عصاه ورضاض الالواح

وكذا قال قتادة والسدي والربيع بن انس وعكرمة وزاد: والتوراة قال ابو صالح (وبقية مما ترك آل موسىٰ وآل هرون) يعني عصا موسىٰ وعصا هرون ولوحين من التوراة الخ.

وقال عطية بن سعد: عصا موسى و عصا هرون وثياب موسى وثياب هارون ورضاض الالواح .

وقال عبد الرزاق سألت الثورى عن قوله (وبقية مما ترك آل موسٰى و آل هارون)فقال منهم من يقول قفير ممن ورضاض الالواح ومنهم من يقول العصاء والنعلان .

(تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۵۹۹ از علامہ ابن کثیر دمشقی مطبوعہ کوئٹہ)

اس آیت (وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ الخ) کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور تورات کی تختیوں کے اجزاء تھے۔

اسی طرح قتادہ' سدی' ربیع بن انس اور عکرمہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا اور یہ زیادہ کیا کہ تورات بھی۔

ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ نے آیت مبارکہ (مندرجہ بالا) کے متعلق کہا: یعنی عصائے موسیٰ و عصائے ہارون اور توریت کی دو تختیاں۔

عطیہ ابن سعد نے کہا: عصاء موسیٰ' عصائے ہارون' موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے اور ہارون علیہ السلام کے کپڑے اور توریت کی تختیوں کے کچھ اجزاء۔

امام عبدالرزاق نے کہا کہ میں نے ثوری (رحمۃ اللہ علیہ) سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ بعض مفسرین نے کہا: ''من'' (جو کہ آسمان سے نازل ہوا' قوم موسیٰ پر) کا (دستر خوان میں سے کچھ) بچا ہوا کپڑا اور توریت کی تختیوں کے اجزاء اور بعض مفسرین نے فرمایا: عصاء اور نعلین موسیٰ علیہ السلام۔

امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسٰى) سے مراد موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور تختیوں کے ٹکڑے ہیں۔ (تفسیر در منثور ج ۱ ص ۸۱۸ اُردو' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

اسی طرح امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر طبری ج ۲ ص ۳۴۳ پر تحریر کیا ہے۔

اور امام وکیع' سعید بن منصور' عبد بن حمید' ابن ابی حاتم نے حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ تابوت میں یہ چیزیں تھیں:

موسیٰ علیہ السلام کا عصاء' موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے' ہارون علیہ السلام کے کپڑے' تورات کی دو تختیاں الخ۔ (سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۹۲۲)

امام اسحاق بن بشیر نے المبتداء میں اور ابن عساکر نے کلبی کے طریق سے حضرت ابو صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کیا ہے کہ "بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسٰى" سے مراد تختیوں کے ٹکڑے' موسیٰ علیہ السلام کا عصا' حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کی قباء الخ۔ (تفسیر عبد الرزاق ج ۲ ص ۳۵۸۔۳۰۸)

ان اشیاء کو ایک دو فرشتے بھی اٹھا کر لا سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

تَحۡمِلُهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ۔

اس (تابوت کو) ملائکہ نے اٹھایا۔

ملائکہ لفظ "مَلَكٌ" کی جمع ہے اور عربی میں جمع دو سے اوپر پر بولی جاتی ہے یعنی اس تبرکات کے تابوت کو اٹھا کر لانے والے ملائکہ کم از کم تین تھے اور زیادہ کا شمار نہیں ہے کہ کتنے تھے؟

تو جس تابوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تبرکات ہارون علیہ السلام کے تبرکات (عصاء' نعلین' کپڑے وغیرہ) تھے اس کو تعظیماً ملائکہ اپنے کندھوں پر جلوس کی شکل میں اٹھا کر لائے تھے۔

اب رہ گیا یہ اعتراض کہ "تم تو تصویریں اٹھاتے ہو' اس کا ثبوت کہاں ہے؟" تو

ملاحظہ ہو اس کا ثبوت بھی قرآن کریم میں ہے:

یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ ۔(پ۲۲ سباء:۱۳)

''اس (سلیمان) کے لیے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں''۔

یعنی جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اونچے اونچے محلات پتھروں سے پرندوں کی تصاویر ایسے ہی فرشتوں' انبیاء کرام کی تصاویر کیونکہ اس شریعت میں تصویر سازی اور تصویر رکھنی حرام نہ تھی۔ (تفسیر نور العرفان ص ۶۸۵' حاشیہ: ۸۔۹' مطبوعہ لاہور)

شریعت مصطفویہ میں جاندار کی تصویر بنانا رکھنا قطعاً حرام ہے اور غیر جاندار مثلاً کسی بلڈنگ یا مسجد یا عالیشان عمارت کی تصویر بنانا جائز۔

اللہ تعالیٰ نے شریعت سابقہ میں جو کچھ جائز تھا یعنی انبیاء و ملائکہ کی تصویر سازی' اس سے منع نہ فرمایا بلکہ اس کا ذکر آیت مندرجہ بالا میں فرمایا اور آل داؤد کو اس پر شکر کرنے کا حکم دیا:

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا ؕ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ ۝

(پ۲۲' سباء:۱۳)

''اے آل داؤد! شکر کرو اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر انعامات زیادہ ہوں شکر بھی زیادہ کرنا چاہیے' آل داؤد کو اللہ تعالیٰ نے یہ انعامات و اکرامات عطاء فرمائے کہ جنہیں آیت مندرجہ بالا میں ذکر فرمایا' یعنی انبیاء و ملائکہ کی تصاویر' عالیشان بلڈنگیں اللہ کے انعامات تھے' ان پر شکر بجالانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

ہماری شریعت میں چونکہ غیر ذی روح مثلاً مسجد نبوی' گنبد خضریٰ' بیت اللہ شریف کی تصاویر بنانی جائز ہیں' اس لیے ہم جلوس میلاد میں بناتے ہیں اور جشن آمد محبوب پر اللہ کا شکر بھی ادا کرتے ہیں جبکہ وہابی (قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ) کے خلاف ناشکرے

بنتے ہوئے ان اُمور سے روکتے ہیں اور انہیں بدعت کہتے ہیں جبکہ مفسرین نے فرمایا کہ متذکرہ بالا تابوت (اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ) کی تفسیر میں مفسرین نے فرمایا کہ اس تابوت میں انبیاء کی تصاویر بھی تھیں جنہیں ملائکہ نے اُٹھایا تھا' معلوم ہوا کہ

جلوس میلاد بھی جائز اور اس میں گنبد خضریٰ کی تصاویر اور ماڈل اُٹھانا اور ان کی تعظیم کرنا بھی جائز ہے۔

روضۂ انور کی شان و عظمت کم از کم اس قدر تو ہے کہ اسے شعائر اللہ قرار دیا جائے کیونکہ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کو اللہ تعالیٰ نے محض اس لیے شعائر اللہ قرار دیا کہ وہاں چند ساعات حضرت ہاجرہ دوڑی تھیں تو جس گنبد خضریٰ میں باعث تکوین کائنات صدیوں سے آرام فرما ہیں' وہ کیوں شعائر اللہ میں سے نہ ہوگا اور شعائر اللہ کی تعظیم تقویٰ القلوب ہے' ارشادِ ربانی ہے کہ

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۔ (پ۱۷ الحج:۳۲)

''اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے''۔

تو گنبد خضریٰ کے ماڈل اور روضۂ انور کو جلوس میلاد میں تعظیماً اٹھانا' ساتھ لے کر چلنا دلوں کا تقویٰ ہے۔

ذکر آیات ولادت یعنی اثبات جشن میلاد از قرآن کریم

یاد رہے کہ میلاد میرے آقا علیہ السلام کے دنیا پر تشریف لانے کو کہتے ہیں اور اس ولادت کے ذکر کو میلاد کہتے ہیں[1] اور سب سے پہلے ذکر میلاد رسول خود ذاتِ باری تعالیٰ

[1] ......اسے میلاد کہتے ہیں ولادت ہو تو ایسی ہو

اہل سنت و جماعت کے مایہ ناز عالم دین حضرت علامہ مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی سے ایک منکر میلاد وہابی ملاں اُلجھ پڑا اور اس نے فتووں کی مشین گرم کر دی کہ یہ بدعت ہے اور اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے' ایسا کرنے والے بدعتی ہیں' وغیرہ وغیرہ۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحات پر)

نے فرمایا ہے جو کہ قرآن کریم میں موجود ہے کہ

(۱) وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۔

(پ۳ آل عمران:۸۱)

(بقیہ حاشیہ) حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وہابی مولوی کو فرمایا۔ مولوی صاحب! بتایئے کہ میلاد میں کیا ہوتا ہے؟ کیا میلاد میں گالی گلوچ ہوتا ہے؟ کہنے لگا نہیں

فرمایا: تو کیا میلاد شریف میں ڈھول باجے یا تماشے ہوتے ہیں؟ بولا ایسا نہیں ہوتا۔

آپ نے فرمایا: کیا محفل میلاد میں کفریات بکے جاتے ہیں؟ اس نے کہا: ایسا بھی نہیں ہوتا۔

فرمایا: کیا میلاد میں کوئی گناہ کا کام کیا جاتا ہے؟ کہا: نہیں! ایسا جی نہیں ہوتا۔

فرمایا: تو مولوی صاحب! بتایئے میلاد کی محفلوں میں ہوتا کیا ہے؟ مولوی بہت افسردہ ہو کر بولا:

محفل میلاد میں حضور علیہ السلام کی ولادت' تشریف آوری' و دیگر معجزات کا بیان کیا جاتا ہے' اس کے بعد صلوٰۃ وسلام' دعائے خیر اور تقسیم تبرک کی جاتی ہے"۔

حضرت مولانا فضل الرحمان نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہوا کہ محفل میلاد میں صرف اور صرف ذکر آمد رسول ہوتا ہے اور فضائل و محامد مصطفویہ بیان کیے جاتے ہیں۔

مولوی وہابی صاحب نے پھر سر ہلا کر کہا: جی ہاں! ایسا ہی ہوتا ہے' نبی کریم کا مبارک ذکر ولادت ہوتا ہے' آپ نے یہ جواب سن کر ارشاد فرمایا کہ

اگر اسی ذکر کا نام میلادِ مصطفیٰ ہے اور یقیناً اسی آمد رسول فضائل و محامد نبوی کو میلاد شریف کہتے ہیں تو مولوی صاحب ایسا میلاد و اللہ تعالیٰ نے خود منایا' سرکار نے منایا' صحابہ نے منایا (ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ) ذکر آمد مصطفیٰ خود انبیاء کے سامنے ذات خداوندی نے فرمایا (انا دعوۃ الی ابراھیم وبشارۃ عیسیٰ) اپنے فضائل کا خطبہ حضور نے خود صحابہ کے سامنے پڑھا (آدم صفی اللہ' نوح نجی اللہ' ابراہیم خلیل اللہ ہیں' حضور نے فرمایا۔ آگاہ رہنا! میں حبیب اللہ ہوں) صحابہ نے مجلس برپا کر کے اسپیشل خطبے ارشاد فرمائے تو یہی کچھ اسی طریقہ سے ہم کرتے ہیں' گویا ہم تو ذات باری تعالیٰ اور اس کے حبیب اعلیٰ اور ان کے اصحاب کے طریقہ پر عمل کرتے ہیں کیونکہ ہم اہل سنت و جماعت ہیں تو تم اسے بدعت کہتے ہو' بتاؤ یہ کس کا طریقہ ہے کہ جو فضائل سید العالمین کے خطبے پڑھے اسے بدعتی کہا جائے؟ اور ایسی بابرکت محافل سے روکا جائے۔

مولوی صاحب قدموں پر گرے اور غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے معافی کے خواستگار ہوئے' گویا

ع شکار کرنے کو آئے' شکار ہو کے چلے

''اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)! یاد فرمایئے جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے اس بات کا پختہ وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت عطاء فرمادوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس عظمتوں والا رسول تصدیق فرماتے ہوئے اس کی جو کچھ تمہارے پاس ہو تو تم ضرور بالضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا''۔

میلاد النبی اور اصحاب رسول (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

وہ اصحاب رسول علیہم الرضوان کہ جن کے ایمانوں کو اللہ تعالیٰ نے تمام اُمت کے لیے نمونہ قرار دیا اور فرمایا:

اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ ۔ (پ ا البقرہ:۱۳)

''(ایسے) ایمان لاؤ جیسے لوگ (صحابہ کرام) ایمان لائے''۔

وہ نبی کے پیارے جانثار جن کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے معیارِ ہدایت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا ۔ (پ ا البقرہ:۱۳۷)

''پس اگر وہ ایمان لائیں ایسے جیسے (اے صحابہ) تم ایمان لائے ہو تو تحقیق وہ ہدایت پالیں''۔

اور جن محبوبانِ بارگاہِ محبوب خدا کے نقش قدم پر چلنا راہِ ہدایت پر گامزن ہونا ہے' نبی اکرم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم ۔ (مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

''میرا صحابی ستارے کی طرح ہے (ان میں سے) کسی ایک کے نقش قدم پر چلو گے ہدایت پالو گے''۔

ان صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ایک ہدایت کے ستارے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت عامر انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے' جبکہ وہ اپنے گھر میں اپنی قوم اور اپنے بچوں کو حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے واقعات کی تعلیم دے رہے تھے:

وکان یعلم وقائع ولادتہ علیہ السلام لابنآئہ وعشیرتہ ویقول ھذا الیوم ھذا الیوم ۔

•اور کہتے تھے کہ آج کا دن آج کا دن (بارہ ربیع الاول کا دن)۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

جس محفل میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارک کا ذکر پاک ہو وہ محفل میلاد ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی اس محفلِ میثاق میں فرمایا:

ان اللّٰہ فتح لک ابواب الرحمۃ وملئکتہ کلھم یستغفرون لک من فعل فعلک نجیٰ نجاتک۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور تمام ملائکہ تیرے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور جو شخص تیرے اس کام جیسا کام کرے گا وہ بھی تیری طرح نجات پائے گا۔ (التنویر فی مولد البشیر والنذیر للشیخ ابی الخطاب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

انہ کان یحدث ذات یوم فی بیتہ وقائع ولادتہ بقوم فیستبشرون ویحمدون اللّٰہ ویصلون علیہ اذ جآء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال حلت لکم شفاعتی۔ (ہدیۃ الحرمین ص ۴۰' رسول الکلام ص ۴۹' التنویر فی مولد البشیر والنذیر' جشن میلاد النبی کی شرعی حیثیت ص ۱۸۴)

وہ (ابن عباس) اپنے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے واقعات اپنی قوم کے سامنے بیان فرمارہے تھے اور سامعین خوش ہورہے تھے' اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی حمد وثناء اور حضور علیہ السلام پر درود وسلام پڑھتے ہوئے کہ اچانک حضور علیہ السلام جلوہ افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا: تمہارے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی۔

وہابی صاحب! صحابہ نے اپنے اپنے گھروں میں میلاد منایا اور ولادت کے واقعات اپنے بچوں اور اپنی قوم کے سامنے بیان کیے' انہوں نے خوش ہو کر سماع فرمائے اور حمد وصلوٰۃ کے گجرے بارگاہِ خداو مصطفیٰ میں پیش کیے تو سرکار نے یہ نہیں فرمایا:

ایسا نہ کرو یہ ناجائز ہے' معاذ اللہ!

کیا میں نے تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟

کیا کسی آیت قرآنی سے ایسا کرنا ثابت ہے؟

نہیں نہیں! بلکہ آقا علیہ السلام نے مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے انہیں لازوال و بے مثال انعامات سے نوازا کہ اے اپنے گھروں میں میری ولادت کا ذکر کرنے اور میرا میلاد منانے والو!

اللہ نے تمہارے لیے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں

تمام ملائکہ تمہارے لیے بخشش کی دعائیں کررہے ہیں'

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ ۔

پھر تمہارے پاس عظمتوں والا رسول آ جائے۔

لہٰذا یہ بھی محفل میلاد ہے جو سب سے پہلے ربِ کائنات نے فرمائی' اب بتائیے! ذکر میلاد کرنا اور جشن میلاد منانا' محفلِ میلاد سجانا بدعت ہے یا اللہ تعالیٰ کی سنت؟

وہابی صاحب! تم اللہ تعالیٰ کی سنت کو بدعت کہتے ہو جبکہ وہ فرماتا ہے کہ

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۔ (پ۲۲ فاطر:۴۳)

''تو تو ہرگز اللہ کی سنت کو تبدیل ہوتا نہ پائے گا''۔

جس طرح اس نے ذکر آمد محبوب فرمایا ہے اسی طرح ہوتا رہے گا' اس میں تبدیلی نہیں ہوگی' چاہے منکرین اور ان کی ذریت ایڑی چوٹی کا زور لگالیں بلکہ ذکر میلاد بڑھتا ہی چلا جائے گا' کیونکہ

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۔ (پ۳۰ الضحیٰ:۴)

''اور اے محبوب! آپ کی ہر پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر آئے گی''۔

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

اور ؎

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا

تم نجات پانے والے ہو

تمہاری مثل میلاد منانے والے بھی نجات پانے والے ہیں

اور تمہارے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی ہے۔

وہابیو! تم ان انعامات سے غلامانِ رسالت کو محروم رکھ کر کیوں جہنم کا ایندھن بنا چاہتے ہو؟

اللہ کی نعمت کا ذکر کرو

اللہ تعالیٰ نے خود بھی ذکر محبوب کی محفل سجائی اور حکم بھی دیا کہ

(۲) وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۔(پ۴ آل عمران:۱۰۳)

''اور اللہ کی نعمت کا ذکر کرو جو (اس نے) تم پر کی جبکہ تم دشمن تھے (آپس میں) تو تمہارے دلوں کو جوڑ دیا' پس تم اس کی نعمت کے ساتھ بھائی بھائی بن گئے''۔

تمہارا تو حال یہ تھا کہ

کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا
لب جو کہیں مسکرانے پہ جھگڑا
جو پیدا تھی ہوتی کسی گھر میں دختر
تو وہ زندہ گاڑ آتے تھے اس کو جا کر

میں نے اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم جیسی نعمت و رحمت عظمیٰ کو تم میں بھیجا تو تم بھائی بھائی ہو گئے' نفرت کی جگہ محبت' عداوت کی جگہ اُلفت' جنت کی جگہ امن آیا تو اس نعمت کی وجہ سے آیا۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
یتیموں کا والی' غلاموں کا مولیٰ
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

تو اس نعمت عظمیٰ کا ذکر کیا کرو تا کہ میرا شکر ادا ہو سکے۔

وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۔(پ۲'البقرہ:۱۵۲)

''اور شکر کیا کرو میرا انکار نہ کیا کرو''۔

وہابیو! انکار نہ کرو بلکہ

آؤ کریے ذکر محمد دا سن راضی رب دی ذات ہووے

اساں آسیاں دی اس محفل تے اوہدی رحمت دی برسات ہووے

اپنے رب کی نعمت کا چرچا کرو

(۳) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔(پ۳۰'الضحیٰ:۱۱ آخری آیت)

''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری (میلادِ مصطفیٰ) تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے کہ رب تعالیٰ نے اس نعمت کے عطاء فرمانے پر احسان جتلایا ہے کہ

(۴) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ۔

(پ۴'آل عمران:۱۶۴)

''البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر بہت بڑا احسان فرمایا جبکہ ان میں رسول کو مبعوث فرمایا''۔

اس نعمت کا چرچا کرنا اسی آیت پر عمل ہے' حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''آج کسی کے ہاں فرزند پیدا ہو تو ہر سال تاریخ پیدائش پر سالانہ جشن کرتا ہے' کسی کو سلطنت ملی تو ہر سال اس تاریخ پر جشن وجلوس مناتا ہے تو جس تاریخ کو دنیا میں سب سے بڑی نعمت آئی اس پر خوشی منانا کیوں منع ہوگا؟ خود قرآن کریم نے حضور علیہ السلام کا میلاد جگہ جگہ ارشاد فرمایا' فرماتا ہے:

(۵) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ ۔(پ۱۱'التوبہ:۱۲۸)

اے مسلمانو! تمہارے پاس عظمت والے رسول تشریف لے آئے ہیں' تو اس ولادت کا ذکر ہوا' پھر آگے فرمایا:

مِنْ اَنْفُسِكُمْ ۔

تمہارے نفسوں سے۔

حضور علیہ السلام کا نسب نامہ بیان ہوا کہ وہ تم میں سے یا تمہاری بہترین جماعت میں سے ہیں اور پھر

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔

حریص ہیں تم پر اور مؤمنین کے ساتھ رؤف ورحیم ہیں۔

حضور علیہ السلام کی نعت بیان ہوئی' آج میلاد میں یہی تین باتیں بیان ہوتی ہیں۔

(جاء الحق جلد اوّل ص ۲۰۸' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ' لاہور)

وہابی صاحب! کون سی بات میلاد شریف میں ہے جو خلاف قرآن وسنت ہے اور جسے تم بدعت کہتے ہو؟ اور نبی کریم سے عداوت کا برسرِ اسٹیج اعلان کرتے ہو' کچھ تو شرم آنی چاہیے۔

خود اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد بیان فرمایا

جناب وہابی صاحب! ذرا سورۂ مریم کا مطالعہ کیجئے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا پورا میلاد بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور ہر قرآن پڑھنے والا اس میلاد کو ایک مرتبہ ضرور پڑھتا ہے' ہماری محافل میلاد میں حضرت سیّدہ آمنہ والدۂ رسول رضی اللہ عنہا کا تذکرہ ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا والدۂ عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا اور پوری وضاحت کے ساتھ فرمایا' ملاحظہ ہو! ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

(۱) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ○ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۔ (پ۱۶' مریم:۱۶-۱۷)

''اور یاد کیجئے کتاب میں مریم کو جب اپنے گھر والوں سے پورب کی طرف ایک جگہ الگ گئی تو ان سے اُدھر ایک پردہ کرلیا''۔

ہم اپنی محافل میلاد میں سرکار کی آمد پر ملائکہ کا تذکرہ کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے پاس میلادِ عیسیٰ کے موقع پر جبریل علیہ السلام کی آمد کا تذکرہ فرمایا:

(۷) فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا○ (پ۱۶' مریم:۱۷)

''پھر ہم نے بھیجا ان (مریم) کے پاس اپنی روح (جبریل امین) کو مکمل مثل بشر بنا کر''۔

محفل میلاد میں حضرت آمنہ خاتون سے فرشتوں کے سلسلۂ کلام کا بیان کیا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت مریم و جبریل کا سلسلہ کلام بیان فرمایا:

(۸/۹) قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا○ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا○ (پ۱۶' مریم:۱۸-۱۹)

''بولی: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے' بولا: میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں''۔

(۱۰) قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا○ (پ۱۶' مریم:۲۰)

''بولی: میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا نہ میں بدکار ہوں''۔

(۱۱) قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا○ (پ۱۶' مریم:۲۱)

''کہا: یونہی ہے تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لئے کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور اپنی طرف سے ایک رحمت یہ کام ٹھہر چکا ہے''۔

پھر ہم حضرت آمنہ کے ایامِ حمل کا اور بشارات کا ذکر کرتے ہیں' یہ بھی ملاحظہ ہو!

(۱۳'۱۲)فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا٥ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا٥ (پ۱۶' مریم:۲۳_۲۵)

''اب مریم نے اسے پیٹ میں لیا پھر اسے لئے ہوئے ایک اور جگہ چلی گئی پھر اسے جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا بولی ہائے میں کسی طرح اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی۔

پھر ہم محافل میلاد میں تبرک' پانی' مٹھائیاں وغیرہ پیش خدمت حاضرین کرتے ہیں یہ بھی ملاحظہ ہو'فرمایا:

(۱۵'۱۴)فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا٥ وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا٥

(پ۱۶' مریم:۲۴_۲۵)

''تو اسے اس کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کھا' بے شک تیرے رب نے نیچے ایک نہر بنا دی ہے اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی کھجوریں گریں گی''۔[۱]

اور پھر محافل میلاد کے آخر میں صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے یہ بھی ملاحظہ فرمایئے'

---

[۱]......غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ رطب فرمایا ہے' کھجور دو قسم کی ہوتی ہے: رطب اور تمر' تمر خشک کھجور کو کہتے ہیں جسے پنجابی میں ڈوکا بولا جاتا ہے اور رطب اس کھجور کو کہتے ہیں جو اچھی طرح پک کر خود گر جائے' وہ زیادہ میٹھی اور نرم ہوا کرتی ہے تو تمر نہیں فرمایا رطب کہ میرے پیغمبر کا میلاد ہے' میں اس کی خوشی میں ڈوکا نہیں بلکہ نرم میٹھی اور تازہ کھجوروں گا' معلوم ہوا کہ میلاد نبی کے موقع پر نرم نرم مٹھائیاں بانٹنا بدعت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد پر ایک گلاس پانی نہیں پوری نہر اور نرم نرم میٹھی کھجوریں حضرت مریم کو عطا فرمائیں۔ (سبحان اللہ سبحان اللہ)

آخر میں سلام بھی موجود ہے:

(۱۶) وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ○

(پ۱۶ مریم:۳۳)

''اور سلام مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن اُٹھایا جاؤں''۔

فرمایئے وہابی صاحب! پورا پورا میلاد اللہ تعالیٰ نے اسی طریقہ سے کیا بیان نہیں فرمایا' جس طرح آج ہم بیان کرتے ہیں اور جس طرح ہم آخر میں کہتے ہیں کہ ؎

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

اور کیا یہ ''وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ '' پر عمل نہیں ہے؟ مگر آپ اسے بدعت قرار دیتے ہیں' سچ فرمایا کسی نے کہ ؎

خدا جب دین لیتا ہے عقل بھی چھین لیتا ہے

بشارت (خوشخبری) میلاد حضرت یحییٰ علیہ السلام

وہابی صاحب! غور کیجئے جس طرح ہم اپنے آقا کی ولادت کی مبارکبادیاں اور بشارتیں دیتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ کی بشارت عطاء فرمائی' ملاحظہ ہو! قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے کہ

(۱۷) یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامِ نِ اسْمُهٗ یَحْیٰی ۔ (پ۱۶ مریم:۷)

''اے زکریا! ہم تجھے خوشی (بشارت) سناتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے''۔

اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس مقام پر بھی سارا میلاد وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ حضرت زکریا نے بارگاہِ رب العزت میں اپنی ضعیفی اور بیوی کا بانجھ پن سب کچھ عرض کر کے بیٹا مانگا اور بشارت پر تعجب کرتے ہوئے یہ بھی عرض کیا کہ ان حالات میں

میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا اور جواباً باری تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ مجھ پر ایسا فرمانا نہایت آسان ہے اور پھر یہاں بھی آخر میں سلام پڑھا گیا' ملاحظہ ہو:

(۱۸) وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا ○ (پ۱۶ مریم ۱۵)

''اور سلام ہو اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن زندہ اُٹھایا جائے گا''۔

آخر وہابیوں کو ان سب اُمور سے اتنی چڑ کیوں ہے جو سب کے سب قرآن پاک میں بڑی توضیح وتشریح سے بیان کیے گئے ہیں؟

جشن مناؤ: ارشادِ خداوندی ہے: ''فَلْیَفْرَحُوْا''

(۱۹) ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ○ (پ۱۱ یونس:۵۸)

''تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے''۔

بعض علماء نے فرمایا کہ اللہ کا فضل حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور اللہ کی رحمت قرآن کریم' رب فرماتا ہے:

وَکَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ۔

اور بعض نے فرمایا کہ اللہ کا فضل قرآن ہے اور رحمت حضور ہیں' رب فرماتا ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے نزول کے مہینے یعنی رمضان میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے مہینے یعنی ربیع الاوّل کے مہینے خوشی منانا عبادت کرنا بہتر ہے کیونکہ رب کی رحمت ملنے پر خوشی کرنا چاہیے اور حضور تو رب کی بڑی اعلیٰ نعمت ہیں' یہ خوشی رب کی نعمتوں کا شکریہ ہے' یہ خوشی منانا دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے کیونکہ یہ خوشی عبادت ہے

جس کا ثواب بے حساب ہے۔ (تفسیر نورالعرفان ص ۳۴۲' حاشیہ: ۱۱:۳)

اللہ تعالیٰ کا فضل کبیر نبی کریم علیہ السلام ہیں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ۝ (پ ۲۲' الاحزاب: ۴۷)

''اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ (حضور کی جلوہ گری) ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے''۔

''رحمةً للعٰلمین'' بھی نبی کریم علیہ السلام ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (پ ۱۷' الانبیاء: ۱۰۷)

''ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بھیجا''۔

اور حصولِ فضل و رحمت پر جشن منانے کا حکم بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرما دیا ہے' کیا اب بھی کوئی ابہام باقی ہے۔ ''فَلْيَفْرَحُوْا'' ''فرحت سے ہے۔

اردو میں خوشی' عربی میں فرحت' فارسی میں جشن

مترادف الفاظ ہیں' جن کا معنی ایک ہی ہے تو پھر ''فَلْيَفْرَحُوْا'' کا معنی فارسی میں یہی ہوگا کہ ''جشن منانا چاہیے'' تو جشن تو دھوم دھڑکے سے ہی منایا جاتا ہے اور یہ تعمیل ارشادِ خداوندی ہے' جبکہ غیر شرعی حرکات اور ممنوعات سے پاک ہو۔

وہابی صاحب! میں آپ سے ہی فتویٰ لینا چاہتا ہوں کہ یہ جو پورے ملک میں ۱۴' اگست کو جشن آزادی منایا جاتا ہے' اس کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

ع بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

تمام ذریت وہابیہ اس وقت اس جشن آزادی منانے میں پیش پیش ہوتی ہے' معلوم ہے نا کہ اگر مخالفت کی تو غداروں کی صف میں نام آ جائے گا' اس وقت یہ جشن منانا عین سنت کیسے بن جاتا ہے؟ مجھے اس فتویٰ کا شدت سے انتظار رہے گا۔

ہم تو جشن فضل خدا ورحمت عالمین بحکم ایزدی مناتے ہیں' تم کس کے حکم سے جشن آزادی مناتے ہو' کہیں خدا کے مقابلہ میں کسی اور کا حکم مان کر مشرک تو نہیں ہو جاتے ہو؟

حضور علیہ السلام کی آمد کی بشارت دینا سنت انبیاء ہے

یہ دیکھئے! حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام' امام الانبیاء علیہ السلام کی آمد کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

(۲۰) وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ ۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ۔(پ۲۸' الصف:۶)

''اور ان رسول کی خوشخبری سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے' ان کا نام احمد ہے''۔

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ

انا دعوة ابی ابراهیم وبشارة عیسٰی ..(مشکوٰۃ ص۵۱۳)

میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔

تو اگر حضور علیہ السلام کی جلوہ گری سے چھ سو سال قبل مبارکباد دینا اور خوشخبری سنانا جائز ہے اور ایسا کرنے والا کوئی عام آدمی نہیں کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں تو پھر حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد مبارکباد دینا اور خوشخبری سنانا (جشن منانا' مٹھائیاں بانٹنا' جلوس نکالنا) کیوں ناجائز ہے؟

وہابی جی! یہ بدعت نہیں حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے' اسی لیے تو حکم فرمایا گیا ہے کہ ''فَلْيَفْرَحُوْا'' جشن مناؤ اور گلی گلی' محلہ محلہ' نگر نگر دھوم مچادو کہ

مبارک ہو کہ ختم المرسلیں تشریف لے آئے
جناب رحمۃ للعٰلمین تشریف لے آئے

مبارک باد ہے ان کے لیے جو ظلم سہتے تھے
کہیں جن کو اماں ملتی نہ تھی برباد رہتے تھے

وہابی جی! ہمیں منع نہ کرو کیونکہ تم اپنے گھر بچہ پیدا ہونے پر ان سب بدعات کا ارتکاب کرتے ہو اور خوب کرتے ہو۔

تیرے گھر جم پیندا نگا جیہا بال اے
جی و جی خوشی نال ہندا فرنہال اے
گھر گھر ونڈے جاندے لڈواں دے تھال اے
ایدھر وی تے دیکھ ایہہ تے آمنہ دا لال اے
ایہدی واری آکھدا ایں خوشیاں مناؤ نہ
مولوی جی ساہنوں ایس کم توں ہٹاؤ نہ

(اصغر علی اصغر مرحوم شاعر اہل سنت)

کسی کے روکنے سے اہل سنت رک نہیں سکتے
یہ منکر جھوٹے ہیں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتے

انہیں اللہ کے دن یاد دلایئے ''الآیت''

(۲۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ۔(پ۱۳ ابراہیم:۵)

''اور انہیں (اے حبیب!) اللہ کے دن یاد دلایئے''۔

حکیم الامت گجراتی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

''اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ میلاد معراج وشب قدر میں علماء سے وعظ کرانا محمود ہے وہ واعظین اللہ کے دن یاد دلاتے ہیں دوسرے یہ کہ جن دنوں کو اللہ کے پیاروں سے کوئی خاص نسبت ہو جائے وہ اللہ کے دن بن جاتے ہیں یہاں ایام اللہ سے مراد یا تو قومِ عاد وثمود پر عذاب آنے کی تاریخیں ہیں یا بنی اسرائیل پر من وسلویٰ

اترنے کی اور فرعون کے غرق ہونے کی' اگلی آیت سے اس دوسری تفسیر کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ (تفسیر نور العرفان ص ۴۰۷' حاشیہ: ۴' ماتحت آیت مندرجہ بالا)

اگلی آیت یہ ہے کہ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۔

(پ۱۳' ابراہیم:۶)

''اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا کہ یاد کرو اپنے اوپر اللہ کا احسان جب اس نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو بُری مار دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیاں زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کا بڑا فضل ہوا''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: (اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ) ان انعاماتِ الٰہی کا تذکرہ کیا کرو' چنانچہ یہودی عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے کیونکہ اس دن فرعون ڈوبا تھا' اس یادگار میں اسلام میں بھی یہ روزہ اوّلاً فرض تھا' اب سنت ہے' ملاحظہ ہو!

عن عائشة ان قريشا كانت تصوم يوم عاشوراء في الجاهلية ثم امر رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم بصيامه حتى فرض رمضان فقال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم من شآء فليصمه ومن شآء افطر ۔ (بخاری شریف جلد اوّل ص ۲۵۲)

ترجمہ ملاحظہ ہو!

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش جاہلیت میں عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے (بھی) اس روزے کا حکم فرمایا' یہاں تک کہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو حضور نے ارشاد فرمایا: اب جو چاہے یوم عاشور کا روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ

صام النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء وامر بصیامہ فلما فرض رمضان ترک وکان عبد اللّٰہ لا یصومہ الا ان یوافق صومہ ۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۲۵۴)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (خود بھی) یوم عاشور کا روزہ رکھا اور (دوسروں کو بھی) اس کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا' پھر جب رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو (یہ روزہ) چھوڑ دیا گیا اور عبداللہ (بن عمر) پھر روزہ نہیں رکھتے تھے مگر اس لیے کہ اس (فرضی روزہ کے) موافق نہ ہو جائے (یعنی یہ نہ سمجھا جانے لگے کہ عاشورا کا روزہ بھی حسب سابق فرض ہے)

یوم نجات کو روزہ رکھ کر منایا گیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فرأی الیہود تصوم یوم عاشوراء فقال ما ھذا قالوا ھذا یوم صالح ھذا یوم نجی اللّٰہ بنی اسرائیل من عدوھم فصامہ موسیٰ قال فانا احق بموسی منکم فصامہ وامر بصیامہ ۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۲۶۸' مشکوٰۃ' کتاب الصوم' باب صوم التطوع' فصل ثالث)

نبی کریم علیہ السلام مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا' پس فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ (تم عاشورے کے دن

روزہ کیوں رکھتے ہو؟) تو انہوں نے کہا کہ یہ صالح دن ہے' یہ وہ دن ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دی تو موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا۔

نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

پس ہم تمہارے سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے حقدار ہیں' پس آپ نے روزہ رکھا اور حکم فرمایا اس دن روزہ رکھنے کا۔

چنانچہ یہودی روزہ رکھتے تھے عاشورے کے دن کا کیونکہ اس دن فرعون ڈوبا تھا' اس یادگار میں اسلام میں بھی یہ روزہ اوّلاً فرض تھا' اب سنت ہے' معلوم ہوا کہ بزرگوں کی یادگار منانا بڑی تاریخوں میں عبادات کرنا سنت انبیاء ہے تو اللہ تعالیٰ نے حکماً فرمایا: ''اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ'' اے بنی اسرائیل! تم ان نعمتوں کا ذکر کیا کرو اور ان کی یاد منایا کرو۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نعمت اللہ ہیں کہ نہیں؟ اور ان کی تشریف آوری (میلاد النبی) پر یوم تشکر منانا چاہیے کہ نہیں؟ اور یومِ میلاد منانا چاہیے کہ نہیں؟

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے بڑی نعمت اللہ ہیں

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ نعمت عظمیٰ ہیں کہ اللہ نے ان کو مبعوث فرما کر احسان جتلایا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ۔ (پ۴' آل عمران:۱۶۴)

''البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مؤمنین میں رسول اللہ کو مبعوث فرما کر بہت بڑا احسان ان پر فرمایا ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کے حصول پر اس کی یاد منانے کا حکم بھی فرمادیا ہے کہ

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا ۔(پ۴ آل عمران:۱۰۳)

''اور یاد مناؤ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی کہ جب تم دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں کو (اس نعمت کے صدقہ سے) جوڑ دیا اور تم اس نعمت کے صدقہ سے بھائی بھائی ہو گئے''۔

اور فرمایا:

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ۔

اور یاد دلایئے (اے محبوب!) ان (صحابہ کرام) کو اللہ کے دن۔

تو اس نعمت عظمیٰ کے حصول کے دن سے زیادہ عظیم کون سا دن ہوگا جس کی یاد منائی جائے؟

ایام اللہ سے مراد کیا ہے؟

پہلا قول: ایام اللہ سے مراد وہ وقائع ہیں جن میں طوفان، جراد، قمل، ضفادع دم وغیرہ متواتر نازل ہوئے۔

دوسرا قول: **ومن ذلك ايام العرب لحروبها وملاحمها ليوم ذى قار يوم فجار يوم قضه وغيره ۔**

تیسرا قول: نسائی اور عبداللہ بن احمد زوائد المسند (امام احمد بن حنبل) میں اور بیہقی شعب الایمان میں ابی ابن کعب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر ایام اللہ میں فرماتے ہیں کہ ''احسانات الٰہی جو بنی اسرائیل پر ہوئے، وہ مراد ہیں''۔

راغب اصفہانی مفردات میں فرماتے ہیں:

''ایام اللہ میں سب سے بڑی نعمت کے دن ولادت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دن اور معراج ہے'' گویا ان دونوں ایام کی یاد قائم کرنا بھی اس آیۂ کریمہ کے حکم میں داخل ہے اور اس اصل کے تحت ان بزرگوں کے ایام ولادت وفات بھی آتے ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ نے نعمتیں علم وعرفان اور تقرب کی نازل کیں۔

جیسے حضور داتا گنج بخش، حضور غوث پاک، سرکار الہند غریب نواز اجمیری، قطب عالم بختیار کعکی، محبوب الٰہی سلطان الاولیاء دہلوی، بابا فرید گنج شکر، حضرت علاؤ الدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ان کی ولادت کا جشن ان کی وفات کے دن عرس حدّ شریعت تک ''وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ'' کے تحت آتا ہے۔

پھر اسی میں محرم الحرام کا عشرہ، یوم بدر وغیرہ رمضان المبارک سب ایام اللہ ہیں۔

(تفسیر الحسنات جلد سوم ص ۳۸۳، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری بھیروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عربی میں نعمتوں کو بھی ایام کہا جاتا ہے اور گذشتہ واقعات کو بھی یہاں دونوں مراد لیے جاسکتے ہیں، یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو وہ نعمتیں یاد دلائیں جو ہم نے ان پر فرمائیں، کس طرح انہیں فرعون کے ظلم واستبداد سے رہائی دی! کس طرح

ل...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے ہمیں کیا جہنم سے نجات نہیں ملی ارشادِ ربانی ہے کہ

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۔ (پ۴، آل عمران: ۱۰۳)

''اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا تو اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچادیا''۔

یعنی کہ تم میں اپنا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھیجا اور تم کو ان کی اطاعت کی توفیق بخشی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لیے دوزخ سے بچنے کے لیے وسیلۂ عظمیٰ بنایا تو اگر قوم موسیٰ کو فرعون سے نجات ملنے کے دن اللہ تعالیٰ اس دن کی یاد منانے کا حکم فرماتا ہے تو ہمیں بھی دوزخ سے نجات ملنے کے دن کی یاد منانے کا حکم فرماتا ہے کہ (وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ) لہٰذا میلاد النبی پر خوشی منانا تعمیل ارشادِ ربانی ہی تو ہے، نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ

انما سميت احمدًا لانى احيد عن امتى نار جهنم . (تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۱ ص ۲۷۶)

میرا نام احید اس لیے ہوا کہ میں اپنی امت سے آتش دوزخ دفع فرماتا ہوں۔

تو جس محبوب کی وجہ سے امت آتش دوزخ سے محفوظ رہے اس کا جشن ولادت کیوں نہ منایا جائے؟

سمندر سے انہیں سلامتی سے گزارا اور کس طرح ان کی آنکھوں کے سامنے فرعون کو غرق کیا' انہیں گزری ہوئی قوموں کے واقعات و حالات سنائیں' الخ۔

(تفسیر ضیاء القرآن جلد دوم ص ۵۰۵' از پیر کرم شاہ بھیروی رحمۃ اللہ علیہ)

عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ

قال ابن عباس وابی بن کعب ومجاهد و قتادة "بنعم الله" وقال مقاتل "بوقائع الله فی الامم السابقة قوم نوح وعاد وثمود" "والتقدير فذكرهم بما كان فی ايام الله الماضية من النعمة او البلاء" ۔ (تفسیر مظہری ج ۵ ص ۲۵۴۔۲۵۵' مطبوعہ کوئٹہ)

ابن عباس' ابی بن کعب' مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں: ایام اللہ سے مراد اللہ کی نعمتیں ہیں۔ (تفسیر بغوی ج ۴ ص ۲۷' التجاریہ) مقاتل فرماتے ہیں: اس سے مراد قومِ نوح' عاد اور ثمود کے واقعات ہیں۔ (تفسیر بغوی ایضا) پس تقدیر یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی گزشتہ نعمتیں اور آزمائشیں یاد دلاؤ۔ (مظہری)

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ

امام ابن ابی جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ ایام اللہ سے مراد گزشتہ قوموں کے حالات و واقعات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر جاری فرمائے۔ (تفسیر در منثور ج ۴ ص ۱۹۲' اردو)

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے (وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ) کے تحت روایت فرمایا:

"ایام اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر فرمائی تھیں' اللہ تعالیٰ نے انہیں قوم فرعون سے نجات دی تھی' ان کے لیے سمندر کو پھاڑ دیا تھا' ان پر بادلوں کا سایہ کیا تھا اور ان پر من و سلویٰ اتارا تھا"۔ (تفسیر طبری ج ۱۳ ص ۲۱۹' تفسیر در منثور اردو ج ۴ ص ۱۹۲' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۹۱' تفسیر کبیر الرازی ج ۷ ص ۶۵)

نبی کریم علیہ السلام نے خود "ذکرھم بایام اللّٰہ" پر عمل فرمایا

امام اجل حافظ الحدیث حضرت سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ

جب "وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ" کا ارشاد نازل ہوا تو آپ نے وعظ فرمایا (صلی اللہ علیہ وسلم)

امام ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن سلمہ عن علی یا الزبیر کے طریق سے روایت کیا ہے' فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطاب فرماتے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلاتے تھے۔

(تفسیر در منثور جلد چہارم ص۱۹۲)

جناب وہابی صاحب! اب تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بیان کی محفل سجا کر اس میں وعظ کرنا خود ذاتِ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے ثابت ہو گیا تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انعاماتِ خداوندی کا ذکر کرنا' اس کی محفل سجا کر وعظ کرنا اور شکریہ کے طور پر یہ دن منانا تو سنت ہے بدعت نہیں!

تو اگر اس ذاکر اعظم انعاماتِ الہیہ کی آمد پر اس کے میلاد و ذکر کی محفل سجانا' اس نعمت عظمیٰ کے شکریہ میں جشن منانا' خوشی کرنا' وعظ کرنا کیوں کر بدعت ہو گا؟

وہابی صاحب! یہ تمہاری ہی جرأت و بے باکی ہے کہ سنت کو بدعت کہہ کر جہنم کا ایندھن بن رہے ہو اور لوگوں کو درِ رسول سے دور لے جانے کی نئی مذموم راہیں نکال کر خود بدعتی قرار پا رہے ہو' کچھ خدا کا خوف کرو۔

مولانا مفتی اقتدار احمد نعیمی کہتے ہیں کہ "وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ الآیت" سے چند مسائل مستنبط ہوئے:

پہلا مسئلہ: اچھے دنوں کی یادگاریں قائم کرنا جائز بلکہ واجب ہیں' اس سے دینی دنیوی بہت فوائد ہیں' یہ مسئلہ ''وَذَكِّرْهُمْ الخ'' سے مستنبط ہوا کیونکہ ''ذَكِّر'' امر ہے اور امر اصلی معنی میں وجوب کے لیے ہوتا ہے' لہٰذا محفل میلاد' شب معراج اور گیارھویں' بارھویں' پاکستان کی یادگار وغیرہ سب جائز ہیں۔ (تفسیر نعیمی پارہ ۱۳' ص ۴۹۰)

خلاصہ تفسیرات

مندرجہ بالا تمام تفاسیر کے حوالجات سے خلاصہ یہ نکلا کہ ''ایام اللّٰہ'' سے مراد وہ دن ہیں کہ جن دنوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں پر انعامات فرمائے' ان کی یاد منانے اور ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو جس دن اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کا حصول ہوا' گویا وہ سب سے بڑا اللہ تعالیٰ کا دن ہے' لہٰذا اسے سب دنوں سے اعلیٰ طریقہ سے منانا چاہیے اور اسے شایانِ شان طریقہ سے منانا' اسی آیت کریمہ پر عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس دن کی عظمت سمجھنے اور پھر اعلیٰ پائے پر منانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

اثبات میلاد از احادیث مبارکہ

منکرین میلاد کہا کرتے ہیں کہ

''محافل میلاد کرنا' میلاد شریف منانا بریلویوں کی ایجاد نو ہے (بدعت ہے) حدیث میں اس کا ثبوت کہیں نہیں ہے''۔

اس کا جواب دینے سے قبل میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو جگہ جگہ سیرت کے جلسے ہوتے ہیں' ان پر لائٹنگ اور چراغاں ہوتا ہے' ٹیوبیں وغیرہ لگتی ہیں' اسٹیج بنتے ہیں' دریاں بچھتی ہیں' شامیانے لگتے ہیں' مولوی آ کر گلے پھاڑ پھاڑ کر سارا زور حضور علیہ السلام کی اور اولیاء کاملین کی گستاخیوں پر صرف کرتے ہیں بہیت کذایہ کس حدیث سے ثابت ہے' کیا یہ سب کچھ بدعت نہیں ہے؟

کیا اس طرح سیرت کے جلسے حضور نے کیے؟ صحابہ کرام نے کیے؟

کیا اس طرح جشن نزولِ قرآن مقررہ شب قدر میں حضور نے یا صحابہ کرام نے منایا؟

کیا جشن صد سالہ دیوبند منانے کا ثبوت قرآن وسنت میں ہے؟

کیا اہل حدیث کا یوم تأسیس منانا کسی آیت یا روایت سے ثابت ہے؟

جب ایسا کرنا ثابت نہیں ہے اور یقیناً ثابت نہیں ہے تو پھر کیا تم بھی بدعتی قرار نہیں پاتے؟

اگر تم بدعتی قرار نہیں پاتے تو اہل سنت میلادِ مصطفیٰ منا کر کیوں بدعتی قرار پاتے ہیں؟

کیا یہ یک طرفہ ڈگری نہیں ہے؟

کیا قرآن وسنت کے قوانین سب اُمت کے لیے یکساں نہیں ہیں؟

کیا یہ فتویٰ ہائے کفر و بدعت و شرک صرف میلاد منانے والوں کے لیے ہی ہیں؟

کیا یومِ پاکستان، جشن آزادی، یوم دفاع منانے اور یوم پیدائش قائداعظم محمد علی جناح وعلامہ اقبال منانے پر بھی یہی فتویٰ جاری ہوگا؟

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۔ (پارہ ۲، البقرہ: ۱۹۶)

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (پارہ ۱، البقرہ: ۱۱۱)

وہابی صاحب! ان سوالات کا جواب آپ پر قرض ہے جو آپ کو ہر حال میں چکوانا ہے، ورنہ اہل سنت یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ وہابیوں کو صرف اور صرف ذاتِ رسول اللہ علیہ السلام سے عداوت ہے، بس اور کچھ نہیں اور تمہیں دعوتِ فکر دینے میں بھی ہم حق بجانب ہوں گے کہ موت آنے اور توبہ کا دروازہ بند ہونے سے پہلے آؤ اس عداوتِ رسول کو اپنے سینوں سے نکال دو اور سچے پکے غلامانِ رسول بن جاؤ اور جہنم کا ایندھن بننے سے محفوظ ہو جاؤ۔

جہاں تک میلادِ مصطفیٰ کا ثبوت حدیث سے ثابت کرنے کا مطالبہ ہے تو عرض کرتا ہوں کہ آؤ!

تم سیرت النبی منانا ثابت کرو...... صحاح ستہ میں سے کہیں دکھاؤ کسی امام حدیث نے سیرت النبی کا باب ہی باندھا ہو...... اور یاد رکھو تم نہیں دکھا سکتے ہو...... اور فقیر صحاح کی عظیم کتاب جامع الترمذی سے "باب ماجاء فی میلاد النبوی" دکھاتا ہے ملاحظہ ہو! امام ترمذی نے باب ہی یہ باندھا ہے کہ

"باب ما جآء فی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" .

(جامع الترمذی ج۲ ص۲۰۲)

اور اس باب کے تحت یہ حدیث بھی لائے ہیں کہ مطلب ابن عبداللہ ابن قیس ابن مخرمہ اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

ولدت انا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل .

(جامع الترمذی ج۲ ص۲۰۲)

میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام فیل (فیل کے سال) پیدا ہوئے۔

اور امام ترمذی کہتے ہیں: "ھذا حدیث حسن غریب الخ" یہ حدیث حسن غریب ہے۔

وہابی جی! بتایئے کیا صحابی رسول اپنا اور رسول اللہ کا میلاد بیان کر کے بدعتی تو نہیں ہوگئے؟ (معاذ اللہ تعالیٰ)

کیا امام ترمذی اس روایت کو بیان کر کے بدعتی تو نہیں ہوگئے؟ (استغفر اللہ تعالیٰ)

وہابی صاحب! آپ کی تسامح اور چشم پوشی پر میں واری واری جاؤں کہ

اللہ فرمائے: "سَلَامٌ عَلَيۡهِ يَوۡمَ وَلِدَ" آپ نہ مانیں۔

ایک پیغمبر فرمائے: "وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوۡمَ وَلِدۡتُّ" آپ نہ مانیں۔

صحابی فرمائیں: "ولدت انا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام

الفیل'' مگر آپ کو ہرگز نظر نہ آئے۔

اور آپ بدعت بدعت کے گولے برساتے ہی چلے جائیں (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

مگر وہابی جی! آپ کی چشم پوشی اور بدعت کے فتووں سے کون میلاد منانا چھوڑے؟

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اور

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

وہابی صاحب! اب تو خود آپ کے مجدد نواب صدیق الحسن بھوپالوی ''الشمامۃ العنبریہ'' میں مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی ''سراجاً منیراً'' ''سیرۃ المصطفیٰ'' میں مولوی نواز چیمہ ''خطباتِ چیمہ'' میں مولوی اشرفعلی تھانوی ''مواعظ میلاد النبوی'' میں اسی طرح ''نشر الطیب'' میں سارے کا سارا میلاد لکھ کر بدعتی ہو چکے ہیں' ذرا ان کی بھی خبر لیجئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا میلاد منایا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے اپنے فضائل کا خطبہ ارشاد فرما کر محفل میلاد منائی' ملاحظہ ہو! حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اللّٰہ اصطفٰی من ولد ابراھیم اسماعیل واصطفٰی من ولد اسماعیل بنی کنانۃ واصطفٰی من کنانۃ قریشًا واصطفٰی من

قریش بنی هاشم واصطفانی من بنی هاشم ۔

(جامع الترمذی جلد دوم ص ۲۰۱' مشکوۃ ص ۵۱۳' نشر الطیب تھانوی ص ۱۸)

بے شک اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام سے اسماعیل علیہ السلام کو چنا اور اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے بنی کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور مجھے بنی ہاشم سے چنا۔

حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا:

ان اللّٰہ خلق الخلق فجعلنی من خیر فرقهم وخیر الفریقین ثم خیر القبائل فجعلنی من خیر القبیلة ثم خیر البیوت فجعلنی من خیر بیوتهم فانا خیرهم نفسا وخیرهم بیتا ۔

(جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۰۱)

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو مجھے ان میں سے بہتر فرقہ سے بنایا اور فریقین کو پسند فرمایا تو جن قبائل کو پسند کیا مجھے ان میں سے بہتر قبیلہ سے پسند فرمایا' پھر گھروں کو پسند کیا تو مجھے بہتر گھرانے سے پسند فرمایا پس میں ان سے ذاتی اور گھرانے کے اعتبار سے بہتر ہوں۔

نبی کریم علیہ السلام سے حضرت عباس راوی ہیں کہ

فقام النبی صلی اللہ علیه وسلم علی المنبر فقال من انا فقالوا انت رسول اللّٰہ قال انا محمد بن عبد اللّٰہ بن عبد المطلب ان اللّٰہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرهم ثم جعلهم فرقتین فجعلنی فی خیرهم فرقة ثم جعلهم قبائل فجعلنی فی خیرهم قبیلة ثم جعلهم بیوتا فجعلنی فی خیرهم بیتا وخیرهم نفسا ۔(جامع الترمذی جلد دوم ص ۲۰۱)

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: میں کون ہوں؟

صحابہ کرام نے عرض کیا: آپ اللہ کے رسول ہیں' تو آپ نے فرمایا: میں محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ہوں' بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان میں سے اچھے لوگوں میں پیدا فرمایا' پھر اچھے لوگوں کی دو جماعتیں بنائیں اور مجھے ان لوگوں کی بہتر جماعت میں سے بنایا' پھر ان کے قبیلے بنائے تو مجھے ان میں سے اچھے قبیلے سے بنایا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان قبیلوں کے گھر بنائے تو مجھے اچھے گھر والوں سے بنایا' پس میں ذات حسب ونسب کے لحاظ سے ان سب سے بہتر ہوں۔

بتایئے وہابی جی! کیا یہ محفل میلاد نہیں ہے؟

صحابہ سامعین ہیں' خطیب الانبیاء صحابہ سے خطاب فرما رہے ہیں اور موضوع فضائل مصطفیٰ ہے' تو ایسی محفل سجا کر لوگوں کے سامنے حضور علیہ السلام کے حالات ولادت وفضائل ومحامد نبوی بیان کرنا ان احادیث سے ثابت ہے کہ نہیں؟ اور نبی کریم علیہ السلام کی سنت ہے کہ نہیں؟ مگر آپ ہیں کہ بڑی ڈھٹائی سے کہے جاتے ہیں:

حدیث سے ثابت نہیں...... بدعت ہے...... نبی کریم نے ایسا نہیں کیا۔

خرد کو جنوں کہہ دیا جنوں کو خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

وہابی صاحب! لیجئے ملاحظہ کیجئے! ایک اور حدیث مبارکہ:

حضور علیہ السلام نے خود اپنی ولادت کے حالات بیان فرمائے

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بارگاہِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں اپنی ذات پاک کے بارے آگاہ فرمایئے! ''اخبرنی عن نفسك'' تو ارشاد فرمایا: ''انا دعوة ابی ابراهیم وبشری عیسٰی علیه السلام ورأت امی حین حملت بی انه خرج منها نور اضاء ت له قصور الشام''۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۶۰ الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴ مشکوٰۃ ص ۵۱۳ تاریخ الخمیس ج ۴ ص ۲۲۱)

میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا (کا ثمر) ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور جب میری والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا مجھ سے حاملہ ہوئیں تو ان سے ایک نور خارج ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے وہ نور میں ہوں۔

نور ازلی چمکیا غائب اندھیرا ہو گیا
کملی والا آ گیا ہر تھاں سویرا ہو گیا

کیوں جی وہابی صاحب! سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ

میں دعائے ابراہیم ہوں بشارتِ عیسیٰ ہوں وہ نور ہوں جس کی روشنی سے میری والدہ نے شام کے محلات دیکھ لیے۔

کیا یہ سب کچھ وہی باتیں نہیں ہیں جو ہم غلامانِ رسالت محافل میلاد میں بیان کرتے رہتے ہیں اور اسے آپ بدعت کے فتوؤں سے نوازتے رہتے ہیں حالانکہ رسول اللہ کے خود بیان فرمانے سے یہ بیان کرنا سنت قرار پائے ہم تو سرکار کی سنت سمجھ کر بیان کرتے ہیں کہ

ہوا پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

یوم میلاد کی اہمیت

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم الاثنین فقال فیه ولدت . (مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن کا روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس دن ہماری ولادت ہوئی (لہٰذا روزہ رکھا کرو)

وہابی جی! جن اہل حرمین کو تم اپنے سے ملانا باعث افتخار سمجھتے ہو اور کہتے ہو کہ وہ بھی

ہمارے عقیدہ۔ کہ وہابی ہیں وہ آج بھی پیر کے دن کا روزہ اس لیے رکھتے ہیں کہ یہ یومِ میلادِ مصطفیٰ ہے مگر تم ہو کہ اس مقام پر انہیں بھی بدعتی کہنے سے نہیں چوکتے ہو؟

ع ارے تجھ کو کھائے تپ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے

اہل حرمین کا میلاد منانا ہمارے لیے کافی ہے (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ربیع الاوّل شریف میں حضور علیہ السلام کا مولود شریف تمام اہل حرمین یعنی مکہ شریف اور مدینہ شریف کے لوگ کرتے ہیں' پس ان کا میلاد شریف منانا ہی ہمارے واسطے حجت یعنی دلیل کافی ہے۔ (امداد المشتاق ص ۵۰' از مولوی رشید احمد گنگوہی)

بتایئے ذریتِ نجدیہ!

اثبات رفع یدین کے لیے تو تمہارے نزدیک اہل حرمین حجت ہیں'

اثبات آمین بالجہر کے لیے تو تمہارے نزدیک اہل حرمین حجت ہیں'

دیگر مسائلِ فقہیہ میں تو آپ اہل حرمین کے ساتھ ہیں!

مگر میلاد شریف منانے میں آپ ان سے اتنا سخت اختلاف کرتے ہیں کہ وہ اکیلے ہی اس میدان میں رہ جاتے ہیں اور آپ دُم دبا کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں' آخر

۱...... پاکستانی وہابیوں کی دورنگی چال

پاکستان کے وہابی جیسے میلاد شریف کے سلسلہ میں اہل حرمین کے کٹر مخالف ہیں' اسی طرح بیس رکعت نماز تراویح میں بھی ان کی زبردست مخالفت کرتے ہیں' وہ تراویح بیس رکعت ادا کرتے ہیں' یہ اسے بدعت قرار دے کر آٹھ رکعت ادا کرنا سنت بتاتے ہیں' تمام اہل حرمین حنبلی مقلد ہیں' جبکہ یہ وہابی غیر مقلد ہیں اور تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ

شرک کی اک شاخ ہے تقلید
تو نے سچ کہا ثناء اللہ

ہم کہتے ہیں کہ

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

وجہ کیا ہے؟ کہ میٹھی میٹھی ہپ اور کڑوی کڑوی تھوہ۔ میاں محمد صاحب عارف کھڑی رومیؒ پنجاب فرماتے ہیں کہ

بعض رنگاں تے مر مر جاویں بعضیاں توں ہٹ کھاویں
بعضیاں منّیں بعضیاں منکر توں منصف کیویں سداویں

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی میلادِ مصطفیٰ کی محفل سجائی' ملاحظہ ہو! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

جلس ناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخرج حتی اذا دنی منھم سمعھم یتذاکرون قال بعضھم ان اللہ تعالیٰ اتخذ ابراھیم خلیلًا وقال آخر "موسیٰ کلمہ اللہ تکلیمًا" وقال آخر "فعیسیٰ کلمۃ اللہ وروحہ" وقال آخر "آدم اصطفاہ اللہ تعالیٰ" ۔(ترمذی، مشکوٰۃ ص۵۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) تشریف فرما تھے' پس حضور علیہ السلام تشریف لائے حتیٰ کہ ان سے قریب ہو گئے تو انہیں کچھ تذکرہ کرتے ہوئے سنا' ان میں سے بعض نے کہا کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنایا۔
دوسرے صاحب بولے کہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔
ایک اور صاحب گویا ہوئے:
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔
ایک دوسرے صحابی نے ارشاد فرمایا:

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا۔
تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"قد سمعت کلامکم عجبکم ان ابراھیم خلیل اللّٰہ وھو کذلك وموسٰی نجی اللّٰہ وھو کذلك وعیسٰی روحہ وکلمتہ وھو کذلك وآدم اصطفاہ اللّٰہ وھو کذلك الا وانا حبیب اللّٰہ" ۔(ترمذی مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

تحقیق میں نے تمہارا کلام کرنا اور تعجب میں پڑنا سنا' یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں (جیسا کہ تم نے کہا) اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے راز کی باتیں کرنے والے ہیں' واقعی وہ ایسے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی روح اور کلمہ ہیں' واقعی وہ ایسے ہی ہیں' حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا' واقعی وہ ایسے ہی ہیں مگر خیال رکھنا کہ میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں۔

کیوں جی وہابی صاحب! صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ذکر انبیاء و فضائلِ مرسلین کی محفل (محفل میلاد) سجائی کہ نہیں؟ نبی کریم علیہ السلام نے اور دیگران اصحاب رسول کے سامعین نے اس محفل میں شرکت کر کے اس کو سنا کہ نہیں اور پھر اسی محفل میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فضائل کا خطبہ ارشاد فرما کر اور صحابہ نے یہ خطبہ سن کر محفل میلاد منائی کہ نہیں؟ اور اس طرح فضائل انبیاء کی محفل (محفل میلاد) برپا کرنا سنت صحابہ بنا کہ نہیں اور فضائل سیّد المرسلین بیان کرنا خود سنت مصطفویہ قرار پایا کہ نہیں اور سنی بریلوی حنفی اسی طرح کر کے سنت پر عمل کرتے ہیں کہ نہیں؟
اور تم اسے بدعت قرار دے کر جہنم کا ایندھن بنتے ہو کہ نہیں؟
ایک اور صحابیٔ رسول حضرت عطاء ابن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

لقیت عبد اللّٰہ ابن عمرو بن العاص قلت اخبرنی عن صفة

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی التوراۃ قال اجل واللّٰہ انہ لموصوف فی التوراۃ ببعض صفتہ فی القرآن ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۲)

میں حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور عرض کیا: مجھے حضور علیہ السلام کی وہ نعت سناؤ جو توریت میں ہے انہوں نے کہا:

۱..... میلاد کا مقام ....نوافل وقیام..... سنت خیر الانام علیہ السلام

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ شب اسریٰ کے دولہا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اتیت بدابۃ فوق الحمار ودون البغل خطوھا عند منتھی طرفھا فرکبت ومعی جبرئیل علیہ السلام فسرت فقال انزل فصل ففعلت فقال اتدری این صلیت؟ صلیت بطیبۃ والیھا المھاجر ثم قال انزل فصل فصلیت فقال اتدری این صلیت؟ صلیت بطور سیناء حیث کلم اللّٰہ موسیٰ علیہ السلام ثم قال انزل فصل فصلیت فقال اتدری این صلیت؟ صلیت بیت لحم حیث ولد عیسیٰ علیہ السلام الخ (سنن النسائی جلد اول ص ۷۷۔۷۸)

ایک چوپایہ لایا گیا (شب معراج) جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا اس کا قدم منتہائے نظر پر پڑتا تھا میں اس پر سوار ہوا اور میرے ساتھ جبریل علیہ السلام تھے پس میں چلا تو حضرت جبریل نے عرض کیا۔ اتریے اور نماز (نفل) ادا کیجئے! پس میں نے (ایسا) کیا تو جبریل نے عرض کی: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نفل ادا کیے؟ آپ نے طیبہ میں نفل ادا کیے جو آپ کی ہجرت گاہ ہے (پھر میں چلا تو) جبریل نے کہا: اتریے اور (نفل) نماز ادا کیجئے! پس میں نے نفل پڑھے تو جبریل نے عرض کیا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کس جگہ پر یہ نماز (نفل) ادا کی؟ آپ نے طور سینا وہ مقام جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اس مقام پر نفل ادا کیے ہیں پھر (میں چلا تو) جبریل نے عرض کی: اتریے اور (نفل) نماز ادا فرمایئے! پس میں نے نفل ادا کیے تو جبریل نے عرض کیا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے (یہ نفل) نماز کہاں ادا کی؟ آپ نے (یہ نفل) نماز بیت اللحم میں ادا کی ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد ہوا تھا (ان کی ولادت والی جگہ پر)

(باقی حاشیہ اگلے صفحات پر)

ٹھہرو! سنو! اللہ کی قسم! وہ البتہ ضرور موصوف تھے قرآن میں ان بعض صفات سے جو توریت میں ہیں۔

(بقیہ حاشیہ) اس حدیث مبارکہ سے مندرجہ ذیل اُمور ثابت ہوئے:

(۱) مدینہ منورہ جا کر آپ کی ہجرت گاہ سمجھتے ہوئے نوافل ادا کرنا سنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۲) جس جگہ کو کسی اہل اللہ سے نسبت ہو جائے وہاں پر رک کر (دورانِ سفر) نفل ادا کرنا بھی میرے مدنی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی سنت ہے جیسا کہ طورِ سینا کو موسیٰ علیہ السلام سے نسبت ہے اور میرے آقا نے وہاں نفل ادا کیے۔

(۳) پیغمبر کے میلاد والی جگہ پر (میلاد النبی کی نسبت سے) نفل ادا کرنا بھی تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے جیسا کہ بیت اللحم (مقامِ میلاد عیسیٰ علیہ السلام) پر سرکار نے نفل ادا فرمائے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے اس جگہ کا تعارف ہی میلاد کے حوالہ سے کروایا کہ "حیث ولد عیسیٰ علیہ السلام" اس حیثیت سے (یہاں نفل ادا کیے کہ) وہ مقام ولادت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔

کیوں جی وہابی صاحب!

اگر میلاد اور میلاد النبی والی جگہ کی کوئی اہمیت نہ ہوتی تو سیدنا جبریل علیہ السلام اس مقام پر کسی اور حوالے سے تعارف کرواتے یا یہاں نفل ادا کرنے کے لیے عرض نہ کرتے کہ یہ میلاد کی جگہ ہے اس کی کیا حیثیت ہے؟ بس ٹھیک ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یہاں پیدا ہوئے تھے اس وقت نفل ادا کر لینے کافی تھے اب تو سینکڑوں سال کا عرصہ گزر گیا اب کیا ضرورت ہے؟

حضرت جبریل علیہ السلام نے باقی تمام حوالے چھوڑ کر صرف اور صرف میلاد کے حوالے کا ذکر فرمایا کہ "حیث ولد عیسیٰ علیہ السلام" تاکہ پتا چل جائے کہ میلاد کے حوالہ سے جگہ کی اہمیت کا عقیدہ اور وہاں میلاد کی وجہ سے نفل ادا کرنا (میلاد النبی منانا) اور میلاد سے سینکڑوں سال بعد نبی کریم سے وہاں نفل ادا کروانا صرف بریلوی ایجاد نہیں جبریلی اعتقاد ہے اور یہ صدیوں پرانا طریقہ ہے۔

شب معراج: آسمانوں کو سجا کر...... محرابیں بنا کر...... بینرز لگا کر...... راستے سجا کر...... جہنم بجھا کر جنت کی زیبائش کروا کر...... جبرائیل و میکائیل اسرافیل و عزرائیل کو جھنڈے پکڑا کر...... براق بھیج کر خصوصی طور پر اس مقامِ ولادت پر نفل اس لیے بھی پڑھوائے گئے کہ کل اگر میرے حبیب کے غلام اس کے میلاد سے سینکڑوں سال بعد میلاد کے موقع پر

ما رجائیں ...... جھنڈیاں لگائیں...... جھنڈے لہرائیں...... محرابیں بنائیں...... بینرز لگائیں...... رستے سجائیں...... زیبائش و آرائش کا سامان کریں...... بسیں...... گاڑیاں...... اونٹ وغیرہ بازاروں میں سجا کر لائیں تو

کوئی بے ایمان یا گل ان پر پھبتیاں نہ کسے اور بدعت و کفر و شرک کے فتوے نہ دے بلکہ ان کو یہ سب کچھ کرنے میں حق بجانب تصور کرے کہ شب معراج یہ سب اہتمام و انتظام کر کے میلادِ عیسیٰ علیہ السلام منایا گیا اور "وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ" کے مطابق اس دن کی یاد منائی گئی' جس دن عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد ہوا تھا اور "قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا" پر عمل کرتے ہوئے یہ سب اہتمام و انتظام بھی کیا گیا اور نوافل بھی پڑھے گئے کہ "هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ" کا عملی مظاہرہ بھی ہو جائے۔

نثار تیری چہل پہل پر ہزار عیدیں ربیع الاوّل
سوائے ابلیس کے جہاں میں بھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

حدیث مبارکہ میں لفظ "والیھا المھاجر" پر توجہ فرمائیں
کہ یہ طیبہ (مدینہ منورہ) آپ کی ہجرت گاہ ہے۔

ابھی ہجرت گاہ بنی نہ تھی بلکہ زمانہ مستقبل میں بننی تھی مگر اس کا ادب و احترام اور اس میں نوافل پہلے سے ادا کیے گئے۔

معلوم ہوا کہ جو مقام اہل اللہ سے نسبت (مستقبل میں) پانے والا ہو وہ بھی محترم و معظم ہوا کرتا ہے' اس مقام میں برکت و عظمت اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی رکھی ہوئی ہے' ملاحظہ ہو!

حضرت سلیمان علیہ السلام نے مدینہ منورہ کی تعظیم کی

صاحب تفسیر نعیمی جناب مفتی صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ

روایت ہے کہ ایک مرتبہ تخت سلیمانی کسی سفر پر جاتے ہوئے ایک جنگل پر سے گزرنے لگا تو سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ تخت اتار لیا جائے چنانچہ تخت زمین پر آ گیا' آپ نے اپنے تمام ساتھیوں سے فرمایا کہ

"یہ گیارہ میل کا میدان سب لوگ پیدل ننگے پیر طے کریں گے"۔

جب میدان طے ہو گیا تو تخت لایا گیا' سب لوگ دوبارہ تخت پر بیٹھے' آپ نے اس جگہ کچھ دیر قیام فرما کر ایک محفل قائم فرمائی۔

محفل میلاد اور سلیمان علیہ السلام

جس میں آپ نے تقریر فرماتے ہوئے اس میدان کو پیدل اور ننگے پیر طے کرنے کی وجہ بیان فرمائی کہ

"ایک وقت آئے گا جب یہاں سرکار ختم المرسلین و انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے' اس کو اپنا وطن بنائیں گے' یہیں آپ کا مزار مقدس ہوگا"۔

پھر کچھ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت خوانی فرمائی اور فرمایا کہ

"ساری مخلوق پر اس جگہ کا ادب واجب ہے"۔

اس وقت آپ کے ساتھ ایک بادشاہ طبع نام کے تھے انہوں نے عرض کی کہ حضور! اگر اجازت ہو تو میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہیں ٹھہر جاؤں سلیمان علیہ السلام نے اجازت دے دی اس طرح سب سے پہلے یہاں آبادی اور رہائش کی بنیاد ان ہی بادشاہ اور ان کے ساتھیوں نے رکھی اور بادشاہ کے نام پر اس شہر کا نام طبع یا طوبیٰ رکھا گیا جو بعد میں طیبہ کہلایا۔

پھر اس کا نام ایک شخص کے نام پر یثرب رکھا گیا' آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام بدل کر مدینہ رکھا' جس کو رب تعالیٰ نے منورہ بنا دیا اور طیبہ یا طوبیٰ نام باقی رکھا مگر یثرب نام ختم کر دیا' اس لیے کہ یثرب کا ایک معنی خراب بھی ہے' یعنی ترب اور بیماریوں والا' اب اس کو یثرب کہنا شرعاً گناہ ہے جو جان کر کہے گا وہ بدبخت جہنمی ہے۔

طبع بادشاہ کا مکان وہی تھا جس میں ہجرت کے وقت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ رہتے تھے' حضرت ایوب انصاری اسی بادشاہ کی اولاد میں سے تھے' آج وہاں مسجد قبا شریف ہے۔

بادشاہ نے وفات کے وقت ایک رقعہ لکھا تھا جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ ادب' تقریر' عید میلاد النبی کی محفل اور اس سرزمین کا تعارف' پھر اپنا یہاں ٹھہر جانا' بستی آباد کرنا' اس کا نام رکھنا' اپنا غائبانہ ایمان لانا اور عشق مصطفیٰ میں اپنا حال اور ہر چیز کا تذکرہ لکھا' وہ رقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام تھا' نسل در نسل ہوتا ہوا اس وقت حضرت ایوب انصاری کے پاس تھا' جب اس گھر میں آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو خود فرمایا:

''لاؤ ہمارے نام لکھا ہوا خط''۔

تب حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حیران اور خوش ہوتے ہوئے وہ خط دیا۔

(تفسیر نعیمی ج ۷ ص ۳۶۷۔۳۶۸' مطبوعہ نعیمی کتب خانہ' گجرات)

اس ماں دیاں ریساں کون کرے؟

روایت ہے کہ ایک مرتبہ تخت سلیمانی اُڑتا چلا جا رہا تھا تو نیچے زمین پر کھڑی ایک عورت نے کہا کہ

''قربان جاؤں اس ماں پر جس کا ایسا شان و شوکت' عزت و عظمت والا بیٹا ہے''۔

آپ نے فرمایا کہ

''میری ماں سے بھی افضل ایک اور ماں دنیا میں آنے والی ہے جو محمد مصطفیٰ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں ہوگی''۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۔

(تفسیر نعیمی پارہ ۷' ص ۳۶۸' مطبوعہ گجرات)

آج لوگ کہتے ہیں کہ حضرت آمنہ مؤمنہ نہ تھیں' معاذ اللہ! مگر سلیمان علیہ السلام انہیں اپنی والدہ سے افضل بتا رہے ہیں۔

آج بے ایمان کہتے ہیں: روضۂ رسول کی نیت کر کے مدینہ منورہ نہ جاؤ مگر اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اسی نیت سے کہ یہاں حضور کی آخری آرام گاہ ہوگی' اس کا ادب واحترام کرتے اور اس زمین پاک پر ننگے پاؤں چل رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

اور ارشاد فرمایا کہ

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

ابھی وہاں سرکار کی جلوہ گری ہوئی نہ تھی..... مرقد منورہ بنانہ تھا کہ سلیمان علیہ السلام مع اپنے سارے لشکر کے تمام شہر مدینہ کا علاقہ (جو اس وقت جنگل و بیابان تھا) پیدل اور ننگے پاؤں طے فرما رہے ہیں تو اب تو وہ مدینہ منورہ میرے آقا کی ہجرت گاہ بن چکا ہے اور وہاں آپ کا روضۂ انور موجود ہے تو اس مقام کا ادب واحترام کتنا ضروری اور لازم ہوگا؟

بعد ہجرت مدینہ منورہ افضل ہے مکہ معظمہ سے بھی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ (پ۳۰ الضحیٰ:۴)

''اور آخری (گھڑی) بہتر ہے آپ کے لیے پہلی سے''۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ۔ (پ۱۴ النحل:۴۱)

''اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے مظلوم ہو کر ضرور ہم دنیا میں ان کو اچھی جگہ دیں گے''۔

علامہ مفتی اقتدار احمد نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

ان آیات طیبات سے چند مسئلے مستنبط ہوتے ہیں:

پہلا مسئلہ: تمام فقہاء اور اہل علم فرماتے ہیں کہ ہجرت نبوی کے بعد مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ افضل ہے' چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بہت دلائل قائم فرمائے ہیں' اس آیت کریمہ نیز سورۃ والضحیٰ کی آیت ۴: (وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى) سے بھی یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے' اس لیے کہ یہاں مدینہ طیبہ کو ''حسنۃ'' یعنی

ساری کائنات میں تمام مقامات سے شرافت وفضیلت والا شہر فرمایا گیا ہے اور اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے وطن مکہ معظمہ کے مقابل دوسرے وطن مدینہ طیبہ کو "خیر" فرمایا گیا۔

یہ دونوں آیتیں مدینہ طیبہ کی فضیلت کے ثبوت میں اتنی مضبوط دلیلیں ہیں کہ مخالفین کے پاس ان کا کوئی جواب نہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔ (تفسیر نعیمی پارہ ۱۴ ص ۲۸۲ مطبوعہ گجرات)

اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ شہر ... مدینہ منورہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ

اللّٰهم انك اخرجني من احب البقاع فاسكني من احب البقاع اليك۔ (المستدرک للحاکم' جذب القلوب اُردو ص ۲۶)

یا اللہ! تو نے مجھے اس شہر سے ہجرت کروائی جو مجھے دنیا کی تمام بستیوں سے زیادہ محبوب تھا' اب مجھے وہاں سکونت عطاء فرما جوجگہ تجھے تمام کائنات سے زیادہ محبوب ہو۔

تو اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ السلام کا مسکن قیامت تک کے لیے مدینہ منورہ بنا دیا' معلوم ہوا کہ یہ شہر اللہ تعالیٰ کو بھی ساری کائنات کے شہروں سے زیادہ محبوب ہے' اس لیے یہی افضل ہے۔

نبی اکرم علیہ السلام کا محبوب شہر...... مدینہ منورہ

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو دعا فرمائی کہ

اللّٰهم حبب الينا المدينة كحبنا مكة او اشد۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۲۵' از شیخ محقق دہلوی)

اے اللہ! مدینہ منورہ کو ہمارا محبوب شہر بنا دے جیسا کہ مکہ مکرمہ ہمارا محبوب شہر تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ حضور علیہ السلام کو مکہ مکرمہ سے زیادہ پسند تھا لہٰذا مکہ سے افضل ہے۔

صحابیِ رسول کا عقیدہ

حضرت استاذ حاکم نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۰۷ ہجری) فرماتے ہیں کہ

روایات میں آیا ہے کہ مروان بن الحکم نے مکہ مکرمہ میں خطبہ دینا شروع کیا' ایک دن منبر پہ بیٹھا مکہ کے فضائل بیان کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ پر جن اکرام وانعام کی بارش کی ہے' اس کی مثال کہیں نہیں ملتی' وہ اس موضوع پر بڑی لمبی گفتگو کر رہا تھا' (صحابیِ رسول حضرت) رافع بن خدیج بھی منبر کے ساتھ ہی بیٹھے اس کی باتیں سن رہے تھے' وہ اُٹھے اور کہنے لگے:

آپ نے مکہ کی بڑی تعریف کی' بڑا مبالغہ کیا' میں سنتا رہا' اس سے انکار نہیں کہ مکہ بڑا محترم شہر ہے مگر آپ نے مدینہ منورہ کا ذکر نہیں کیا' میں نے حضور کی زبان سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب چاہتے جہاں چاہتے نبی کریم علیہ السلام کی محفل نعت و محفل میلاد سجا لیتے اور نعتیں سنتے سناتے' فضائل محبوب کے تذکرے کرتے کراتے تھے اور اسی طرح آج بھی ہم جہاں چاہیں جب چاہیں سرکار

المدينة افضل من مكة ۔(شرف النبی ص۳۹۲)

مدینہ منورہ' مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔

طیبہ نہ سہی زاہد مکہ ہی سہی افضل

ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

پھر حضرت جبریل کا یہ عرض کرنا کہ طور سینا پر دو نفل ادا فرمایئے' اس پر بھی غور ہو کہ وہاں کلیم اللہ علیہ السلام کا کلام ہوا تو وہ مقام معظم' مکرم' متبرک ہو گیا تو جہاں حبیب اللہ علیہ السلام تا قیام قیامت آرام فرما رہے ہیں' اس مقام کی عظمت کا اندازہ کون کرے؟

علماء اُمت کا اجماع

شیخ محقق علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

تمام علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اجماع کے بعد یہ بات ثابت ہے کہ وہ ٹکڑا زمین جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے ملا ہوا ہے' وہ تمام اجزائے زمین یہاں کہ کعبہ سے بھی افضل ہے' بعض علماء کہتے ہیں کہ وہی ٹکڑا تمام آسمانوں سے بلکہ عرشِ اعظم سے بھی افضل ہے۔(جذب القلوب ص۲۲' اُردو از شیخ محقق)

لے فقیر اس موضوع پر ہی تحریر کرتا جائے تو کتاب کا موضوع ہی فضائل مدینہ منورہ ہو کر رہ جائے گا مگر بخوف طوالت اس موضوع کو یہیں چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے۔

تو اس حدیث پاک میں بھی میلاد النبی کو اجاگر کیا گیا جو منکرین میلاد والی حدیث کہلا کر میلاد کو بدعت کہتے ہیں' ان کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ اس پر غور کریں ورنہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ

اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی

سوائے بدعت سازی کے اور کوئی کام ان منکرین عظمت مصطفیٰ کو نہیں ہے' بس فتویٰ سازی ہی ان کا کام ہے کہ

جس نے میلاد پر جھنڈا لگایا وہ بھی — بدعتی

جس نے گھر کو سجایا وہ بھی — بدعتی

جس نے ٹیوبیں مرچیں لگائیں وہ بھی — بدعتی

جس نے میلاد کا جلوس نکالا وہ بھی — بدعتی

کی نعتوں کی محفل (محفل میلاد) سجا لیتے، نعتیں پڑھ پڑھا لیتے ہیں کہ یہ سنت صحابہ کرام ہے۔

وہابی صاحب! اتنے قرآن و سنت کے دلائل ہم نے پیش کیے جن میں اثبات محفل میلاد موجود ہے، کہیں تم بھی کوئی ایک دلیل پیش کرو کہ حضور نے اس سے منع فرمایا ہو یا صحابہ کرام نے کہا ہو کہ ایسا نہ کیا کرو؟

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○

کسی امر کو ناجائز، بدعت، منع کہنے کے لیے دلیل ضروری ہے

جس امر سے منع نہ کیا گیا ہو وہ مباح ہے، اسے ناجائز قرار دینے کے لیے قرآن و حدیث سے دلیل کی ضرورت ہے کیونکہ "**الاصل فی الاشیاء اباحة**" ہر شیء میں اصل اباحت ہے اور حلال وہ جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اعلیٰ قرآن و حدیث میں حلال فرمادیں اور حرام وہ ہے جسے حرام قرار دے دیں اور جس سے خاموشی فرمائیں وہ مباح ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ

الحلال ما احل اللّٰه فی کتابه والحرام ما حرم اللّٰه فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفی عنه ۔(جامع الترمذی جلد اول ص۲۰۶)

حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن کریم) میں حلال قرار دیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن کریم) میں حرام قرار دیا اور جس سے سکوت فرمایا وہ مباح ہے۔

اور جس کو مؤمنین مستحسن قرار دیں وہ اللہ کے نزدیک بھی مستحسن ہوتا ہے، ملاحظہ ہو حدیث پاک!

ما راه المؤمنون حسنًا فهو عند اللّٰه حسن ۔(جاء الحق ج اص ۳۳)

جس (امر) کو مؤمنین مستحسن جانیں وہ عنداللہ مستحسن ہوتا ہے۔

میلاد شریف کو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک اُمت مرحومہ نے

مستحسن قرار دیا اور کسی نے اس سے منع نہیں کیا سوائے مٹھی بھر وہابیوں اور متبعین ابن عبدالوہاب نجدی کے اور یہ لوگ میلاد شریف کو بدعت قرار دیتے ہیں' نا معلوم یہ بدعت کسے سمجھتے ہیں؟

ضیاء الامت حضرت پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
بعض متشددین محفل میلاد کے انعقاد کو بدعت کہتے ہیں اور بدعت بھی وہ جو مذمومہ (سئیہ) ہے اور ضلالت ہے' بے شک حدیث پاک میں بدعت سے اجتناب اور پرہیز کا حکم دیا گیا ہے' غور طلب امر یہ ہے کہ

بدعت کا مفہوم کیا ہے؟

اگر بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ
وہ عمل جو عہد رسالت میں اور عہد خلافت راشدہ میں نہ تھا اور اس کے بعد ظہور پذیر ہوا' وہ بدعت ہے اور بدعت مذمومہ ہے اور اس پر عمل کرنے والا گمراہ ہے اور دوزخ کا ایندھن ہے۔

تو پھر اس کی زد صرف محفل میلاد پر ہی نہ پڑے گی بلکہ اُمت کا کوئی فرد بھی اس زد سے بچ نہیں سکے گا' یہ علوم جن کی تدریس کے لیے بڑے بڑے مدارس اور جامعات اور یونیورسٹیاں قائم کی گئی ہیں اور جن پر کروڑ ہا روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے' ان علوم میں سے بیشتر وہ علوم ہیں جن کا خیر القرون میں یا تو نام و نشان ہی نہ تھا اور اگر تھا تو اس کی موجودہ صورت کا کہیں وجود نہ تھا۔ صرف' نحو' معانی' بلاغت' اصول الفقہ' اصول حدیث یہ تمام علوم بعد کی پیداوار ہیں' کیا جن علماء و فضلاء نے ان علوم کو مدون کیا اور اپنی گراں قدر زندگیاں' اپنی قیمتی صلاحیتیں اور اوقات ان کو معراج کمال تک پہنچانے کے لیے اور ان کی نوک پلک سنوارنے کے لیے صرف کیے
کیا وہ سب بدعتی تھے؟
اور اس بدعت کے ارتکاب کے باعث وہ سب ان حضرات کے فتویٰ کے مطابق

جہنم کا ایندھن ہے' پھر گزشتہ چودہ صدیوں میں' اسلام کے دامن میں کون رہ جاتا ہے
جسے جنت کا مستحق قرار دیا جائے؟ اسی طرح علومِ قرآن وسنت اور فقہ کی تدوین تو خیر
القرون میں نہیں کی گئی تھی' یہ بھی بعد میں آنے والے علماء وفضلاء کی شبانہ روز جگر کاریوں
اور کاوشوں کا ثمر ہیں' پھر یہ علوم جن کا وجود ہی مجسمہ بدعت ہے' کی تدریس کے لیے جو
جامعات اور یونیورسٹیاں آج تک تعمیر کی گئیں یا اب بھی تعمیر کی جارہی ہیں' ان پر کروڑہا
روپیہ خرچ کیا جارہا ہے

کیا یہ سب تعلیماتِ دینیہ کی خلاف ورزی ہے؟

اور غضب الٰہی کو دعوت دینے کا باعث ہے

یہ عظیم الشان مسجدیں اور ان کے فلک بوس مینار اور ان کے مزین محراب عہد
رسالت میں کہاں تھے؟

کیا ان سب کو آپ گرادینے کا حکم دیں گے؟ کیا آپ قاطع بدعت کہلانے کے
جنون میں اپنی فوج سے توپیں' ٹینک' بمبار طیارے سب چھین لیں گے؟ اور اس کے
بجائے انہیں تیر کمان دے کر میدانِ جنگ میں جھونک دیں گے۔

جو بدعت کی تعریف آپ نے کی ہے وہ تو ان تمام چیزوں کو اپنی لپیٹ میں لیے
ہوئے ہے' کیا اسلام جو دین فطرت ہے' اس کی ہمہ گیر تعلیمات اور اس کی جہاں پرور
روح کو آپ اپنے ذہن کے تنگ زنداں میں بند کرنے کی ناکام کوشش میں اپنا وقت
ضائع کرتے رہیں گے؟

ہم ان حضرات کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ علماء اسلام نے بدعت کی جو
وضاحت اور تشریح کی ہے' اس کو پیش نظر رکھا جائے تو اس قسم کے توہمات سے انسان کو
واسطہ ہی نہیں پڑتا' وہ فرماتے ہیں کہ

بدعت کی پانچ قسمیں ہیں

واجب' مستحب' مکروہ' مباح' حرام

(۱) بدعت واجبہ

اس نئی چیز میں کوئی مصلحت ہو تو واجب ہے جیسے
علوم صرف ونحو وغیرہ کی تعلیم وتدریس اور اہل زیغ و باطل کا ردّ۔
اگر چہ یہ علوم عہد رسالت میں موجود نہ تھے لیکن قرآن وسنت اور دین کو سمجھنے کے لیے اب ان کی تعلیم وتدریس واجباتِ دینیہ میں سے ہے' اسی طرح
جو باطل فرقے اس زمانہ میں ظاہر نہیں ہوئے تھے بلکہ بعد میں موجود ہوئے' ان کی تردید آج کے علماء پر فرض ہے۔[1]

(۲) بدعت مستحبہ

وہ (نئی) چیزیں جن میں لوگوں کی بھلائی' بہتری اور فائدہ ہے' وہ مستحب ہیں جیسے سراؤں کی تعمیر تاکہ مسافر وہاں آرام سے رات بسر کر سکیں یا میناروں پر چڑھ کر اذان دینا تاکہ موذن کی (اذان کی) آواز دور دور تک پہنچ سکے یا عام مدارس کا قیام تاکہ علم کی روشنی ہر سو پھیلے۔
یہ مستحبات اور مندوبات میں سے ہے۔

(۳) بدعت مباحہ

جیسے کھانے پینے میں وسعت اور فراخی اچھا لباس پہننا' آٹا چھان کر استعمال کرنا' یہ مباحاتِ شرعیہ ہیں' اگر چہ عہد رسالت میں ان چھنے آٹے کی روٹی استعمال ہوتی تھی'

---

[1] حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا ظهرت الفتن او قال البدع فليظهر العالم علمه ومن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل الله منه صرفا ولا عدلا .

(کنز العمال ج ا ص ۱۷۹' لسان المیزان ج ۵ ص ۹۱۱' تاریخ خطیب بغدادی)

جب فتنے ظاہر ہوں یا فساد یا بدمذہبیاں ظاہر ہوں تو اس وقت عالم اپنا علم ظاہر کرے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس پر اللہ' اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے' اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض قبول کرے گا نہ نفل۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان چھنے آٹے کی روٹی تناول فرمایا کرتے لیکن اگر کوئی شخص آٹا چھان کر روٹی پکاتا ہے تو یہ اس کے لیے مباح ہے' بدعت اور گمراہی نہیں تا کہ اس کو دوزخی ہونے کی یہ حضرات بشارت سنائیں۔

بدعت مکروہہ

وہ کام جس میں اسراف ہو' وہ مکروہ ہیں' اس طرح مساجد اور مصاحف کی غیر ضروری زیب وزینت۔

بدعت ضالہ

ایسا فعل جو کسی سنت کے خلاف ہو اور اس میں کوئی شرعی مصلحت نہ ہو' یہ حرام ہے۔

(ضیاء النبی جلد دوم ص ۵۰ تا ۲۲' از حضرت پیر کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھیروی)

شارح مسلم امام ابوزکریا محی الدین بن شرف النووی نے فرمایا:

البدعة بكسر البآء في الشرع هي احداث ما لم يكن في عهد رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم وهي منقسمة الٰى حسنة وقبيحة قال الشيخ الامام المجمع علٰى امامته وجلالته وتمكنته في انواع العلوم وبراعته ابو محمد عبد العزيز بن عبد السلام رحمه اللّٰه تعالٰى ورضى عنه في آخر كتاب القواعد البدعة منقسمة الٰى واجبة ومحرمة ومندوبة ومكروهة ومباحة ۔ (القسم الثانی من تہذیب الاسماء ص ۲۲)

شریعت میں بدعت (باء کے کسرہ کے ساتھ) اس کو کہتے ہیں کہ ایسی نئی چیز پیدا کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نہیں تھی اور اس کی دو قسمیں ہیں: بدعت حسنہ' بدعت قبیحہ۔ علامہ ابو محمد عبد العزیز بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ ورضی اللہ عنہ جن کی امامت وجلالت شان پر ساری اُمت متفق ہے اور تمام علوم میں جن کی مہارت و براعت کو سب تسلیم کرتے ہیں' انہوں

نے اپنی کتاب ''القواعد'' کے آخر میں بیان کیا ہے کہ بدعت کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

واجب' حرام' مستحب' مکروہ اور مباح۔

امام ابوزکریا محی الدین بن شرف النووی صحیح مسلم کی اپنی شرح میں ''کل بدعة ضلالة'' الحدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

هذا عام مخصوص والمراد غالب البدع قال اهل اللغة هي كل شيء عمل على غير مثال سابق قال العلمآء البدعة على خمسة اقسام واجبة ومندوبة ومكروهة ومحرمة ومباحة فمن الواجب نظم ادلة المتكلمين للرد علي الملاحدة والمبتدعين وشبه ذلك ومن المندوبة تصنيف كتب العلم وبنآء المدارس والربط وغير ذلك ومن المباح التبسط فى الوان الاطعمة وغير ذلك والحرام والمكروه ظاهران .

(شرح صحیح مسلم للامام النووی ص ۲۸۵)

''كُلُّ بُدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' اگرچہ عام ہے لیکن یہ مخصوص (البعض) ہے یعنی ہر بدعت ضلالت نہیں بلکہ غالب بدعت ضلالت ہوتی ہے' لغت میں اس چیز کو بدعت کہتے ہیں جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو اور علماء کرام کہتے ہیں کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) واجب (۲) مستحب (۳) حرام (۴) مکروہ (۵) مباح

واجب کی مثال یہ دی ہے جیسے متکلمین کا ملحدین اور اہل بدعت پر رد کرنے کے لیے اپنے دلائل کو منظم کرنا۔[1]

---

[1] مثلاً فقیر اور اس کے ہم مشرب علماء کا میلاد النبی کے منکرین کے لیے رد کرتے ہوئے اور دیگر کتب کا تصنیف کرنا بھی بدعت واجبہ ہے کیونکہ اس طرح حضور علیہ السلام کے عہد مبارکہ ظاہرہ میں اہل الحاد کے رد میں کتابیں تصنیف نہ کی گئیں تو کیا یہ بھی بدعت ضلالت ہوگی؟ نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ یہ بدعت تو بدعت حسنہ واجبہ ہے۔

مستحب کی مثال یہ ہے کہ مختلف علوم وفنون پر کتابیں تصنیف کرنا' مدارس تعمیر کرنا اور سرائیں وغیرہ بنانا۔

مباح کی مثال یہ ہے کہ جیسے طرح طرح کے لذیذ کھانے پکانا وغیرہ اور حرام ومکروہ ظاہر ہیں۔

امام موصوف نے تہذیب الاسماء واللغات میں بدعت محرمہ کی مثال یہ دی ہے: قدریہ' جبریہ' مرجئہ اور مجسمہ کے مذاہب باطلہ بدعت مکروہہ کی مثال مساجد کی بلاضرورت ومقصد تزئین وغیرہ۔ (تہذیب الاسماء واللغات ص ۲۲)

لیکن محفل میلاد کے انعقاد میں نہ کسی سنت ثابتہ کی خلاف ورزی ہے اور نہ ہی کسی فعل حرام کا ارتکاب ہے بلکہ یہ نعمت خداوندی پر اس کا شکر ہے اور شکر ادا کرنا کثیر آیات سے ثابت ہے' اسی طرح آیت "فَلْيَفْرَحُوْا" سے اس فضل ونعمتِ خداوندی پر اظہارِ مسرت کرنا حکمِ الٰہی ہے۔ (ضیاء النبی جلد دوم ص ۵۴)

میلادِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی محافل کو بدعت اور ناجائز کہنے سے پہلے منکرین

لے: وہابیوں کی دورنگی چال اور منافقانہ پالیسی

نواب وحید الزماں وہابی لکھتے ہیں کہ

"نعمت البدعة" (یہ حضرت عمرؓ (رضی اللہ عنہ) نے تراویح کی ایک جماعت کر دینے کی نسبت کہا) یعنی یہ بدعت اچھی ہے' بدعت دو قسم کی ہے: ایک بدعت ضلالت جس کو سیئہ بھی کہتے ہیں' دوسری بدعت ہدایت جس کو بدعت حسنہ بھی کہتے ہیں' جو بدعت اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے موافق ہو' گو اس کی مثال پہلے سے نہ ہو' مثلاً سخاوت کی نئی شکلیں یا عمدہ اور بہتر کاموں کی نئی صورتیں (جیسے کوئی یتیم خانہ یا بیوہ گھر یا بیت المساکین یا بیت المعذورین یا کتب خانہ یا قرضِ حسنہ کا بینک یا مدرسہ یا صنعت وحرفت وتجارت اور زراعت وعلوم دینیہ یا مدرسۂ تعلیم طب وعلاج ادویہ قائم کرے) وہ بدعت حسنہ ہے اور اس پر ثواب کی امید ہے' بدلیل دوسری حدیث کے "من سن سنة حسنة كان له اجرها واجر من عمل بها ومن سن سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها" اور حضرت علیؓ (رضی اللہ عنہ) نے جو تراویح کو بدعت فرمایا وہ اسی معنی میں ہے' یعنی بدعت حسنہ ہے کیونکہ افعالِ خیر میں داخل ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے موافق ہے اور بدعت اس کو اس لیے کہا کہ آنحضرتؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تراویح اس انتظام کے ساتھ (باقی حاشیہ اگلے صفحات پر)

بتائیں کہ کیا اسے بدعت کہنا از خود ایک بدعت نہیں ہے؟ اور کیا سیرت کے جلسے بہیئت کذائیہ منعقد کرنا بدعت نہیں ہے؟ اور کیا وہ ایسا کر کے بدعتی نہیں ہوتے؟

(بقیہ حاشیہ) نہیں پڑھی تھی جو انتظام حضرت عمرؓ (رضی اللہ عنہ) نے کیا تھا بلکہ کئی راتیں پڑھ کر اس کو چھوڑ دیا تھا' ابوبکر صدیقؓ (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں بھی ایسا ہی رہا' حضرت عمرؓ (رضی اللہ عنہ) نے اپنے زمانے میں سب لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کیا اور روزانہ تراویح پڑھنے کے لیے رغبت دلائی' اسی لیے اس کو بدعت کہا' فی الحقیقت وہ سنت ہے کیونکہ آنحضرتؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی" اور فرمایا: "اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر و کل بدعة ضلالة" اس سے بھی مراد ہے کہ جو بدعت سیئہ ہو اور مخالف اصول شرع ہو وہ گمراہی ہے' تمام ہوا کلام ابن اثیر کا۔

مترجم (وحید الزماں اہل حدیث وہابی) کہتا ہے کہ بدعت کی تحقیق اور تنقیح میں علماء نے بہت گفتگو کی ہے اور اس باب میں جداگانہ مستقل رسالے تالیف ہوئے ہیں اور قول محقق یہ ہے کہ بدعت لغوی کی دو قسمیں ہیں: حسنہ اور سیئہ' لیکن' بدعت شرعی ہمیشہ سیئہ ہوتی ہے جیسے حدیث میں ہے: "کل بدعة ضلالة" اب بدعت شرعی کی تعریف علماء نے یہ کی ہے کہ دین میں جو کوئی نئی بات بغرض ثواب اور اجر نکالی جائے' جس کی دلیل کتاب وسنت سے نہ ہو اور قرونِ ثلاثہ میں اس کی نظیر نہ ملے' جیسے کوئی شخص ایک نئی طرح کی نماز یا اذان یا اور کوئی عبادت نکالے' مثلاً صلوٰۃ معکوس' صلوٰۃ الرغائب' صلوٰۃ غوثیہ وغیرہ وغیرہ طرح طرح کے چلّے اور عملیات' تسخیرات جو آنحضرتؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین سے ماثور نہیں ہیں یا جو عبادت کا طرز اور محل اور موقع آنحضرتؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ثابت ہے' اس کو بدل کر نئی شکل کر دے' مثلاً نماز پڑھ کر اذان دیا کرے یا عید کی نماز سے پہلے خطبہ سنائے یا ایک رکوع کے بدلے ہر رکعت میں دو رکوع کرے یا ایک ہی سجدے پر اکتفاء کرے' فجر کی چار رکعتیں پڑھے' مغرب کی دو رکعتیں' اذان کے بعد پھر تثویب یا ترجیم کرے' لوگوں کو پکارے: "الصلوٰة ایھا المؤمنون" کہہ کر یا نماز کے بعد مصافحہ یا معانقہ شروع کرے (حالانکہ مصافحہ ایک ہاتھ سے صرف ملاقات کے وقت مسنون ہے) یا مجلس میلاد یا سماع یا عرس یا چراغاں یا صندل یا گیارھویں یا سوم' دہم' چہلم' مجلس مرثیہ خوانی اور ماتم قائم کرے اور ان کاموں کو بغرض ثواب اور اجر بجالائے تو یہ سب گمراہی ہوں گے اور ان کا کرنے والا بدعتی گمراہ گنا جائے گا' اب رہیں رسوم شادی کی (مثلاً شادی میں ہلدی یا مہندی یا زعفران لگانا' زرد کپڑے پہننا' پھولوں کے ہار پہننا' یا گلے میں ڈالنا) اور غمی کے اور کھانے پہننے کے اوضاع اور اشکال جب نیت تشبہ بالکفار کی نہ ہو' بدعت شرعی نہیں ہو سکتے' اس لیے کہ یہ رسوم اور اوضاع بغرض ثواب اور اجر نہیں کی جاتیں' نہ ان کا کرنے والا ان کو عبادت سمجھتا ہے اور مدارس اور رباطات اور سرائیں اور پل وغیرہ یہ بھی بدعت شرعیہ نہ ہوں گے کیونکہ اس کی دلیل کتاب وسنت میں موجود ہے' بعض نے مجلس میلاد کو بھی بدعت شرعیہ سے خارج کیا ہے اور اس کو بدعت حسنہ

ہم نے تو آیاتِ قرآنیہ سے فضل و نعمت خدا پر شکر کرنے کا اثبات فراہم کیا' منکرین کہیں سے منع بھی دکھا دیں' ایک آیت یا حدیث پاک کی ایک روایت دکھا دیں کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے حبیب اعلیٰ نے فرمایا ہو کہ حصولِ فضل و نعمت پر شکر نہ ادا کرو اور منہ مانگا انعام پائیں

ورنہ ہم کئی ایک آیات پیش کر سکتے ہیں منجملہ ان آیات سے ایک یہ بھی ہے' ملاحظہ کیجئے:

وَاشْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۔(النحل:۱۱۴)

''اور شکر کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اگر تم اسی کی ہی عبادت کرتے ہو''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

نعمة الله محمد صلى الله عليه وسلم ۔

(تفسیر ابن عباس زیر آیت: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا)

اللہ کی نعمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(باقی حاشیہ) قرار دیا ہے' بشرطیکہ دوسرے منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔ (لغات الحدیث جلد اول ص ۱۱۸۔۱۱۷' مطبوعہ نعمانی کتب خانہ' لاہور)

قارئین! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ وہابی جسے چاہیں باوجود رسوم ہونے کے بدعت قرار نہ دیں اور جسے چاہیں باوجود بدعت حسنہ قرار دینے کے بھی بدعت سیئہ میں بھی شامل کرتے رہیں۔

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

شادی کی رسوم کی اصل تو قرآن و سنت سے انہیں مل جائیں مگر میلادِ مصطفیٰ کی دلیل نہ ملے اور اپنی عادت کے مطابق آخر میں مجلس میلاد کو بدعت شرعیہ سے خارج کر کے بدعت حسنہ بھی قرار دے دیا جائے۔

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

قرآن فرماتا ہے کہ ''مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ وَلَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ'' مگر حضرت مخنث ہیں نہ ہیوں میں نہ شیوں میں۔

اور آیت: (اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ كُفۡرًا ۔ پ۱۳' ابراہیم:۲۸) میں شکرِ نعمت یعنی تفسیر ابن عباس کے مطابق حضور جیسی نعمت کے حصول پر شکر ادا نہ کرنا' کفر ثابت ہوا کیونکہ اس آیت کا ترجمہ اس تفسیر کے مطابق یہ بنے گا کہ "کیا آپ نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے نعمت (جلوہ گری مصطفیٰ) کو کفر سے بدل دیا"۔

عجیب منطق ہے منکرین میلاد ایک طرف تو "اِیَّاكَ نَعۡبُدُ" پڑھ پڑھ کر اپنی توحید کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں' دوسری طرف نعمت خدا کا کفر کر کے "اِیَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ" سے راہِ فرار اختیار کرتے اور کفر کا اظہار کرتے ہیں' جبکہ ارشادِ خداوندی ہے کہ

لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ ۔ (پ۱۳' ابراہیم ۷)

"اگر تم پہلے احسانات پر شکر ادا کرو گے تو میں مزید اضافہ کر دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو (جان لو) یقیناً میرا عذاب شدید ہے"۔

غور کیجیے! پانی' ہوا' روشنی' کان' آنکھیں اور دل' صحت' شباب اور خوشحالی یہ سب خداوند ذوالجلال کی نعمتیں ہیں اور ان پر شکر کرنا واجب ہے' جب ان فنا ہونے والی نعمتوں پر شکر کرنا واجب ہے تو خود بتایئے اس رحمت مجسم ہادیٔ اعظم محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور بعثت پر شکر ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

کیا اس احسان سے بڑا کوئی اور احسان ہے اور اس نعمت عظمیٰ سے بڑھ کر بھی کوئی اور نعمت ہے جس ذاتِ والا صفات نے بندے کا ٹوٹا ہوا رشتہ اپنے خالق حقیقی کے ساتھ استوار کر دیا' جس نے انسانیت کے بخت خوابیدہ کو بیدار کر دیا' جس نے اولادِ آدم کے بگڑے ہوئے مقدر کو سنوار دیا: وہ کسی خاندان' قبیلے' قوم' ملک اور زمانہ کے لیے رحمت مبعوث نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کے لیے ابرِ رحمت کی طرح برسا' جس کی فیض رسانی زمان و مکان کی حدود و قیود سے آشنا نہیں جو ہر تشنہ لب کو معرفت الٰہی کے آبِ زلال سے سیراب کرنے کے لیے تشریف لایا' ہر گم کردہ راہ کو صراطِ مستقیم پر گامزن

کرنے کے لیے آیا' ہر کہ و مہ کے لیے جس نے حریم قربِ الٰہی کے دروازے کھول دیئے' کیا اس نعمت عظمیٰ اور احسانِ ابدی پر شکر ادا کرنا ہم پر فرض نہیں؟

کیا اس ادائے شکر کو چھوڑ کر بدعت کے بم گرانا اور اپنی ذمہ داری سے راہِ فرار اختیار کرنا بھی کسی مؤمن کا شیوہ ہو سکتا ہے؟

کیا سنت الٰہی' سنت انبیاء' سنت صحابہ کو بدعت ضالہ قرار دینا بھی مسلمانوں کا طریقہ کہلا سکتا ہے؟

کچھ تو سوچو اور غور کرو!

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
''منکرو'' کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا
نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

حق تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس سب سے بڑی نعمت کا شکر بھی سب سے بڑھ کر ہونا چاہیے تا کہ جیسی نعمت ہے ویسا چرچا بھی ہو سکے۔

نعمتِ بے بہا ملی ہے شکر بھی بے بہا کرو
جو کچھ بھی ہے تمہارے پاس آقا پہ تم فدا کرو

کیونکہ سب کچھ آقا پہ فدا کرنا پاس رکھنے سے (بقولِ خدا) بہتر ہے۔(''هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ'' پ۱۱ یونس:۵۸) اہل سنت و جماعت کا ہی یہ طرۂ امتیاز ہے کہ وہ آقا کی تشریف آوری پر دل و جان سے فدا ہو جایا کرتے ہیں اور منکرین عظمت میلاد اس پر

بدعت کے فتوے دیا کرتے ہیں جبکہ ان کا اپنا وجود فی نفسہٖ بقول ان کی تعریف (بدعت) کے بدعت ہے۔[۱]

ذکر ولادت مبارکہ مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہر چیز سے قبل جب نور مصطفویہ تخلیق ہو چکا تو یہ نور پھر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے جسد اطہر میں منتقل فرما دیا گیا اور پھر جب یہ نور جبین حضرت آدم علیہ السلام میں چمکنے لگا تو تمام ملائکہ سے ان کو سجدہ کروایا گیا' قرآن کریم میں کئی ایک مقامات پر ''اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ'' ارشادِ خداوندی موجود ہے کہ فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ ریز ہونے کا حکم فرمایا' امام رازی فرماتے ہیں کہ ''کان فی جبھته نور محمد'' (تفسیر کبیر للرازی زیر آیت: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ) حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور مصطفویہ موجود تھا' اسی کو سجدہ کروایا گیا۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۱۵' تفسیر روح البیان ج ص ' پارہ: ۱۴)

سب تھیں اوّل حضور دا نور بنیاں لفظِ کن سی جدوں فرمایا گیا
اوہوای نور آدم دے وچ رکھ متھے ہر اک ملک اوہدے اگے جھکایا گیا

---

[۱] والدی المعظمی حضرت امام خطابت ابوالمقبول علامہ پیر غلام رسول سمندری والے رحمۃ اللہ علیہ چک ملکھانوالہ' فیصل آباد میں ایک تقریب جہلم میں خطاب فرما رہے تھے کہ ایک ادھیڑ عمر مولوی صاحب نے کہا: ختم دلوانا بدعت ہے' فرمایا: مولوی جی! آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ بدعت کسے کہتے ہیں؟ کہا: جی ہاں! بدعت وہ نئی چیز جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نہ تھی بعد میں پیدا کی گئی وہ (چیز) ہوا کرتی ہے' تو ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب! اس بدعت کا کیا حکم ہے؟ کہا کہ اسے جڑ سے ختم کر دینا چاہیے' فرمایا: پھر سب سے پہلے تو آپ (جو چلتی پھرتی ستر سالہ بدعت ہیں) کو ختم کرنا چاہیے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری' بتایئے مولانا! کیا آپ حضور کے دور میں تھے؟ جب نہیں تھے تو آپ کا وجود بھی تو بدعت ہے' تلوار پکڑو اور کاٹو اپنی گردن' تاکہ بدعت ختم ہو۔ مولوی صاحب اٹھے اور سر پر ٹانگیں رکھ کر تیزی سے چلتے بنے تو بدعت کا صحیح مفہوم یہ ہوگا کہ ہر وہ نو ایجاد چیز جو سنت سے ٹکرائے' وہ بدعت ہے ورنہ ان تمام مولویوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانا پڑے گا کیونکہ یہ اب نئے پیدا ہوئے ہیں' اس سے پہلے نہ تھے۔

رکھ کے عالم الغیب دے کول برساں اوہو نور لکھایا پڑھایا گیا[1]

اجے آکھدے نے اوہنوں غیب ناہیں جیہدے سامنے سب کچھ بنایا گیا

گزشتہ اوراق میں ہم دیابنہ وہابیہ کی کتب سے اور اکابرین امت محدثین کی تصانیف سے ثابت کر چکے ہیں کہ سب سے پہلے نورِ مصطفیٰ تخلیق ہوا' باقی سب کچھ نورِ مصطفیٰ سے جیسا کہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج میں فرمایا: (انا من نور اللہ و کل الخلائق من نوری) تو بعد میں جو کچھ بھی بنا حضور علیہ السلام کے سامنے ہی بنا' حضور سب کچھ ملاحظہ فرما رہے تھے۔

ایک اور شاعر کہتا ہے کہ ۔

نور نبی ول جھک گئے ملک سارے ایہہ پر ابلیس نوں ویکھ کے اگ لگ گئی

بے ادب نہ ادب بجا لیاندا خبرے اوسنوں کہڑی مار وگ گئی

---

[1] ..... وہابی مفسر مولوی عبدہ لکھتے ہیں کہ بڑے رحمت والے خدا نے قرآن اپنے پیغمبر حضرت محمد کو سکھایا۔ (اشرف الحواشی ص ۶۳۴' ترجمہ: نواب وحید الزماں تفسیر اشرف الحواشی)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (پ۲۹' الجن ۲۶)

"وہ ہے جاننے والا غیب کا پس نہیں خبردار کرتا اوپر غیب اپنے کے کسی کو مگر جس کو پسند کرتا ہے پیغمبروں سے"۔

(ترجمہ وحید الزمان ص ۶۸۵' مطبوعہ لاہور مع اشرف الحواشی مولوی عبدہ وہابی)

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۔

(پ۴' آل عمران ۱۷۹)

"اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ خبردار کرے تم کو اوپر غیب کے لیکن اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے پیغمبروں اپنے میں سے جس کو چاہے"۔

(ترجمہ وحید الزماں تفسیر مولوی عبدہ وہابی ص ۸۹' مطبوعہ کشمیری بازار لاہور)

علیٰ ہذا القیاس! اثبات علم غیب مصطفویہ پر بے شمار دلائل موجود ہیں مگر وہابی باوجود اپنے مفسرین و مترجمین کے اسے تسلیم کرنے کے نہیں مانتے اور اسے شرکیہ عقیدہ قرار دیتے ہیں' کیا وحید الزمان اور عبدہ وہابی مشرک ہیں؟

اللہ فرماتا ہے:

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَةُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ۔(پ۲۳ص:۷۳-۷۴)

''پس تمام ملائکہ نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا)''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے میرے حکم کے باوجود سجدہ کیوں نہیں کیا تو بولا:

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۝ (پ۲۳ص:۷۶)

''پیدا کیا تو نے مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے''۔

شیطان نے شروع سے مٹی کو دیکھا' نورِ مصطفویہ کو نہ دیکھا تو راندۂ درگاہ ہوگیا اور تا قیامِ قیامت لعنت کا طوق اس کی گردن میں ڈال دیا گیا۔

خیال کیجئے! اس اہانتِ رسول اور انکارِ نورِ مصطفوی سے اس شیطان کی چھ لاکھ سال کی عبادت اس کے کام نہ آئی تو ان گستاخ اینڈ کمپنی کی چالیس یا ساٹھ برس کی کیا کریں گی۔

وہ اپنی توحید بچاتا بچاتا (کہ میں تو غیر اللہ کی تعظیم نہیں کروں گا) راندۂ درگاہ ہوگیا اور توحید بھی محفوظ نہ رہی' ان کی نمازیں' عبادات وریاضات کس کھاتے میں جائیں گی۔

محمد کی غلامی دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

اور مولوی ظفر علی خان نے لکھا

نماز اچھی روزہ اچھا حج اچھا زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحیٰ کی عظمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

حضرت آدم علیہ السلام نے دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگائے

حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: یا اللہ! ملائکہ پہلے میرے پیچھے چلتے تھے' پھر انہوں نے مجھے سجدہ کیا' اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: پیارے آدم! پہلے میرے حبیب علیہ السلام کا نور تیری پشت مبارکہ میں تھا تو فرشتے احتراماً تیرے پیچھے پیچھے چلتے تھے' پھر وہ نور تیری پیشانی میں چمکا تو فرشتوں نے تعظیماً وتشریفاً میرے ہی حکم سے تجھے سجدہ کیا۔ عرض کیا: مولا! اس نور کی میں بھی زیارت کرنی چاہتا ہوں؟

تو پھر وہی نور حضرت آدم کے انگوٹھوں میں جلوہ گر ہوا' آپ نے فرطِ محبت سے دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگالیا اور فرمایا: "قرة عینی بك یا رسول الله صلی الله علیك وسلم"۔

(معارج النبوت ج ا ص ۲۴۵' تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۲۲۹' زرقانی شریف جلد اول ص ۲۱۲۔۲۱۱' بیان میلاد النبوی لابن جوزی ص ۲۰' ودیگر کتب)

سیّدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھے چومے

حضرت سیّدنا بلال مؤذنِ رسول رضی اللہ عنہ نے جب مسجد نبوی میں اذان دی تو یہ کلمہ فرمایا: "اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" تو حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ کلمہ سن کر اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوما اور اپنی آنکھوں سے لگا کر کہا:

قرة عینی بك یا رسول الله صلی الله علیك وسلم۔

اس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت له شفاعتی۔

(مقاصد حسنہ ص ۳۸۴)

جس شخص نے میرے خلیل (ابوبکر) کی طرح کیا (انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگائے) اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

ایک اور روایت کے مطابق ارشاد فرمایا: جس نے میرے خلیل کی طرح یہ فعل مبارک کیا تو

انا قائده الی الجنة وطالبه فی صفوف القیامة ۔

(شامی ج ا ص ۲۷۰، جلالین شریف ص ۳۵۷، قوت القلوب ص، روح البیان ج ۷ ص ۲۲۹)

میں جنت میں اس کا قائد ہوں گا اور قیامت کی صفوں میں اس کا طلبگار بنوں گا، تو پھر۔

ڈھونڈا ہی کریں صدر قیامت کے سپاہی
وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو

اصلابِ طاہرہ وارحام طیبہ میں یہ نور منتقل ہوتا رہا

حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام سے یہ نور پاک اصلابِ طاہرہ اور ارحامِ طیبہ میں منتقل ہوتا چلا گیا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ○ (پ۱۹، الشعراء: ۲۱۹)

''اور اللہ نے آپ کا ساجدین میں منقلب ہونا ملاحظہ فرمایا''۔

معلوم ہوا کہ جتنی صلبوں میں اور جتنے رحموں میں یہ نور پاک جلوہ افروز ہوتا رہا، سب پاکیزہ تھے، حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیّدنا عبداللہ تک اور حضرت سیدہ حواؑ علیہا السلام سے لے کر جنابہ سیّدہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا تک سب پاکیزہ و مؤحدین ومؤمنین تھے یہ قرآن کی اس آیت مندرجہ بالا سے ثابت ہے۔

نبی کریم علیہ السلام نے خود ارشاد فرمایا:

لم یزل اللّٰه ینقلنی من الاصلاب الطیبة الی الارحام الطاهرة حتی اخرجنی ۔ (زرقانی ج ا ص ۶۷، تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۹۸، الخصائص الکبریٰ

ج ۱ ص ۳۰۵ ولائل النبوت کتاب الشفا جواہر البحار ج ۴)

اللہ تعالیٰ نے مجھے طیب پشتوں سے طاہر رحموں کی طرف منتقل فرمایا حتیٰ کہ مجھے پیدا کیا۔

تو حضرت نبی اکرم کے تمام آباء وامہات تا حضرت آدم علیہ السلام پاک، طیب، طاہر، مومن وموحد ہیں۔

مگر وہابیہ اس آیت وحدیث کے خلاف انہیں مومن نہیں مانتے، قرآن وسنت سے ثابت ہونے والے ہر امر کی مخالفت کا ان لوگوں نے ٹھیکہ لے رکھا ہے۔

جن اعلیٰ نفوسِ قدسیہ کی اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں قسمیں بیان فرماتا ہے، ذرا آپ ہی فرمایئے! ان کی عظمت ومقام کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ۝ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ۝

(پ ۳۰، البلد: ۱تا۳)

"میں اس شہر کی قسم نہیں فرماتا۝ (اور اس حال میں کہ) آپ وہاں موجود ہوں۝ اور والد کی قسم اور ولد کی قسم۝"۔

آپ ہی اپنے تغافل پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔(پ ۱۵، الاسراء: ۱۵)

"ہم کسی کو عذاب دینے والے نہیں حتیٰ کہ ہم اس کی طرف رسول کو مبعوث نہ فرمادیں"۔

یعنی بعثت سے پہلے اگر کوئی صرف "لا الٰہ الا اللہ" کا ہی اقرار وتصدیق کردے تو وہ

۱۔ امام سیوطی، محدث ابن جوزی ودیگر اکابرین محدثین امت نے حضور علیہ السلام کے والدین کے ایمان پر زبردست رسالے لکھے ہیں اور دلائل قاہرہ سے ان کے ایمان کو ثابت کیا ہے۔

ناجی اور مؤمن ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ظاہری زمانہ جن لوگوں نے نہیں پایا اور وہ توحید کا اقرار کرتے تھے تو وہ مؤمن تھے' اب حضور علیہ السلام کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما نے یہ زمانہ نہ پایا بلکہ اس سے قبل ہی اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے اور ملتِ عبدالمطلب یعنی اقرارِ توحید پر فوت ہو گئے تو یقیناً وہ مؤمن اور ناجی تھے۔ (الحمد للہ علیٰ ذلک)

وہابی جی! کیا آپ شفاعت مصطفوی پر بھی یقین نہیں رکھتے؟ اس پندرھویں صدی میں بھی جولڑکا قرآن کریم کو اپنے سینے میں سمو لے وہ تو دس افراد خاندان (جن پر جہنم واجب ہو چکا ہے) کو اپنی شفاعت سے جنت میں لے جائے اور صاحب قرآن اپنے والدین کو جنت میں نہ لے جائے' یہ کیسے عقیدے ہیں؟ ملاحظہ ہو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

حافظ قرآن اپنے خاندان کے جہنمیوں کو شفاعت سے جنت میں لے جائے گا

من قرء القرآن وحفظه ادخله الله الجنة وشفعه فی عشرة من اهل بیته کلهم قد استوجب النار. (ابن ماجہ شریف ص ۱۹)

جس نے قرآن کریم پڑھا اور اس کو حفظ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کی اس کے گھر والوں میں سے دس آدمیوں کے متعلق شفاعت قبول فرمائے گا' ایسے دس آدمی جن پر جہنم واجب ہو چکا ہو گا۔

جلدی سے بتائیے' وہابی صاحب! ایک عام حافظ قرآن دس جہنمیوں کو شفاعت کر کے جنت میں پہنچا دے گا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کو جنت میں نہ لے جا سکیں گے؟ جبکہ عظمت والدین بیان فرماتے ہوئے سرکار نے ارشاد فرمایا کہ

لو ادرکت والدی او احدهما وانا فی صلوٰة العشآء وقد قری

فیھا بفاتحۃ الکتاب فنادی یا محمد لاجبتھا لبیک ۔

(تفسیر درمنثور اُردو ج ص مسالک الحنفاء ص ۵۶ از امام سیوطی)

اگر میں اپنے والدین کو پاتا یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا زمانہ مجھے میسر آتا اور میں نماز عشاء شروع کر کے اس میں سورۂ فاتحہ مکمل کر چکا ہوتا اور وہ مجھے آواز دیتے: یا محمد! تو میں ان کی آواز کا جواب دیتے ہوئے کہتا: لبیک (میں حاضر ہوں۔)

بتایئے وہابی صاحب! جن کی آواز مبارک پر ساری کائنات کو حکم ہے کہ فوراً حاضر ہو جاؤ' جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ۔(پ۹' الانفال:۲۴)

''جب اللہ اور رسول بلائیں تو فوراً حاضر ہو جاؤ''۔

اور بخاری کی روایت کے مطابق حضور کی آواز پر (سعید ابن معلّٰی یا ابی ابن کعب رضی اللہ عنہما) کچھ دیر سے حاضر ہوئے کہ (نماز میں تھے) تو سرکار نے اسی آیت کی طرف ان کو توجہ دلائی کہ کیا تم نے قرآن میں پڑھا نہیں کہ اللہ کا رسول بلائے تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔

اور جن کی نیند پر تاجدار ھل اتی شیر خدا حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اپنی نماز قربان کر دیں۔

مولا علی نے واری تری نیند پر نماز
وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

وہ آقا اور مولا جن کی آواز پر اپنی نماز چھوڑ کر لبیک کہنے کے متمنی ہوں' تمہیں ان میں ایمان نظر نہیں آتا؟ اگر تمہارا عقیدہ ایسا گندا اور غلاظت کا پھندہ ہے تو پھر اپنے ایمان کی خیر مناؤ۔

اور پھر وہابی صاحب! ایک گنہگار مؤمن کی دعائے مغفرت تو والدین کے درجات

بلند کرے اور حضور کی دعائے مغفرت والدین کو فائدہ نہ دے' کس طرح ہو سکتا ہے؟

ملاحظہ ہو! حدیث پاک سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بروزِ محشر ایک گنہگار جو قبر میں دفن کرتے وقت سراپا گناہ تھا' جنت میں اسی کا درجہ بلند کیا جائے گا تو وہ عرض کرے گا: اے پروردگارِ عالم! میں تو گنہگار تھا یہ درجہ کیسے بلند ہو گیا تو جواب ملے گا:

بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۲۰۶)

یہ درجہ تیرے بیٹے کی دعائے مغفرت سے بلند ہوا۔

تو کیا میرے آقا کی دعائے مغفرت سے آپ کے والدین کریمین کے درجات بلند نہ ہوتے ہوں گے؟ اور لیجئے سنئے! حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ابن آدم کا ہر عمل مرنے کے بعد منقطع ہو جاتا ہے مگر تین عمل منقطع نہیں ہوتے۔

ولد صالح یدعو له وصدقة تجری یبلغه اجرها وعلم یعمل به من بعده ۔ (ابن ماجہ ص۲۱' مشکوٰۃ شریف ص۳۶)

(۱) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے (۲) صدقہ جاریہ جس کا ثواب ملتا رہے (۳) علم جس پر اس کے مرنے کے بعد عمل کیا جاتا رہے۔

تو ایک روسیہ گنہگار کے بچے کی دعا تو میت (والدین) کو نفع پہنچائے مگر سرورِ عالم کی دعا ان کے والدین کو نفع نہ پہنچائے؟

عام مؤمن کا صدقہ جاریہ تو نفع دے اور سرکار کا صدقہ جو قیامت تک جاری رہے گا' نفع نہ دے؟ میرا تیرا علم تو اموات کو نفع دے اور عالم ما کان وما یکون کا عمل نفع نہ دے؟

ع ارے تجھ کو کھائے تپ سقر ترے دل میں کس سے نجار ہے

وہابی صاحب! ہو سکتا ہے کہ تم کہو دعا' صدقہ' علم نافع مؤمن کو فائدہ دے گا تو ہم نے گزشتہ اوراق میں ایمانِ والدین مصطفیٰ ثابت کر دیا ہے۔

اور بتایئے کہ بے ایمان پر کیا درود پڑھنا جائز ہے؟ تم تو ایک طرف آباءِ مصطفیٰ (جو

کہ آلِ ابراہیم ہیں) کو مومن نہیں سمجھتے تو دوسری طرف ہر نماز میں ان پر درود پڑھتے ہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ الخ۔

تو بتاؤ یہ آلِ ابراہیم کون ہیں؟ عجیب تمہاری منطق ہے' نماز میں تمام آباءِ مصطفیٰ پر درود پڑھتے ہو اور سلام پھیرتے ہی ان کے عدمِ ایمان کی بات کرتے ہو۔

وہابی جی! میرے آقا علیہ السلام کا معروف ارشاد کہ ''جنت ماں کے قدموں تلے ہے'' حضور کی والدہ ماجدہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مقام کو کس قدر واضح کر رہا ہے' ہر ماں کے قدموں کے نیچے اپنی اولاد کی جنت ہے تو میرے آقا علیہ السلام کی والدۂ ماجدہ کا کیا مقام ہوگا۔

اور بخاری کی حدیث کے مطابق نابالغ بچے جو فوت ہو جاتے ہیں' رب سے مخاصمت کر کے اپنے جہنمی والدین کو جنت میں لے جائیں گے جن والدین کا لختِ جگر معصوموں کا امام ہو اور جنت کا مالک ہو وہ اپنے اس لختِ جگر کے ہوتے ہوئے جنت میں نہ جا سکیں گے؟

دس جنتی جانور

وہابی صاحب! ملاحظہ ہو علامہ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان' علامہ آلوسی روح المعانی' امام غزالی احسن القصص اور علامہ صفوری نزہۃ المجالس میں لکھتے ہیں:

روی انہ یدخل الجنۃ مع المؤمنین علٰی ما قال مقاتل عشرۃ من الحیوانات تدخل الجنۃ ناقۃ صالح وعجل ابراھیم وکبش اسماعیل وبقرۃ موسٰی وحوت یونس وحمار عزیر ونملۃ سلیمان وھدھد بلقیس وکلب اصحاب الکھف وناقۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فکلھم یصیرون علٰی صورۃ کبش ویدخلون الجنۃ وذکرہ فی مشکٰوۃ الانوار قال

الشیخ السعدی قدس سرہ۔

سگ اصحاب کہف روز چند
پئے نیکاں گرفت مردم شد

یعنی بامراداں داخل جنت شد درصورت کبش۔(تفسیر روح المعانی ج۵ص۲۳۶'احسن القصص ص۵'نزہۃ المجالس ج۱ص۵۸'یوسف زلیخا ص 'نسبت باعث جنت ص۸۔۹)

جناب مقاتل کے بقول مروی ہے کہ حیوانات میں سے دس جانور جنت میں داخل ہوں گے:(۱)صالح علیہ السلام کی اونٹنی (۲)ابراہیم علیہ السلام کا بچھڑا (۳)اسماعیل علیہ السلام کا دُنبہ (۴)موسیٰ علیہ السلام کی گائے (۵)یونس علیہ السلام کی مچھلی (۶)عزیر علیہ السلام کا گدھا (۷)سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی (۸)سیّدہ بلقیس کا ہد ہد (۹)اصحابِ کہف کا کتا (۱۰)اور نبی کریم علیہ السلام کی اونٹنی'ان تمام جانوروں کو مینڈھے کی شکل میں متشکل کر کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔مشکوٰۃ الانوار میں ہے کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:اصحابِ کہف کے کتے کو چند دن نیک مردوں کی صحبت میسر آئی تو وہ اورلوگوں کے ساتھ مینڈھے کی شکل میں جنت میں جائے گا۔

وہابی جی!یہ جانور کوئی مؤمن نہیں'یہ تو مکلّف بالشرع بھی نہیں ہیں تو ان کے دخول جنت کی وجہ صرف اورصرف شرف نسبت وصحبت ہے'وہ بھی ایسا کہ کچھ عرصہ رہا مگر میرے آقا علیہ السلام کے والدین کی حضور سے نسبت تو ایسی ہے کہ جو کبھی ختم نہ ہوگی'نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کل نسب وحسب وصهر ينقطع يوم القيامة الا حسبي ونسبي وصهري ۔

(جامع الصغیر ج۲ص۹۳'الشرف المؤبد لآل محمد ص 'ازامام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ'الصواعق المحرقہ)

بروزِ قیامت ہر حسب ونسب وصہر کا رشتہ منقطع ہو جائے گا مگر میرا رشتہ حسب ونسب وصہر باقی رہے گا۔

تو اگر اس نسبت سے جانور جنتی ہو سکتے ہیں تو میرے آقا کی دائمی نسبت کی وجہ سے والدین مصطفیٰ جنتی نہیں ہو سکتے؟

اس لیے اہل سنت وجماعت کے نزدیک والدین مصطفیٰ ناجی ومؤمن ہیں جیسا کہ امام اجل حافظ الحدیث حضرت علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

ذهب جمع كثير من الائمة الاعلام الى ان ابوى النبى صلى الله عليه وسلم ناجيان محكوم لهما بالنجاة فى الاخرة. (کتاب الدرج المنیفہ فی الآباء الشریفہ ص۲)

اکثر جماعت ائمہ اعلام اس (عقیدہ) کی طرف گئے ہیں (یعنی ان کا یہ عقیدہ ہے کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ناجی (جنتی) ہیں اور آخرت میں ان کے لیے نجات کا حکم دیا گیا ہے۔

زینۃ المفسرین علامہ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اکثر مفسرین، محدثین، مؤرخین کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے والدین کریمین زندگی میں بھی مؤمن تھے، موت کے وقت بھی مؤمن تھے اور اب بھی الحمدللہ اپنی قبر شریف کے اندر مؤمن ہیں''۔ (تفسیر نعیمی ج ا ص ۶۴۳)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے مؤمن وناجی ہونے پر مستقل چھ عدد رسالہ جات تصنیف فرمائے ہیں۔ **فجزاه الله خيرًا.**

میں کہتا ہوں کہ یہ بات تو سورج کی طرح روشن اور عقلی ونقلی طور پر انتہائی واضح ہے جو ان گستاخوں کی سمجھ میں محض ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے نہیں آرہی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ

من مس جلدی فلن تمسه النار ۔(روضۃ الشہداء ج ا ص ۷۷)

جس نے میری جلد مبارک کو چھولیا' اسے آگ ہرگز نہ چھو سکے گی۔

---

۱ ....رومال مبارک

صاحب جامع المعجزات فرماتے ہیں کہ

روایت ہے کہ آپ جس چیز کو چھو لیتے وہ آگ میں نہیں جلتی تھی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس حضور علیہ السلام کا ایک رومال مبارک تھا' جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ مبارک خشک فرمایا کرتے تھے' جب (میں) اسے دھونا چاہتا تو آگ میں ڈال کر صاف ستھرا نکال لیا کرتا۔ (جامع المعجزات اُردو ص ۲۷۰' مطبوعہ فرید بک سٹال' لاہور)

حضور کے دست مبارک سے مس شدہ آٹا

مخدومہ کونین والدہ حسنین' نبی کے دل کا چین' حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے متعلق ایک روایت معروف ہے کہ آپ نے والی کائنات سے عرض کیا:

ابا جان! مردوں کے لیئے تو آپ نے بہت سے اُمور کو سنت قرار دیا مگر ہمارے (عورتوں) کے لیے کچھ نہیں۔

فرمایا: بیٹی! پھر کیا چاہتی ہو؟

عرض کیا: میں تنور جلاتی ہوں' آٹا گوندھ کر روٹی کا پیڑا بناتی ہوں' اسے آپ اپنے دست کرم سے تنور میں لگا دیں تاکہ روٹی لگانا بھی سنت قرار پا جائے۔

فرمایا: بہت اچھا!

جنابہ سیدہ نے پیڑا بنا کر حضور علیہ السلام کو پیش کیا اور باقی روٹیاں خود لگائیں۔

حضور علیہ السلام نے وہ ایک روٹی تنور میں لگا دی تو کیا دیکھتی ہیں کہ کافی دیر گزرنے کے بعد بھی جو روٹیاں انہوں نے لگائی تھیں وہ تو تیار ہو گئیں اور پک گئیں لیکن جو روٹی حضور نے لگائی تھی' وہ ویسے کی ویسے ہی کچی لگی ہوئی تھی اور اسے آگ نے نہ جلایا تھا۔

عرض کی: حضور والا! اس روٹی کو آگ نہ لگنے کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا: بیٹی! کیا تو نے میرا ارشاد نہیں سنا کہ "**من مس جلدی فلن تمسه النار**"

جس نے میری جلد کو چھو لیا اسے آگ نہ چھو سکے گی۔

یہی وجہ ہے کہ اس روٹی کو آگ نہ لگ سکی جسے میں نے لگایا تھا۔ تو جن والدین کے صلب و رحم میں سرکار جلوہ افروز رہیں' ان کو آگ کس طرح جلا سکتی ہے؟

تو جن اصلابِ طیبہ وارحامِ طاہرہ میں آپ متمکن رہے ان کو آگ کیسے چھو سکتی ہے۔

حضرت سیدنا انس بن مالک کی والدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور علیہ السلام ہمارے غریب خانہ پر ہماری دعوت کے سلسلہ میں جلوہ فرما ہوئے کھانا تناول فرمایا تو دستر خوان کو اپنے مبارک دست کرم سے شرف بخشا میں نے اس دستر خوان کو کبھی دھویا نہیں جب بھی میلا ہو جائے تو میں اسے جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیتی ہوں تو وہ خوب اجلا ہو جاتا ہے (جلتا نہیں ہے)۔

(الخصائص الکبریٰ)

تو جس دستر خوان کو سرکار کا دست اقدس چھو دے اسے تنور کی آگ نہیں جلاتی تو جہاں سرکار نو ماہ تک بنفس نفیس جلوہ افروز رہے ہوں اس والدہ ماجدہ اور جس صلب میں رہے ہوں اس والد ماجد کو جہنم کی آگ کیسے جلائے گی؟

ساجدین سے مراد نمازی ہیں

امام ابن جریر قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ "تَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ" سے مراد نمازی ہیں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! ارشاد فرمائیے کہ

جب آدم جنت میں تھے تو اس وقت آپ کہاں تھے؟

میری بات سن کر آپ خوب مسکرائے یہاں تک کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں نظر آنے لگیں پھر آپ نے فرمایا:

میں اس وقت ان کی پشت میں تھا پھر جب وہ زمین پر تشریف لائے تب بھی میں ان کی پشت میں تھا اور میں اپنے باپ نوح علیہ السلام کی پشت میں ہوتے ہوئے کشتی میں سوار ہوا اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں ہوتے ہوئے آگ میں پھینکا

گیا۔

لم یلتق ابوای قط علیٰ سفاح لم یزل اللّٰہ ینقلنی من اصلاب الطیبۃ الی الارحام الطاھرۃ مصفی مھذبا لا تتشعب شعبتان الا کنت من خیرھما ۔ (تفسیر درمنثور ج۵ ص۹۸)

میرے آباء واجداد کبھی حرام کاری میں نہیں پڑے اللہ تعالیٰ نے مجھے طیب پشتوں سے طاہر رحموں کی طرف منتقل فرمایا اور وہ تمام مرد وزن صاحبانِ صفا اور تہذیب تھے جب کسی سے دو شاخیں بنتیں تو مجھے ان میں سے بہترین شاخ اور قبیلہ ملتا۔

آیت کریمہ کی مزید تفسیر ملاحظہ ہو

وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۔ (پ۱۹ الشعراء:۲۱۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پشت سے دوسری پشت کی طرف تشریف لاتے رہے او . وہ تمام پشتیں طاہر تھیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی (نبوت کو) ظاہر کر دیا تو آپ کا نور نبوت آپ کے تمام آباء واجداد میں ظاہر ہوتا رہا۔

(مسالک الحنفاء ص۳۶۔۳۵ از امام سیوطی)

عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

المراد منہ تقلبک من اصلاب الطاھرین الساجدین للّٰہ الیٰ ارحام الطاھرات الساجدات ومن ارحام الساجدات الیٰ اصلاب الطاھرین ای الموحدین والموحدات حتی یدل علیٰ ان آباء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کلھم کانوا مؤمنین ۔

(تفسیر مظہری ج۷ ص۸۹)

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والے مردوں کی پشتوں سے ان عورتوں کے رحموں کی طرف منتقل ہوئے جو طاہرات اور سجدہ کرنے والی تھیں اور پھر ان طاہرات وساجدات کے رحموں سے ایسے پاکیزہ افراد کی طرف منتقل ہوئے جو تمام اللہ تعالیٰ کی توحید پر قائم تھے' یہ آیت کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء واجداد صاحبانِ ایمان وتوحید تھے۔

علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں کہ

ابو نعیم عن ابن عباس ایضًا الا انه رضی اللّٰه عنه فسر التقلبك فیهم بالتنقل فی اصلابهم حتی ولدته امه علیه الصلوٰة والسلام وجوز علٰی حمل التقلب علی التنقل فی الاصلاب ان یراد بالساجدین المؤمنین واستدل بآیة علٰی ایمان ابویه صلی اللّٰه علیه وسلم کما ذهب الیه کثیر من اجلة اهل السنة وانا اخشی الکفر علٰی من یقول فیهما رضی اللّٰه عنهما علٰی رغم انف علی القاری واحزابه بضد ذلك .

(تفسیر روح المعانی ج ۱۹ ص ۱۳۸ـ۱۳۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابونعیم نے ''تَقَلُّبَكَ'' کی تفسیر یہ کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آباء واجداد کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو جنا اور ''تَقَلُّبَ'' کے اس معنیٰ ''السَّاجِدِیْنَ'' سے مراد مؤمنین لینا پڑے گی' اس آیت کریمہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایماندار ہونے پر استدلال کیا گیا ہے جیسا کہ یہ اہل سنت کے جلیل القدر علماء کثیر کا مذہب ہے اور میں اس شخص کے کفر کا خوف رکھتا ہوں جو آپ کے والدین کریمین

کے بارے میں ملا علی القاری [1] اور اس کے ساتھیوں کی طرح اس عقیدہ کے خلاف کا قائل ہے۔

تو گزارش یہ کر رہا تھا کہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ پاک ساجدین و موحدین و مؤمنین میں منتقل ہوتا رہا گویا کہ یہ نورِ پاک جہاں بھی جلوہ گر ہوا اس ہستی کو عظیم بناتا اور اس کی مدد فرماتا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی جبین مبارک میں آیا تو انہیں مسجودِ ملائکہ بنایا اور ان کی توبہ قبول ہونے کا سبب بنا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی پیشانی پاک میں آیا تو ان کی کشتی طوفان سے پار لگ گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام میں جلوہ گر ہوا تو ان پر نارِ نمرود گلزار ہو گئی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مبارک جبین میں چمکا تو چھری نے ان کو نہ کاٹا۔

حضرت عبد المطلب کی پیشانی پر ضوفشاں ہوا تو ابرہہ کے ہاتھی سجدہ ریز ہو گئے۔

حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اگر نامِ محمد را نیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

---

[1] ملا علی القاری علیہ الرحمۃ الباری حنفی کا پہلے یہی عقیدہ تھا کہ "ماتا علی الکفر" مگر بعد میں انہوں نے اس عقیدۂ فاسدہ سے توبہ کر لی تھی ملاحظہ ہو حاشیہ نبراس علی شرح العقائد: صاحب نبراس کہتے ہیں کہ

علی بن السلطان القاری فقد اخطأ و زل لا یلیق ذلک له و نقل توبته عن ذلک فی قول المستحسن .(حاشیہ نبراس ص ۵۲۶)۔

علی بن سلطان المعروف ملا علی القاری نے اس مسئلہ میں خطاء کی اور راہِ راست سے پھسل گئے انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اور قول مستحسن میں اس نظریہ سے ان کا توبہ کرنا منقول ہے۔

لہٰذا ان کو اس معاملہ میں مطعون کرنے سے باز رہنا چاہیے کیونکہ فرمانِ رسالت ہے کہ "التائب من الذنب کمن لا ذنب له" گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے وہ گناہ کیا ہی نہیں۔

وصلی اللہ علیٰ نورِ کز و شد نورھا پیدا
زمیں در حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

نورِ مصطفیٰ جبین ہاشم میں

یہ نورِ مصطفویہ اللہ تعالیٰ کی منشاء قدرت کے مطابق پاکیزہ صلبوں اور رحموں سے ہوتا ہوا حضرت ہاشم (جد اعلیٰ) کی پیشانی میں جلوہ گر ہو گیا۔ حضرت ہاشم حضرت عبدالمطلب کے والد گرامی ہیں اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دادا جان ہیں۔

ہاشم کا معنی ہے: روٹیوں کا چورہ کرنے والے' آپ کے اسم مبارک کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب آپ اپنی زیست کے کمال کو پہنچ گئے تو اس وقت مکہ میں زبردست قحط سالی ہوئی' حتیٰ کہ لوگ محتاج اور فقیر ہو گئے تو آپ ملک شام تشریف لے گئے وہاں سے تجارت کے نتیجہ میں جو مال حاصل ہوا' اس کا آٹا خرید لائے اور مکہ میں آ کر روزانہ ایک اونٹ ذبح کرتے' اسے پکا کر اس کے شوربے میں روٹیوں کے ٹکڑے بھگوتے اور صبح سے شام تک مکہ والوں کی عام دعوت کرتے' آپ کی اسی سخاوت کی وجہ سے آپ کا نام ہاشم (روٹیوں کا چورہ کرنے والے) پڑ گیا' آپ کا دراصل اسم گرامی عمرو یا عبدالاعلیٰ تھا' اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ شان و عظمت بخشی کہ جب ان کی پیشانی میں حضور علیہ السلام کا نور چمکنے لگا تو

> **وکان نور رسول الله صلی الله علیه وسلم فی وجهه یتوقد شعاعه ویتلا لا ضیاؤه ولا یراه حبرة الا قبل یده ولایمر بشیء الا سجد الیه** ۔(زرقانی شرح مواہب ج۱ ص۷۳)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک جو حضرت ہاشم کے چہرہ میں تھا' اس کی شعاعیں نکلا کرتی اور اس کی روشنیاں بکھرا کرتی تھیں' جو عالم بھی آپ کی زیارت کرتا' وہ آپ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا کرتا اور جس چیز

کے پاس سے بھی آپ گزرتے' وہ آپ کو سجدہ کیا کرتی تھی۔

روم کے بادشاہ ہرقل نے آپ کو پیغام بھیجا کہ

آپ مکہ میں بڑے معظم ہیں' ہم نے انجیل میں آپ کے متعلق پڑھا ہے اور اب وہ معلوم ہو رہا ہے کہ نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آپ کی پیشانی میں موجود ہے' آپ ہماری دعوت پر ہمارے ہاں تشریف لائیں تو میری دلی تمنا ہے کہ میں اپنی شہزادی جو نہایت حسینہ جمیلہ' خوبصورت و نیک سیرت شہزادی ہے آپ کی زوجیت میں دے دوں' اُمید ہے آپ میری درخواست کو ضرور شرفِ قبولیت سے نوازیں گے۔

(زرقانی ج ۱ ص ۷۳)

آپ نے ہرقل بادشاہ کی اس پیشکش کو قبول نہ فرمایا بلکہ بنی نجار کی ایک نیک سیرت خاتون جس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی حسین و جمیل نہ تھا' جس کا نام سلمہ تھا' مدینہ منورہ (یثرب) کی رہنے والی تھی' اس سے نکاح فرمایا اور نورِ محمدی ان کے ہاں منتقل ہو گیا اور حضرت عبدالمطلب کی ولادت ہوئی تو یہ نور ان کی پیشانی میں موجود تھا۔

نورِ مصطفیٰ حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں

جب یہ نور حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں موجود تھا تو ابرہہ نے نو صد (۹۰۰) ہاتھیوں کا لشکر لے کر کعبۃ اللہ پر چڑھائی کی۔

حضرت عبدالمطلب جب اس سلسلہ میں ابرہہ سے بات چیت کرنے گئے تو یہ تمام ہاتھی اور ان کا سردار (محمود) نورِ مصطفیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔

فلما نظر الفيل الٰى وجه عبد المطلب يبرك كما يبرك البعير وخر ساجدا وانطق الله تعالى الفيل فقال السلام على النور الذى فى ظهرك يا عبد المطلب .

(زرقانی شریف ج ۱ ص ۸۶' سیرت حلبیہ عربی ج ۱ ص ۹۶۔۹۷' مواہب اللدنیہ اُردو ج ۱ ص ۷۰)

جب ہاتھی نے حضرت عبدالمطلب کے چہرہ مبارک کو دیکھا تو وہ اونٹ کی

طرح بیٹھ گیا اور سجدہ میں گر پڑا' اللہ تعالیٰ نے اسے قوتِ گویائی عطاء فرمائی تو اس نے بول کر کہا: اے عبدالمطلب! میرا اسلام ہو اس نور کو جو آپ کی پشت میں ہے اور چہرے پہ چمک رہا ہے۔

نورِ مصطفیٰ حضرت عبداللہ کی پیشانی میں

حضرت سیدنا عبدالمطلب سے یہ نور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جبین مبارک میں منتقل ہو گیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حسن و جمال کا اس نور کے سبب یہ عالم ہوا کہ آپ جدھر تشریف لے جاتے' درخت آپ کو سلام عرض کرتے اور عورتیں آپ کو تکتی ہی رہ جاتیں۔

ایک عورت نے آپ سے عرض کر ہی دیا کہ میں آپ سے جامِ وصل چاہتی ہوں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نکاح کے بغیر اس طرح نہیں کر سکتا' اس نے کہا: سو اونٹ کے بدلے مجھ سے نکاح کر لو' آپ نے یہ قصہ اپنے والد گرامی سے عرض کر دیا' اُدھر آپ کی شادی سیدہ آمنہ خاتون سے ہو گئی تو اب اس عورت کے پاس سے گزرے تو اس نے کوئی توجہ نہ دی' فرمایا: اے عورت! کل تک تو مجھ پر فریفتہ تھی اور جامِ وصل مانگتی تھی' آج توجہ نہیں دیتی کیا وجہ ہے؟ تو اس نے کہا:[1]

وہ تھا نورِ محمدؐ تھی جس سے روشن تری پیشانی
اسی کی تھی میں طالب اور اسی کی تھی میں دیوانی
مگر میں رہ گئی محروم قسمت میری پھوٹی ہے
سنا ہے کہ وہ دولت آمنہ نے تجھ سے لوٹی ہے

حضرت حسن بن احمد البکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

جب اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو رحم مادر میں منتقل کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے قلب اطہر میں نکاح کی

[1]...... تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۰' معارج النبوت جلد اول ص ۳۹-۴۰

تحریک پیدا کر دی اور حضرت عبداللہ نے اپنی والدہ ماجدہ سے کہا:

''میں چاہتا ہوں کہ آپ میری طرف سے کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجیں جو صاحبِ حسن و جمال ہو قد آور اور معتدل اعضاء کی ہو خوش رو اور با کمال ہو عالی نسب و حسب ہو''۔

والدہ محترمہ نے فرمایا: جانِ مادر! تیری خواہش کا احترام کیا جائے گا' چنانچہ انہوں نے قریش کے قبیلوں اور عرب کی دوشیزاؤں کو گھوم پھر کر دیکھا اور ان میں صرف حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا ہی ان کے دل کو لگیں۔

حضرت عبداللہ نے فرمایا: امی جان! ایک مرتبہ پھر انہیں اچھی طرح دیکھ لیجئے! لہٰذا ایک مرتبہ پھر حضرت عبداللہ کی والدہ ان کے ہاں گئیں اور دیکھا کہ

حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے چہرۂ اقدس سے نور ہویدا ہے اور وہ روشن ستارے کی طرح چمک رہی ہیں۔

حضرت عبداللہ کی شادی کے سلسلہ میں حضرت آمنہ کو ایک اوقیہ چاندی' ایک اوقیہ سونا' ایک سو اونٹ اور اتنی ہی تعداد میں گائے اور بکریاں پیش کیں' اسی طرح بہت سے جانور ذبح کیے گئے اور بہت زیادہ کھانا تیار کیا گیا اور یوں حضرت آمنہ ان کے ساتھ رخصت کی گئیں۔ (النعمت الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم لابن حجر مکی عربی ص ۲۲' اردو ص ۴۱)

بہت سے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ والد رسول کی جبین اقدس میں نورِ مصطفویہ جلوہ کناں دیکھ کر یہودیوں و نصرانیوں نے حسد کی آگ میں جلتے ہوئے آپ کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا اور اس پر عملدر آمد کرتے ہوئے بڑے بڑے منظم طریقوں سے حملے بھی کیے مگر

ع وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

کے مصداق حضرت عبداللہ کو اللہ تعالیٰ نے ہر حملے سے بال بال محفوظ فرمایا حتیٰ کہ آسمانی فرشتوں سے آپ کی نصرت و اعانت بھی فرمائی جیسا کہ کتابوں میں موجود ہے کہ

جب یہودیوں نے آپ کو تن تنہا شہید کرنے کے لیے چمکتی ہوئی تلواریں اُٹھائیں تو

واذا بعسکر من السمآء......فقتلوا الیهود ۔(معارج النبوت جلد اوّل ص ۳۵۔۳۴ ۷ نزہۃ المجالس از علامہ صفوری جلد دوم ص ۱۸۹ 'بیان المیلاد النبوی ص ۲۷ '۲۸)

اچانک آسمانوں سے (ملائکہ کا) ایک لشکر اترا' اس نے تمام یہودیوں کو قتل کر دیا۔

گویا کہ آسمانی فرشتوں سے اللہ تعالیٰ نے نورِ مصطفویؐ کی حفاظت کروا کر ایک آنے والا وعدہ پورا فرما دیا کہ اے محبوب!

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۔(پ ۶' المائدہ:۶۷)

''اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا''۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

اور

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اور نورِ مصطفوی کو مکمل کرنے کا پروگرام خالقِ نور نے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا کہ

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ (پ ۲۸' الصف:۸)

''اور اللہ اپنے نور کی تکمیل فرمانے والا ہے' اگرچہ کافر اسے ناپسند کریں''

تفاسیر کے مطابق اس سے مراد یہی نورِ مصطفویہ ہے' مثلاً ملاحظہ ہو کہ

نور اللہ سے اور نورہٖ سے مراد نورِ مصطفیٰ ہے۔

(تفسیر درمنثور ج ۳ ص ۲۳۱ 'موضوعات کبیر ص ۸۶ 'تفسیر جمل حاشیہ جلالین ص ۴۵۹)

نورِ حق شمع الٰہی کو بجھا سکتا ہے کون
جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

یہودیوں' بے ایمانوں کی ابتداء سے یہی کوشش رہی کہ نورِ مصطفوی کو بجھا دیا جائے'
اللہ فرماتا ہے:

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ۔(پ۲۸' الصف:۸)

''کافر ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں''

مگر

پھوکاں مار بجھائیو لوڑن نور محمد والا
نور محمد کدی نہ بجھ سی وعدہ ہے رب تعالیٰ

تو جب قتل کی سازشوں کا علم میرے آقا کے جد امجد کو ہوا تو انہوں نے حضرت عبداللہ کا نکاح کرنا چاہا تا کہ یہ نور اپنی والدہ کے شکم اطہر میں منتقل ہو کر محفوظ ہو جائے' یہی وہ نور تھا جو بوقت ولادت حضرت سیّدہ آمنہ کے بطن اقدس سے خارج ہوا' جیسے کہ آپ نے خود بیان فرمایا کہ

مجھ سے نور خارج ہوا' حضرت آمنہ خاتون کا ارشادِ پاک

خرج منی نور اضاء له قصور الشام اضاء ت له الارض اضاء له ما بين المشرق والمغرب ۔

مجھ سے نور خارج ہوا جس کی روشنی سے شام کے محلات روشن ہو گئے' اس نور کی وجہ سے زمین روشن ہو گئی' اس نور کی روشنی سے مشرق و مغرب چمک اُٹھے۔

(۱) تفسیر ابن کثیر ج ص (۲) مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۳ (۳) حجۃ اللہ علی العٰلمین ص ۲۲۷ (۴) طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۱۴۶ (۵) الوفا ص ۵۲ (۶) المواہب اللدنیہ جلد اوّل ص ۱۴۳ (۷) الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۴ (۸) سیرتِ حلبیہ جلد اوّل ص ۹۱ (۹) ما ثبت بالسنہ ص ۲۸۴ (۱۰) زرقانی شریف (۱۱) البدایہ والنہایہ ج ص (۱۲) دارمی شریف (۱۳) دلائل النبوت للبیہقی ج ۱ ص ۸۰۔۸۳ (۱۴) معارج النبوت جلد دوم ص (۱۵) مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۴ (۱۶) نسیم الریاض شرح شفاء لقاضی عیاض ج ۳ ص ۲۷۵ (۱۷) مولد العروس

لابن الجوزی ص ۲۵ (۱۸) الدرر المنظم ص ۹۰ (۱۹) الرحیق المختوم ص ۱۰۱ (۲۰) نشر الطیب از تھانوی ص ۲۳_۲۲ (۲۱) سیرتِ مصطفیٰ ص ۱۲ از مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی وہابی (۲۲) الشمامۃ العنبریہ ص ۱۰ از نواب صدیق الحسن بھوپالوی وہابی (۲۳) مختصر سیرت الرسول از عبداللہ بن محمد ابن عبدالوہاب نجدی ص ۱۲ (۲۴) عطر الوردہ مولوی ذوالفقار علی دیوبندی ص ۳۰ (۲۵) خطبات چیمہ مولوی محمد نواز چیمہ وہابی ص ۲۱ (۲۶) اکرام محمدی مولوی عبدالستار وہابی ص

(۲۷) شفاء اُردو ج ۱ ص ۴۰۵ (۲۸) مسند امام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۲۷_۱۲۸ (۲۹) دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۱ ص ۱۳۵_۱۳۶ (۳۰) تفسیر مظہری اُردو ج ۶ ص ۶۲۰

حضرت سیّدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ کی شادی کا پروگرام بنایا' اِدھر یہ پروگرام بنا اُدھر جدالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام حضرت عبداللہ کو خواب میں ملے اور حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے آسمانوں پر آپ کے نکاح کے انعقاد کی بشارت دی اور مبارکباد بھی فرمائی اور پھر سیّدہ آمنہ کے والد وہب کو بھی بشارت دے دی گئی۔ (ابوین مصطفیٰ ص ۱۵۲ تا ۱۵۴)

چنانچہ آپ کا نکاح سیّدہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا سے کر دیا گیا اور یہ نور پاک صدف حضرت آمنہ میں منتقل ہو گیا۔ علامہ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں کہ وہ رجب المرجب جمعہ کی رات تھی۔

وکانت لیلة الجمعة روی انه لما اراد الله ان یخلق محمدًا صلی الله علیه وسلم فی بطن امه آمنة لیلة الجمعة من شهر رجب الاصم ۔ (النعمت الکبریٰ علی العالم ص ۲۲ عربی)

اور یہ جمعہ کی رات تھی' روایت کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رجب المرجب کے مہینے میں شب جمعہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آمنہ کے بطن اطہر میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا' الخ۔

تو اس روایت سے میلاد النبی کا مہینہ ماہِ ربیع الاوّل شریف معلوم و متعین ہو گیا۔

عورتوں کا رشک وحسد میں مر جانا

راوی کہتے ہیں کہ مکہ کی تمام عورتیں اس معاملہ میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا پر حسد کرتی تھیں' سو عورتیں اسی حسرت وافسوس میں مر گئیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال سے محروم رہیں اور حضرت عبداللہ نے یہ امانتِ خداوندی حضرت آمنہ کو ودیعت فرمادی۔ (النعمت الکبریٰ اُردو ص ۴۳' عربی ص ۴۴)

انتقال نور مصطفیٰ پر شیطان کا واویلا اور چیخ وپکار

صاحب جامع المعجزات فرماتے ہیں کہ

وہ جمعہ کی رات تھی جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں' آج کی رات نورِ محمد منتقل ہونے والا ہے' پھر وہ نور منتقل ہوگیا' اس دن صنم خانے ویران ہوگئے' بت اوندھے منہ گر پڑے' ابلیس اپنے چہرہ پر خاک ڈالتا ہوا جبل ابی قبیس کی جانب بھاگا' وہ اس زور سے چیخا کہ تمام شیاطین اس کے گرد جمع ہوگئے' شیاطین نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟

ابلیس نے کہا:

وہ نور آمنہ کے شکم تک آپہنچا ہے جو ہمارے طلسم کو توڑ دے گا۔

مکہ کی کئی دوشیزائیں آمنہ کے مقدر پر رشک کرنے لگیں کہ اس نے عبداللہ کی پیشانی سے چمک لوٹ لی ہے۔ (جامع المعجزات اُردو ص ۷' ۹۷ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

جشن نورِ مصطفویہ

امر اللّٰہ فی تلک اللیلۃ رضوان خازن الجنان ان یفتح الفردوس: وینادی مناد فی السموات والارض الا ان النور المکنون والسر المخزون الذی یکون النبی الھادی منہ یستقر ھذہ اللیلۃ فی بطن امہ آمنۃ الذی فیہ یتم کمال خلقہ

ویخرج الی الناس بشیرا ونذیرا صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ وصحبہ بکرۃ واصیلا ۔

(النعمت الکبریٰ علی العالم عربی ص۲۲-۲۳)

اللہ تعالیٰ نے اس رات جنت کے خازن رضوان کو حکم فرمایا کہ جنت الفردوس کو کھول دے اور ایک منادی کرنے والے نے آسمانوں اور زمینوں میں نداء کی' آگاہ رہو کہ وہ نورِ مکنون اور سرِ مخزون جس سے نبی ھادی ظہور قدسی فرمائیں گے' آج رات اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس میں قرار پا گیا ہے' جہاں نورِ محمدی کی خلقت بشری کی تکمیل ہوگی اور وہ تمام بنی نوع انسان کے لیے بشیر ونذیر بن کر ظہور فرمائیں گے (صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ بکرۃً وّاصیلًا)

اللہ نے جب خیر مخلوقات کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا تو جنت کے باسیوں' سدرہ کے مکینوں اور عرش کے حاملوں سے جبریل نے فرمایا:

''کلمۃ اللہ تمام ہونے والا ہے' حکمِ الٰہی نافذ ہونے والا ہے' ان کا ظہور ہونے والا ہے جو بشیر ونذیر ہیں' سراجِ منیر ہیں' شافع ومشفع ہیں اور صاحب لواء الحمد ہیں' ان کی اُمت امر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہو گی۔

عرش والو! وہ آنے والے ہیں جو صاحب امانت ودیانت اور مجاہد فی سبیل اللہ ہیں' وہ خیر مخلوقات ہیں' خاتم الانبیاء ہیں' وہ سب جہانوں کی طرف رحمت بھیجے گئے ہیں جن کا نام محمد واحمد ہے' جو طٰہٰ ویٰسین ہیں' جن کا دین ناسخ الادیان ہے' دنیا میں ظہور فرمانے والے ہیں''۔

جبریل کا اعلان سنتے ہی ملائکہ تسبیح وتکبیر میں مصروف ہو گئے' ابوابِ جہنم بند ہو گئے' جنت کے دروازے کھل گئے' اشجارِ جنت بارآور ہو گئے' جنت کی نہریں رواں ہو گئیں' طیور

جنت نغمہ سرا ہو گئے' حور و غلمان وجد میں آ گئے' حجابات اُٹھ گئے اور احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے عالم بالا میں تجلیاں پھیل گئیں۔ ا

اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم فرمایا کہ ایک لاکھ فرشتوں کو لے کر زمین پر جاؤ' بحر و بر اور ارض و جبال میں پھیل جاؤ اور اہل زمین کو بشارت سنا دو کہ تمہیں پاک و صاف کرنے والا آ رہا ہے۔ (جامع المعجزات ص ۲۹۸۔۲۹۷' اردو)

شبِ انتقالِ نورِ مصطفویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صدف حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا میں جلوہ گر ہوئے' اس رات یہ معجزہ رونما ہوا کہ

ان کل دابة کانت لقریش نطقت تلك اللیلة وقالت حمل برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورب الکعبة وھو امام اھل الدنیا وسراج اھلھا ۔

قریش کے تمام جانور کلام کرنے لگے اور وہ بول اُٹھے کہ اللہ کے رسول صلی

ا...شب ولادت عرش پر ملائکہ کا خوشیاں منانا

حضرت امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ

"جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تمام دنیا نور سے بھر گئی اور فرشتوں نے خوشیاں منائیں اور ہر آسمان میں زبرجد اور یاقوت کے ستون بنائے گئے جن سے آسمان روشن ہو گئے' ان ستونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج ملاحظہ فرمایا تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ ستون آپ کی ولادت کی خوشخبری کے لیے بنائے گئے"۔

(الخصائص الکبریٰ اردو ج ا ص ۹۵)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب نقشہ کھینچا کہ ؎

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

اللہ علیہ وسلم حمل مادر میں تشریف لے آئے ہیں' ربِ کعبہ کی قسم! وہ اہل دنیا کے امام اوران کے لیے ہدایت اورروشن چراغ ہیں۔
عرب وعجم کے تمام بادشاہوں کے تخت اوندھے ہو گئے' ابلیس (اللہ اس پر لعنت کرے) بھاگتا ہوا سیدھا جبل ابوقبیس پر پہنچا اور وہاں زاروقطار رونے اور چیخنے چلانے لگا' جسے سن کر ہر طرف سے شیاطین دوڑتے ہوئے آئے اوراس کے اردگرد جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے:
تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو نے چیخنا چلانا شروع کر دیا ہے؟
ابلیس نے بصد حسرت ویاس کہا:
''ستیاناس ہو تمہارا! نبیٔ آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زمانۂ ظہور قریب آ گیا ہے جو کفار کا بہت زیادہ خون بہائیں گے اور انہیں انتہائی ذلیل وخوار کریں گے جن کے ساتھ ہو کر فرشتے بھی لڑیں گے' جب سے حضرت آمنہ حاملہ ہوئی ہیں' ہم تباہ وبرباد ہو کر رہ گئے ہیں''۔
(النعمۃ الکبریٰ علی العالم اُردو ص ۲۳۔۲۴' عربی ص ۲۳۔۲۴)

مزید امام ابن حجر نقل فرماتے ہیں کہ

وفرت وحوش المشرق الی وحوش المغرب بالبشارات وکذلك اهل البحار يبشر بعضهم بعضا وله فی کل شهر من حمله نداء فی الارض ونداء فی السمآء ان ابشروا فقدآن ان يظهر ابو القاسم محمد المصطفیٰ صلی الله عليه وسلم ميمونا مباركا۔ (النعمۃ الکبریٰ علی العالم عربی ص ۲۴)

(جب یہ نورِ محمدی حضرت آمنہ کے بطن اقدس میں آیا تو) مشرق کے جانور مغرب کے جانوروں کے پاس دوڑتے ہوئے گئے اوراسی طرح سمندر کے جانوروں نے بھی ایک دوسرے کو خوشخبریاں دیں اورانہیں حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے ظہور قدسی کی بشارت دینے لگے۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حمل مبارک کے ہر مہینے ایک ندا آسمان میں اور ایک زمین میں دی جاتی کہ

خوشخبری ہو! ابوالقاسم محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ظہور کا وقت قریب ہے' جن کے دم قدم سے چمن عالم میں بہار آئے گی اور ہر طرف یمن و برکت کا دور دورہ ہو گا۔ (نعمت کبریٰ اُردو ص ۴۳)

سیّدہ آمنہ کو انبیاء کی مبارکبادیاں

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں حضور علیہ السلام کے نورِ پاک سے حاملہ تھی تو ہر ماہ مجھے ایک نبی آ کر مبارکباد سے نوازتے رہے۔

پہلا مہینہ اور آمد حضرت آدم علیہ السلام

حضرت سیّدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ جب نورِ محمدی میرے بطن میں جلوہ گر ہوا تو حمل کے پہلے مہینے جو رجب المرجب کا مہینہ تھا' ایک رات جب میں اپنے گھر میں آرام فرما رہی تھی' خواب میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک مردِ کامل جس کے چہرۂ مبارکہ سے ملاحت ٹپک رہی تھی' جسم پاک سے عمدہ خوشبو آ رہی تھی اور جس کے انوار ہر سو ضیا بار تھے' میرے پاس آئے اور فرمانے لگے:

مرحبًا بك يا محمد۔

مرحبا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں نے ان سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں ابوالبشر آدم (علیہ السلام)

---

[1] خطیب پاکستان مولانا محمد بشیر رضوی آف ساہیوال رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر خطاب کے دوران فرمایا: ''يبشر بعضهم بعضًا'' بعض جانور بعض کو مبارکباد دینے لگے' یہ پتا نہیں کس ملک کے جانور ہیں جو ہمارے علاقے میں پائے جاتے ہیں اور میلاد کی خوشی نہیں کرنے دیتے۔

(تقریری نکات ص ۲۷۹) (مولانا بشیر احمد رضوی ساہیوال)

ہوں میں نے پوچھا: آپ کس طرح تشریف لائے ہیں؟ تو فرمایا: اے آمنہ!

ابشری فقد حملت بسید البشر وفخر ربیعة ومضر ۔

(النعمۃ الکبریٰ عربی ص ۴۵)

تجھے مبارک باد ہو کہ تم سیّد البشر اور فخر ربیعہ و مضر سے بارور ہو۔ صلی اللہ علیہ وسلم

دوسرا مہینہ اور آمد حضرت شیث علیہ السلام

حضرت سیّدہ فرماتی ہیں:

ولما کان الشهر الثانی دخل علی رجل وهویقول السلام علیك یا رسول اللّٰه قلت له من انت قال انا شیث قلت له ما ترید قال ابشری یا امنة فقد حملت بصاحب التاویل والحدیث ۔ (النعمت الکبریٰ عربی ص ۴۵)

جب دوسرا مہینہ ہوا تو ایک شخص خواب میں تشریف لائے وہ کہہ رہے تھے: السلام علیک یا رسول اللہ! اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو! میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں شیث (علیہ السلام) ہوں میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اے آمنہ! تمہیں خوشخبری ہو کہ تم صاحب تاویل و حدیث نبیٔ محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارور ہو۔

تیسرا مہینہ اور ادریس علیہ السلام کی آمد

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

ولما کان الشهر الثالث دخل علی رجل وهو یقول السلام علیك یا نبی اللّٰه فقلت له من انت؟ قال انا ادریس قلت ما ترید قال ابشری یا آمنة فقد حملت بالنبی الرئیس ۔

(النعمت الکبریٰ ص ۴۵)

جب تیسرا مہینہ ہوا تو ایک اور شخص خواب میں میرے پاس آئے اور کہنے لگے: السلام علیک یا نبی اللہ! اے اللہ کے نبی! آپ پر سلام ہو۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں ادریس (علیہ السلام) ہوں میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اے آمنہ! بشارت ہو کہ تم نبی رئیس سے بارور ہو (یعنی ایسے نبی کے حمل سے جو سب کے سردار ہیں)۔

چوتھا مہینہ اور نوح علیہ السلام کی آمد

سیّدہ کا ہی بیان ہے کہ

ولما كان الشهر الرابع دخل على رجل وهو يقول السلام عليك يا حبيب الله قلت له من انت؟ قال انا نوح قلت له ما تريد قال ابشرى يا آمنة فقد حملت بصاحب النصر والفتوح ۔

جب چوتھا مہینہ ہوا تو حسب سابق ایک بزرگ میرے پاس جلوہ افروز ہوئے اور کہنے لگے: السلام علیک یا حبیب اللہ! اے اللہ کے محبوب! آپ پر سلام ہو میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں نوح (علیہ السلام) ہوں میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اے آمنہ! خوشخبری ہو کہ آپ اس نبی محترم سے بارور ہیں جو صاحب نصرت وفتوح ہیں۔

پانچواں مہینہ اور ھود علیہ السلام کی آمد

حضرت سیّدہ ارشاد فرماتی ہیں کہ

ولما كان الشهر الخامس دخل على رجل وهو يقول السلام عليك يا صفوة الله فقلت له من انت؟ قال انا هود قلت ما تريد؟ قال ابشرى ما آمنة فقد حملت بصاحب الشفاعة العظيمة فى اليوم الموعود ۔ (النعمت الکبریٰ ص ۳۵-۳۶)

جب پانچواں مہینہ ہوا تو اسی طرح ایک حضرت میرے پاس آئے اور کہنے لگے: السلام علیک یا صفوۃ اللہ! اے اللہ کے برگزیدہ رسول! آپ پر سلام ہو! میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں ہود (علیہ السلام) ہوں' میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں! تو فرمایا: اے آمنہ! تمہیں مبارک ہو کہ تم اس نبی مکرم سے بارور ہو جو قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ کے مالک ہوں گے۔

چھٹا مہینہ اور آمد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام

آپ ہی کا بیان مبارک ہے کہ

ولما كان الشهر السادس دخل على رجل وهو يقول السلام عليك يا رحمة الله قلت له من انت؟ قال انا ابراهيم الخليل قلت له ما تريد؟ قال ابشرى يا آمنة فقد حملت بالنبى الجليل ۔(النعمۃ الکبریٰ ص ۴۶)

جب چھٹا مہینہ ہوا تو پہلے کی طرح ایک اور بزرگ میرے پاس آئے اور فرمانے لگے: السلام علیک یا رحمۃ اللہ! اے اللہ کی رحمت! آپ پر سلام ہو! میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) ہوں' میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اے آمنہ! تمہیں خوشخبری ہو کہ تم نبی جلیل صلی اللہ علیہ وسلم سے بارور ہو۔

ساتواں مہینہ اور آمد ذبیح اللہ علیہ السلام

آپ ہی ارشاد فرماتی ہیں:

ولما كان الشهر السابع دخل على رجل وهو يقول السلام عليك يا من اختاره الله قلت له من انت؟ قال انا اسماعيل الذبيح قلت له ما تريد؟ قال ابشرى يا آمنة فقد حملت بالنبى الرجيح المليح ۔(النعمۃ الکبریٰ ص ۴۶)

جب ساتواں ماہ ہوا تو ایک اور صاحب تشریف لائے اور کہنے لگے: السلام علیک یامن اختارہ اللہ اے اللہ کے مختار رسول! آپ پر سلام ہو! میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں اسماعیل ذبیح اللہ (علیہ السلام) ہوں میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اے آمنہ! خوشخبری ہو کہ تم نبی رجیح وملیح یعنی افضل اور حسن نمک پاش والے نبی سے بارور ہو۔

آٹھواں مہینہ اور آمد موسیٰ علیہ السلام

حضرت سیدہ کا ہی ارشاد ہے کہ

ولما کان الشهر الثامن دخل علی رجل وهو يقول السلام عليك يا خيرة الله فقلت له من انت؟ قال انا موسى ابن عمران فقلت له ما تريد؟ قال ابشری یا آمنة فقد حملت بمن ینزل علیه القرآن ۔(النعمۃ الکبریٰ ص ۳۶)

جب آٹھواں مہینہ ہوا تو حسب دستور ایک اور بزرگ میرے پاس جلوہ فرما ہوئے اور کہنے لگے: السلام علیک یا خیرۃ اللہ! اے اللہ کے پسندیدہ رسول! آپ پر سلام ہو! میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں موسیٰ ابن عمران ہوں میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ تو فرمایا: اے آمنہ! خوشخبری ہو کہ تم اس نبی معظم سے بارور ہو جس پر قرآن کریم نازل ہوگا۔

نواں مہینہ اور آمد عیسیٰ علیہ السلام

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ

ولما کان الشهر التاسع دخل علی رجل وهو يقول السلام عليك يا خاتم رسل الله دنى القرب منك يا رسول الله قلت له من انت؟ قال انا عيسى ابن مريم فقلت له ما تريد؟ قال ابشری یا آمنة فقد حملت بالنبی المکرم والرسول المعظم

(صلی اللہ علیہ وسلم) وزال عنک البؤس والعنا والسقم والالم ۔(النعمۃ الکبریٰ علی العالم ص ۴۷)

جب نواں مہینہ ہوا تو اسی طرح ایک اور حضرت میرے پاس آئے اور کہنے لگے: السلام علیک یا خاتم رسل اللہ! اے رسولانِ الٰہی کو ختم کرنے والے! آپ پر سلام ہو! آپ کا وقت ظہور قریب ہے' میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) ہوں' میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اے آمنہ! خوشخبری ہو کہ تم نبی مکرم اور رسولِ معظم سے بارور ہو (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے ہر قسم کی تکلیف' درد' دکھ اور بیماری زائل ہو گئی ہے۔

ایسے ہی جامع المعجزات ص ۲۹۹ تا ۳۰۲ پر علامہ الشیخ محمد الواعظ الرھاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا عوارضاتِ نساء سے محفوظ رہیں!

حضرت علامہ معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ا ...... جنابِ سیدہ آمنہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ

دورانِ حمل مجھے ایسی کوئی وقت ثقل یا بوجھ محسوس نہ ہوا جس طرح عورتوں کو دورانِ حمل ہوا کرتا ہے حتیٰ کہ ابتدائی چھ ماہ میں مجھے یہ احساس بھی نہ ہوا کہ میں حاملہ بھی ہوں یا نہیں؟ صرف اتنا احساس تھا کہ اس دوران عوارضِ نسوانی (ماہواری) منقطع ہو گئے تھے' چھ مہینہ گزرنے کے بعد خواب و بیداری کے عالم میں کسی نے مجھ سے کہا کہ اے آمنہ! کیا تجھے اپنے حمل کی خبر ہے؟ میں نے کہا: نہیں! تب انہوں نے بتایا کہ تم اس اُمت کے پیغمبر کے حمل سے ہو تب مجھے اپنے حاملہ ہونے کا یقین ہوا۔ (معارج النبوت جلد اوّل ص ۴۵ ' اُردو)

فقیر محتاج الی المولی القدیر عبد النبی الاکبر محمد مقبول احمد سرور عرض کرتا ہے کہ جس پاکیزہ خاتون کی پوتی شہزادیٔ رسول سیدہ بتول سلام اللہ علیہا کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف طہارت عطاء فرمایا ہو کہ ان کے ہاں شہزادہ کی ولادت ہوا اور ولادت ہونے کے ٹھیک ایک گھنٹہ بعد انہوں نے نماز ادا فرمائی ہو اس طاہرہ آمنہ خاتون کی پاکیزگی کا کیا عالم ہوگا؟

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ اقدس (اپنی والدہ ماجدہ کے) شکم اطہر میں جلوہ افروز ہوا تو والدہ ماجدہ کو دوسری عورتوں کی طرح طبیعت میں کسی قسم کی گرانی ہرگز محسوس نہ ہوئی اور نہ ہی کوئی بوجھ کا احساس ہوا حتیٰ کہ جسمانی عوارض کی وجہ سے شکم اطہر بھی نہیں بڑھا تھا' حضرت عبدالمطلب اس بات کو تسلیم نہ کرتے تھے کہ سیّدہ آمنہ حاملہ ہیں کیونکہ حمل کا کوئی اثر سیّدہ رضی اللہ عنہا میں وہ محسوس نہ کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم والدہ کے شکم اطہر میں تکبیر و تسبیح پڑھتے تھے جس کی آواز سنائی دیتی تھی' وقت ولادت والدہ کو تکلیف نہ ہوئی۔

(معارج النبوت جلد دوم ص ۹۷' الشمامۃ العنبر یہ ص ۸' مولد العروس' تذکرہ میلاد رسول)

حضرت عبداللہ والدرسول رضی اللہ عنہ کا انتقال

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حمل کو چھ ماہ گزرے تھے کہ میں نے ہاتف (غیبی) سے ندا سنی:

آمنہ! تجھے امن والا مبارک ہو۔

(بقیہ حاشیہ) سیدہ فاطمۃ الزہراء کے ہاں ان کے فرزند ارجمند حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کے ساتھ کسی قسم کا کوئی خون وغیرہ نہ دیکھا تو میں نے اس کا ذکر حضور علیہ السلام سے کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اسماء!

اما علمت ان ابنتی طاهرة ومطهرة. (اسعاف الراغبین ص ۱۷۲)

کیا تو نہیں جانتی میری بیٹی طاہرہ مطہرہ ہے۔

امام نبہانی فرماتے ہیں کہ "انما کانت لا تحیض" (الشرف المؤبد لآل محمد ص ۷۴) سیدہ حیض سے پاک تھیں۔ مزید فرمایا کہ "وکانت اذا ولدت طهرت من نفاسها بعد ساعة حتى لا تفوتها صلوٰة"۔ (الشرف المؤبد لآل محمد ص ۷۴-۷۵)

اور آپ بچے کی ولادت کے ایک ساعت بعد پاک ہو جاتیں حتیٰ کہ آپ کی کوئی نماز فوت نہ ہوئی' مزید معلومات کے لیے فقیر کی تصنیف اسرار خطابت ج ۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

تو جب حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی والدہ کی طہارت کا یہ عالم ہے تو جو نبی لوگوں کو پاک کرنے آیا ہے' اس محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی طہارت کا کیا عالم ہوگا؟

سات ماہ گزرے تو حضرت عبدالمطلب نے سیّدنا عبداللہ سے فرمایا:

خوشی کے لمحات آنے والے ہیں' ظاہر ہے کہ اس وقت ہمیں دعوتِ عام کرنا ہوگی' بیٹا! تم طیبہ جاؤ اور وہاں سے عمدہ پھل اور مویشی لے آؤ۔

سیّدنا عبداللہ فوراً روانہ ہو گئے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا' سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ طیبہ میں وصال فرما گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

آپ کے وصال پر آسمان کے فرشتوں نے کہا:

الٰہ العالمین! تیرے محبوب دنیا میں یتیم پیدا ہوں گے؟

اللہ نے فرمایا: فرشتو! اس کا ناصر و نگہبان اس کے والدین سے بہتر ہے' اس کا محافظ و مربی میں ہوں۔

سیّدہ آمنہ نے اپنے سرتاج کے وصال کی خبر سنی تو ان پر سکتہ طاری ہو گیا' یہ مرحلہ ان کے لیے بڑا صبر آزما تھا۔ (جامع المعجزات ص ۲۹۸۔۲۹۹' اردو)

پیدا ہوئے تو باپ کا سایہ اٹھا لیا
بڑھنے لگے تو مادر و عم ہو گئے جدا
گھٹنوں چلے تو دادا عدم کو رواں ہوا
ایک ایک سایہ یونہی اٹھتا چلا گیا
سائے پسند آئے نہ پروردگار کو
بے سایہ[1] کر دیا گیا اس سایہ دار کو

---

[1] ...اللہ تعالیٰ نے اس پیکرِ نورانیت کا جسم بھی سایہ نہ بنایا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "لم یکن للنبی ظل لانہ نور والنور لاظل لہ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا' اس لیے کہ نبی نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوا کرتا' دوسری روایات میں ہے کہ "لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل ولم یقم مع شمس الا غلب ضوئہ ضوئھا ولا مع السراج الا غلب ضوئہ ضوئہ" رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے جسم نورانی کا سایہ نہ تھا کیونکہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک سورج کے نور پر غالب آ جاتا اور اگر چراغ کے پاس (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایک عاشقِ رسول نے کیا خوب کہا کہ ؎

محبوب الٰہی سا کوئی نہ حسیں دیکھا
حد یہ ہے کہ حضرت کا سایہ بھی نہیں دیکھا
اللہ نے چاہا نہ سائے کو جدا کرنا
جب وقت نزع آئے دیدار عطاء کرنا

قبل ولادت ہی والدِ گرامی کا سایہ اس لیے بھی اٹھالیا گیا کہ پتا چل جائے کہ اس محبوب علیہ السلام کا سایۂ رحمت ساری کائنات پر اور میرا (اللہ تعالیٰ کا) سایہ رحمت اس محبوبِ کائنات پر یہ درِ یتیم یتیموں کا والی اور میں اس درِ یتیم کا والی میرے علاوہ اس پر کسی کا احسان نہیں' بلکہ ساری کائنات پر اس کا احسان ہوگا۔ والدِ گرامی حضرت امام خطابت علیہ الرحمۃ نے کتنا خوبصورت شعر فرمایا کہ ؎

یتیم ہو کے یتیموں کو پالنے والے
سنبھال ہم کو بھی اے سب کے سنبھالنے والے

اور مولانا حالیؔ نے کہا: ؎

یتیموں کا والی غلاموں کا مولا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

(بقیہ حاشیہ) جلوہ گر ہوتے تو چراغ پر حضور کا نورِ مبارک غالب آجاتا۔ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ "من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ظلہ کان لا یقع علی الارض وانہ کان نورًا" یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا کیونکہ آپ نور تھے۔

حوالجات کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) زرقانی علی المواہب ج۴ ص۲۲۰ (۲) نفی الفئی ص۳ (۳) الخصائص الکبریٰ ج۱ ص۶۸ (۴) مواہب اللدنیہ ج۲ ص۳۰۷ (۵) مدارج النبوت ج۱ ص۲۱ (۶) مکتوبات امام ربانی حصہ نہم دفتر سوم ص۷۵ (۷) تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ ص۳۶۱ اُردو (۸) امداد السلوک از مولوی رشید گنگوہی ص۱۵۶

دورانِ ایامِ حملِ نور خوشبوؤں کے حلّے

حضرت سیّدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ ان ایام میں
رات کو میں سونے کے لیے لیٹتی تو چاند اور ستارے میرے نزدیک آتے اور مجھے
سلام عرض کرتے' دن کو میں قیلولہ فرماتی تو سورج کے سلام کرنے کی آوازیں آیا کرتیں۔
مجھ سے ایسی خوشبوؤں کے حلّے پھوٹتے کہ کمرہ ہی نہیں گھر بھی...... گھر ہی نہیں
پوری گلی...... پوری گلی ہی نہیں سارا محلّہ...... سارا محلّہ ہی نہیں بلکہ پورا مکہ معطر ہو جاتا۔

حضرت عبدالمطلب نے ایک دن اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا:

''آج شام جب سب لوگ دستر خوان پر کھانے آئیں تو اپنی بہو کو میری
طرف سے کہنا کہ باہر لوگ مجھے کہتے ہیں: آپ کی بیوہ بہو یہ خوشبو کہاں
سے منگواتی ہے کہ جس سے سارا مکہ معطر ہو جاتا ہے' ہمیں بھی وہ دوکان
بتائی جائے تاکہ ہم بھی وہاں سے خوشبو خریدا کریں تو مجھے شرمندگی ہوتی ہے'
دراصل لوگ مجھے طعنہ دیتے ہیں کہ بیوہ ہو کر ایسی خوشبو بہو کو استعمال نہ کرنی
چاہیے''۔

جب شام کو دستر خوان پر بات ہوئی تو سیّدہ آمنہ کی چشمانِ معنبرہ سے آنسوؤں
کے موتی جاری ہو گئے اور رو کر عرض کیا:

''ابا جان! آپ کو معلوم ہے کہ میں کتنی عفت و حیاء کی مجسم پیکر ہوں! میں تو
کبھی گھر کے دروازے تک نہیں آتی' دراصل یہ خوشبو کسی دکان کی نہیں بلکہ
اس عرش کے مہمان کی ہے جو عنقریب میری گود میں آنے والا ہے''۔

(سیرت حلبیہ و دیگر کتب سیرت)

چاند جس کی بلائیں لیتا ہے اور ستارے سلام کرتے ہیں
یہ تو اس پیکر حسن و جمال کی خوشبو ہے کہ جس کا پسینہ خوشبوؤں کا گنجینہ ہے

ایسی خوشبو نہیں ہے کسی پھول میں
جیسی میرے نبی کے پسینے میں ہے!

لے مسلم شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دوپہر کے وقت حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر قیلولہ فرما رہے تھے' آپ کے جسد منورہ سے پسینہ موتیوں کی طرح بہہ رہا تھا اور اُم سلیم اسے ایک شیشی میں جمع کر رہی تھیں کہ نبی کریم نے فرمایا: اُم سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟ عرض کیا: حضور! اس پسینہ مبارک کو اپنے عطریات میں ملاؤں گی تا کہ وہ اور لطیف وخوشبودار ہو جائیں' فرمایا: "اَصَبْــــــتِ" تو نے ٹھیک کیا ہے۔(۱) مسلم شریف ج ۲ص ۲۵۷ (۲) مشکوۃ شریف ص ۵۱۷ (۳) مواہب اللدنیہ ج ۲ص ۳۱۲ (۴) مصابیح السنۃ ج ۴ص ۴۸

ایسی خوشبو نہیں ہے کسی پھول میں
جیسی میرے نبی کے پسینے میں ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "لا شممت مسکًا و لا عنبرًا اطیب من رائحة النبی صلی الله علیه وسلم "میں نے کبھی کوئی کستوری یا عنبر ایسا نہیں سونگھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہو۔ (۱) بخاری شریف ج ۱ص ۲۶۴ (۲) مسلم شریف ج ۲ص ۲۵۷ (۳) مصابیح السنہ ج ۴ص ۴۸ (۴) البرہان ص ۱۵ (۵) مشکوۃ شریف ص ۵۱۷

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے فجر کی نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی' نماز سے فارغ ہو کر نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام اپنے در دولت کی طرف نکلے اور میں بھی ساتھ ہولیا تو اچانک سامنے بچے آ گئے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر بچے کے رخسار پر ہاتھ مبارک پھیرتے تھے' میرے بھی دونوں رخساروں پر دست رحمت پھیرا تو "فوجدت لیده بردًا او ریحًا کانما اخرجها من جونة عطار "میں نے ایسی ٹھنڈک اور ایسی خوشبو محسوس کی جیسے کہ سرکار نے دست مبارک عطار کی صندوقچی سے نکالا ہے۔
(مشکوۃ ص ۵۱۷' مصابیح السنہ ج ۴ص ۴۹' مسلم شریف ج ۲ص ۲۵۶' البرہان ص ۱۷)

حضرت سیدنا جابر فرماتے ہیں: "ان النبی صلی الله علیه وسلم لم یسلك طریقًا فیتبعه احد الا عرف انه قد سلکه من طیب عرقه او قال من ریح عرقه"۔

(۱) سنن دارمی ج ۱ص ۴۶' مطبوعہ قاہرہ۔ ج ۱ص ۳۴ مطبوعہ ملتان (۲) مشکوۃ ص ۵۱۷ (۳) مصابیح السنہ ج ۴ص ۵۱ (۴) البرہان ص ۱۸

یعنی کہ اگر کسی نے سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنا ہوتا تو (اسے پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آتی بلکہ) جس گلی سے تازہ تازہ خوشبو آتی' اُدھر کو جاتا تو سرکار کو پالیتا' آپ کی خوشبو کی وجہ سے۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحات پر)

بقیہ حاشیہ ؎ گزرے وہ جس راہ سے سید والا ہو کر

رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

حضرت سیدنا عتبہ بن فرقد سلمی صحابی رضی اللہ عنہ کے جسم سے ہر وقت بہترین خوشبو مہکتی رہتی تھی حالانکہ آپ خوشبو لگایا نہیں کرتے تھے اور آپ کی چار بیویاں تھیں وہ آپس میں کوشش کرتیں کہ میری خوشبو سب سے اچھی ہو لیکن جب ان کے شوہر سیدنا عتبہ گھر تشریف لاتے تو سب خوشبوئیں مات ہو جاتیں اور حضرت عتبہ کی خوشبو غالب رہتی ایک دن چاروں بیویاں اکٹھی ہو کر عرض کرتی ہیں: اے ہمارے آقا! ہمارے شوہر نامدار کیا بات ہے؟ ہم ایک دوسری سے سبقت لے جانے کے لیے اچھی سے اچھی خوشبو لگاتی ہیں' مگر آپ آتے ہیں تو اور کسی کی خوشبو کا پتا ہی نہیں چلتا' صرف آپ ہی کی خوشبو مہکتی رہتی ہے' ایسا کیوں؟ یہ سن کر حضرت عتبہ نے فرمایا: میں نے تو کبھی کوئی خوشبو نہیں لگائی' بس وجہ یہ ہے کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہو گیا تھا' میرے جسم پر پھنسیاں (پت) نکل آئی تھی تو میں اپنے آقا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور بیماری کی شکایت کی تو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عتبہ! کرتہ اتار دے اور بیٹھ جا' میں کرتہ اتار کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا'

"فنفث صلى الله عليه وسلم في يده الشريفة و دلك بها الاخرى ثم مسح ظهرى و بطنى بيديه فعبق هذا الطيب من يديه يومئذ"۔

(۱) زرقانی علی المواہب ج ۴ ص ۲۲۴ (۲) مدارج النبوت ج ۱ ص ۲۴ (۳) سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۴۰۳

(۴) مواہب اللدنیہ جلد دوم ص ۳۱۰-۳۱۱ (۵) الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۸۴ (۶) البرہان ص ۱۹-۲۰

یعنی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک پر پھونک لگائی' پھر اس ہاتھ مبارک کو دوسرے ہاتھ مبارک سے مل کر میری پشت اور میرے پیٹ پر دونوں ہاتھ مبارک پھیر دیئے' اس وقت سے یہ خوشبو مہک رہی ہے' اس حدیث مبارک کے متعلق امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اخرج الطبراني في الكبير والاوسط بسند جيد. (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۸۴)

؎ ایسی خوشبو نہیں ہے کسی پھول میں

جیسی میرے نبی کے پسینے میں ہے

اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جس روز جانِ جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا' میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر آپ کے سینہ مبارک پر رکھ دیئے تو کئی ہفتوں تک میرے ہاتھوں سے وضو کرتے اور کھانا کھاتے وقت مشک و عنبر کی سی خوشبو مہکتی تھی۔

(۱) شواہد النبوت ص ۱۸۷ (۲) الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۷۴ (۳) البرہان ص ۲۱-۲۲' از استاذی المکرم فقیہہ عصر مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(بقیہ حاشیہ) شیخ المحدثین حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی کو اس کے خاوند کے ہاں بھیجنے کے لیے خوشبو تلاش کی مگر خوشبو نہ مل سکی تو اس نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر ماجرا عرض کیا اور درخواست کی کہ آقا! آپ ہی کوئی خوشبو عطاء فرمائیں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیشی طلب فرمائی تا کہ اس میں خوشبو ڈالی جائے' شیشی حاضر کرنے پر حبیب خدا جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم انور سے پسینہ لے کر اس شیشی میں بھر دیا اور فرمایا: جا کر اسے اپنی لڑکی کے جسم پر مل دو اور جب اسے پسینہ مبارک مل گیا تو سارا مدینہ اس خوشبو سے مہک گیا اور پھر اس گھر کا نام ہی "بیت المطیبین" رکھ دیا گیا۔

(مدارج النبوت فارسی ج ۱ص ۲۴' اُردو ج ۲ص ۴۷)

استاذی المکرمی حضرت فقیہ عصر قبلہ مفتی محمد امین صاحب فرماتے ہیں کہ

عاشق رسول قائد اہل سنت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ رضویہ کے جلسہ عام میں اس واقعہ کو بیان فرمایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: اس لڑکی کو تاحیات پھر کبھی خوشبو لگانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی بلکہ اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد میں جو بچہ پیدا ہوتا اس کے جسم سے بھی خوشبو مہکتی تھی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!)

(البرہان ص ۲۴)

والد گرامی امام خطابت علامہ پیر غلام رسول المعروف سمندری والے رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد مرتبہ بیان فرمایا کہ حضرت امیر ملت علی پوری الحافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب گنبد خضریٰ پر مواجہ شریف کے پاس حاضر تھے کہ ایک حبشی بھی وہاں حاضر تھا' اس میں سے ایسی خوشبو آ رہی تھی کہ کبھی نہ دیکھی نہ سونگھی' آپ نے اس سے کہا: حبشی! میرے مریدین میں نواب آف دکن وحیدر آباد تک شامل ہیں جو مجھے خوشبو وعطریات کے تحفہ جات بھیجتے رہتے ہیں مگر ایسی خوشبو جو تجھ سے آ رہی ہے' آج تک میں نے نہیں دیکھی نہ سونگھی' ذرا مجھے بھی بتا یہ خوشبو کہاں سے ملتی ہے؟ حبشی نے زار و قطار روتے ہوئے روضہ رسول کی طرف اشارہ کیا اور کہا: یہ خوشبو میں نے اس روضے والے آقا سے لی ہے' آپ نے فرمایا: وہ کیسے؟ آپ تو چودہ صدیوں سے اس مرقد منورہ و تربت مقدسہ میں آرام فرما ہیں' تو نے خوشبو آپ سے کیسے حاصل کر لی؟ تو اس نے کہا: شاہ صاحب! وہ جس لڑکی کو سرکار نے اپنے پسینہ مبارکہ سے مشرف فرمایا تھا جس کا ذکر احادیث میں آپ لوگ بیان کرتے رہتے ہیں' میں اس لڑکی کی نسل سے ہوں' اللہ اکبر! چودہ صدیوں کے بعد بھی اس کی نسل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارکہ کی خوشبو موجود ہے۔

ایسی خوشبو نہیں ہے کسی پھول میں
جیسی میرے نبی کے پسینے میں ہے

تاجدار بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا کہ

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

ربیع الاوّل شریف کی بابرکت راتیں

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

جب ربیع الاوّل کی پہلی شب ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی ذاتِ اقدس سے عجیب کیف وسرور حاصل ہوا۔

دوسری شب حصولِ مقصد کی بشارت دی گئی۔

تیسری شب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر کہا گیا: اے آمنہ! اب اس جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور شکر واحسان بجالائے گا۔

چوتھی شب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ملائکہ کی بلند آواز سے تسبیح سنی۔

پانچویں شب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی زیارت کی' وہ فرمارہے تھے:

''اس نبی جلیل صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری ہو جو صاحبِ نور و جمال اور افضل وکمال کے مالک ہیں اور تعریف وثناء جن کو سزاوار ہے''۔

چھٹی شب صاحبِ مدح وثناء حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سارے عالم میں جلوہ گر ہوئے۔

ساتویں شب ملائکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر آئے' جس سے خوشیاں دوبالا ہو گئیں۔

آٹھویں شب فرح وسرور اور مبارکبادی کے فرشتے نے نداء کی اور کہا:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا وقت قریب آ گیا ہے''۔

نویں شب لطف ومہربانی کے فرشتے نے صحن عطف سے نگاہ کی کہ حضور کی والدہ سے غم والم زائل ہو گئے۔

دسویں شب خیف ومنیٰ نے بشارت دی۔

گیارھویں شب زمین و آسمان والوں نے ایک دوسرے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری دی اور پھر وہ شب بھی جلوہ نما ہوئی کہ

جو قسمت کے لیے مقسوم تھی وہ آج کی شب تھی
مشیت ہی کو جو معلوم تھی وہ آج کی شب تھی
خدا نے ناخدائی کی خود انسانی سفینے کی
کہ رحمت بن کے چھائی بارھویں شب اس مہینے کی
وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے تورات کے وعدے
خدا نے آج ایفا کر دیئے ہر بات کے وعدے
مبارک ہو کہ دور راحت و آرام آ پہنچا
نجات دائمی کی شکل میں اسلام آ پہنچا
بصد انداز یکتائی بغائت شان زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی
فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
جناب آمنہ سنتی تھیں یہ آواز آتی تھی
سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی
سلام اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے
ترے آنے سے رونق آ گئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حال قسمت ہو گیا پھر فضل ربانی
مبارک ہو کہ ختم المرسلیں تشریف لے آئے
جناب رحمۃ للعلمین تشریف لے آئے

پرنور ہے زمانہ صبحِ شب ولادت

شب میلاد

خدا کی قسم! اس کائنات رنگ و بو میں اس ذاتِ وحدہٗ لاشریک نے جتنی راتیں تخلیق فرمائی ہیں ان سب سے افضل یہی رات ہے کیونکہ اگر یہ رات نہ ہوتی تو پھر کوئی رات نہ ہوتی۔

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لیلۃ المیلاد لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے اس کی تین وجوہات ہیں:

(۱) لیلۃ المیلاد میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا جبکہ لیلۃ القدر آپ کو عطاء کی گئی مشرف کی ذات کے سبب جو شئی شرف پائے وہ اس شئی سے اشرف ہوگی جو مشرف کی ذات کو عطاء کی جائے اس اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی رات لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

(۲) لیلۃ القدر میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور لیلۃ المیلاد میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے حضور ملائکہ سے یقیناً افضل ہیں لہٰذا حضور سے منسوب رات بھی ملائکہ سے منسوب رات سے افضل ہے۔

(۳) لیلۃ القدر میں صرف اُمت مصطفویہ پر رحم و فضل ہوتا ہے مگر لیلۃ المیلاد میں تمام موجودات و کائنات پر رحم و فضل ہوا۔

(سیرت محمدیہ اُردو ترجمہ مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۱۵۶)

حقیقت ہے کہ یہ رات
بہت ہی مسرتوں بھری رات

اپنے دامن میں اس خوشی کا احاطہ کرنے والی رات کہ جس کے عدم وجود سے کائنات میں مسرت کی کوئی چیز تخلیق نہ کی جاتی بلکہ خود کائنات ہی معرضِ وجود میں نہ آتی'

ان فرشتوں کو اپنے دامن میں سمیٹنے والی شب مبارکہ کہ جو زندگی کی تمام تر رعنائیوں کے وجود کا سبب بنی

شادمانی و سرور سے لبریز رات

جملہ عظمتوں بلندیوں اور مرتبوں کی جامع رات

قدر و منزلت کے اعتبار سے ضرب المثل رات

وجدان و عرفان سے بھرپور رات

حسن و جمال نور و سرور سے مزین رات

وہ رات کہ جس پر شب قدر بھی رشک کرتی ہے

وہ رات کہ جس کی عظمت و شوکت کے سامنے شب برأت کی اہمیت بھی ہیچ ہے

جس کی فضیلت چاندراتوں سے بھی بڑھ کر اور جس کی قدر و منزلت قیامت تک کی تمام راتوں سے زیادہ اور جس کی علوِ مرتبت ایام حج و عیدین سے بھی فزوں تر ہے

اگر یہ شب سعادت نہ ہوتی تو شب برأت نہ ہوتی نہ شب قدر بلکہ ایام حج ہوتے نہ عیدین ہاں ہاں! قصہ مختصر کہ

اگر یہ رات اور اس میں تشریف لانے والی محبوب کی ذات نہ ہوتی تو پھر کبھی اظہارِ ربوبیت ربِ کائنات نہ ہوتا۔

لولاك لما اظهرت الربوبية .(حوالے گزر چکے ہیں)

اے حبیب! اگر آپ کا میلاد نہ ہوتا تو میں اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ فرماتا۔

ایہہ دھرتی نہ ہندی نہ اسمان ہندا جے پیدا نہ عرشاں دا مہمان ہندا

ایہہ شمس و قمر کہکشاں نہ ستارے نہ جنت نہ جنت دا سامان ہندا

ایہہ جلوے ایہہ منظر ایہہ رنگیں نظارے محمد دے ہونے تھیں ہوئے نے سارے

جے پیدا نہ ہندے محمد پیارے نہ ظاہر کدی آپ رحمان ہندا

اگر میلادِ مصطفیٰ نہ ہوتا تو کلیم نہ ہوتے

اللہ تعالیٰ کے لاڈلے پیغمبر سیدنا حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے مولا!
میں تیرا کلیم ہوں! کیا مجھ سے زیادہ شان والا بھی کوئی تو نے پیدا فرمایا ہے؟ آوازِ قدرت آئی: ہاں! عرض کیا: یا اللہ! وہ کون ہے؟ فرمایا: اے کلیم! وہ میرا محبوب سیدہ آمنہ کا دریتیم عبداللہ کا فرزند محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور سن لو!

لو لا محمد وامته لما خلقت الجنة و النار ولا الشمس ولا القمر ولا ملكا مقربا ولا نبيا مرسلا ولا اياك مت على توحيد وعلى حب محمد (صلى الله عليه وسلم). (موضوعات کبیر ص ۱۵۹)

اگر محمد اور ان کی اُمت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) نہ ہوتے تو میں جنت' جہنم' سورج' چاند' فرشتے' نبی' رسول اور (کوئی شی) حتیٰ کہ اے کلیم! تجھے بھی پیدا نہ کرتا' قائم رہ توحید اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت پر۔

اگر میلادِ مصطفیٰ نہ ہوتا تو آدم علیہ السلام نہ ہوتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا:

لو لا محمد ما خلقت آدم. (الوفا باحوال المصطفیٰ لابن جوزی ج اص ۳۴)

اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد نہ ہوتا تو میں آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا۔

اور ایک روایت میں حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا: اے آدم!

لو لاه لما خلقتك. (الوفا باحوال المصطفیٰ لابن جوزی ج اص ۳۳)

اگر ان کا میلاد نہ ہوتا تو میں تمہیں (بھی) پیدا نہ کرتا۔

اگر میلاد النبی اور شب میلاد نہ ہوتی تو آدم نہ ہوتے' آدم نہ ہوتے تو آدمی نہ ہوتا' آدمی نہ ہوتا تو کائنات نہ ہوتی۔

دنیا کا طول وعرض نہ ہوتا' کسی کا کوئی فرض وقرض نہ ہوتا' یہ رنگ وبو نہ ہوتا' یہ نور و سرور نہ ہوتا' یہ لیل ونہار نہ ہوتے' یہ بارش وبہار نہ ہوتے۔

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

یہ سب کچھ اسی شب میلاد اور اسی صاحب میلاد کی بدولت ہے

عرش بنایا ہے اس کو بلانے کے لیے
کرسی بنائی ہے اسے بٹھانے کے لیے'
لوح بنائی ہے اسے پڑھانے کے لیے
قلم بنایا ہے اسے تھمانے کے لیے
لامکان بنایا ہے اسے سیر کرانے کے لیے

بس میں ہوں اور وہ ہے (أنا وانت) اور باقی جو کچھ ہے اسی کے لیے ہے
(وما سواك خلقت لاجلك)

یہ شب ولادت ہی تو وہ لیلۂ مبارکہ ہے کہ جس میں جلوہ گریٔ محبوب کے لیے

آسمان کو چھت بنایا گیا
زمین کو بچھونا بنایا گیا
چاند جیسا بلب روشن کیا گیا
سورج جیسا فانوس لگایا گیا
ستاروں جیسے قمقمے لگائے گئے
عرش پر آرائشوں کے سامان کیے گئے
آسمانوں پر زیبائش کی گئی
فلکیات کو سجایا گیا
ہواؤں کو معطر کیا گیا

جنت کو مزین کیا گیا

جہنم کو بجھایا گیا

حوروں کا بناؤ سنگھار کیا گیا

مشرق و مغرب و کعبۃ اللہ کو جھنڈوں سے مزین کیا گیا

کعبہ کے بتوں کو لرزہ براندام کیا گیا

مقامِ ابراہیم کی طرف بیت اللہ کو جھکایا گیا

فارس کا آتش کدہ جو ہزاروں سال سے جل رہا تھا' سرد کر دیا گیا۔

ان فی صبیحۃ تلک اللیلۃ اصبحت اصنام الدنیا منکوسا ۔

(سیرت حلبیہ)

صبح شب ولادت ساری دنیا کے بت سرنگوں کر دیئے گئے۔

ولم یبق سریر ملک من ملوک الدنیا الا اصبح منکوسا :

(خصائص کبریٰ)

تمام دنیاوی بادشاہوں کے تخت اوندھے کر دیئے گئے۔

کیوں؟ کس لیے؟

صرف اور صرف اس لیے کہ

ع انہیں دولہا بنا کر بھیجنا تھا بزم امکاں میں

روزِ ازل سے اس مبارک رات کا یہ مقدر لکھ دیا گیا تھا' اسی شب کو یہ مرتبے مرحمت فرمانے تھے' ان بلندیوں سے نوازنا تھا اور میلادِ محبوب سے سرفراز فرمانا تھا۔

اسی شب مبارکہ میں حکم خداوندی ہوا:

یا جبرئیل خذ علم الھدایۃ ویا میکائیل خذ علم القبولیۃ ویا عزرائیل لا تقبض الارواح ھذہ اللیلۃ ۔

اے جبریل! ہدایت کا جھنڈا پکڑ لو' اے میکائیل! قبولیت کا جھنڈا تھام لو'

اے عزرائیل! آج کی رات ارواح کو قبض نہ کرنا۔

اگر کسی کی روح قبض کی گئی تو اس کے گھر صف ماتم بچھ جائے گی اور آج ماتم کا نہیں جشن محبوب کا موقع ہے' لوگ ایک جھنڈے کو روئیں گے' ہم آج ہر فرشتے سے جھنڈے اٹھوائیں گے تاکہ جشن محبوب دوبالا ہو۔

حضرت سیّدہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں ہر رات قدرت کے عجائبات دیکھتی رہی' حتیٰ کہ شب ولادت (بارھویں کی رات) جلوہ گر ہوئی' یہ ایک منور رات تھی' چاند جوبن پر تھا' مکہ چاندنی میں نہایا ہوا تھا۔ حضرت عبدالمطلب اپنے بچوں کے ہمراہ دیوار کعبہ کی مرمت کر رہے تھے' اس وقت میرے پاس کوئی فرد موجود نہیں تھا' میں گھر میں اکیلی رہ گئی تو خوف سا محسوس ہونے لگا کہ اگر اسی رات بچے کی پیدائش ہوگئی تو کیا ہوگا؟

جنابہ آمنہ کے ہاں جنابہ حواٗ' سارا' آسیہ' مریم کی آمد

جنابہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں انہی خیالات میں تھی کہ کمرے کی ایک دیوار شق ہوگئی اور چار دراز قد خواتین کمرہ میں داخل ہوگئیں' وہ باوقار تھیں اور حسن و جمال میں ایک دوسرے سے بڑھ کر' یوں محسوس ہوا کہ جیسے نور و نکہت کی بارشیں ہونے لگی ہیں' ایک نے بڑھ کر مجھ سے کہا:

آمنہ! تمہاری مثل کون ہو سکتی ہے! تم سیّد البشر کی ماں بننے والی ہو۔

یہ کہہ کر وہ میری دائیں جانب بیٹھ گئیں' میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ بولیں: اُم البشر حواٗ' پھر دوسری نے مبارکباد دی' وہ میری بائیں جانب بیٹھ گئیں' میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ بولیں: سارا' زوجہ خلیل اللہ۔

پھر تیسری خاتون مبارکباد دے کر میرے پیچھے بیٹھ گئیں' میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ بولیں: آسیہ بنت مزاحم' فرعون کی بیوی۔

آخر میں چوتھی نے بھی مبارکباد دی اور سامنے بیٹھ گئیں' میں نے پوچھا: آپ کون

ہیں؟ بولیں: مریم بنت عمران' عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ۔

پھر چاروں نے یک زبان کہا:

ہم دایہ بن کر تمہاری خدمت کے لیے حاضر ہوئی ہیں۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ میں جلد ہی ان سے مانوس ہوگئی۔

(جامع المعجزات ص ۳۰۳-۳۰۴' النعمت الکبریٰ اُردو ص ۷۹) مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۶' مواہب اللدنیہ ج ا ص ۱۱۲' النسیم الریاض ج ۳ ص ۲۷۳' اکرام محمدی ص ۴۷' مولوی عبدالستار وہابی

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ پاکیزہ بیبیاں جو ہزاروں سال اس میلا دالنبی سے پہلے انتقال فرما چکی اور اپنی اپنی مقدس قبروں میں جا چکی تھیں' یہ آ کیسے گئیں؟

جواب یہ ہے کہ ایسے ہی جیسے شب معراج تمام انبیاء کرام علیہم السلام مسجد اقصیٰ میں آ گئے تھے تو یہ عقیدہ درست ثابت ہوا کہ انبیائے کرام' اولیائے عظام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور مشیت الٰہی سے وہ آ جا بھی سکتے ہیں۔

تو اگر وہ سب زندہ ہیں' آ جا سکتے ہیں تو امام الانبیاء علیہ السلام جو کہ باعث تکوین عالمیاں ہیں' وہ کیوں زندہ نہیں اور کیوں آ جا نہیں سکتے؟ تاجدار بریلی امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

انبیاء مزارات میں زندہ ہیں

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پاک روایت فرمائی ہے کہ سرکار ابد قرار نے ارشاد فرمایا:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون ۔

(جذب القلوب اُردو از شیخ محقق دہلوی ص ۲۰۶' الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱-۲' از امام سیوطی)

انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں' نمازیں ادا فرماتے ہیں۔

حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو شب معراج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا تو نماز کی حالت میں' حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو دیکھا کہ

هو قائم يصلي في قبره ۔(القول البدیع ص ۱۶۸)

وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

میرے آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

فنبي الله حي يرزق ۔(مشکوٰۃ ص ۱۲۱' ابن ماجہ ص ۷۶)

پس اللہ کے نبی زندہ ہیں' رزق دیئے جاتے ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ یہ حدیث امام الوہابیہ ابن قیم نے بھی اپنی کتاب جلاء الافہام ص ۴۰ عربی پر نقل کی ہے اور پھر جس نبی کی ولادت پر قبروں والی زندہ ہو کر تشریف لے آئیں' وہ نبی خود قبر میں زندہ کیسے نہیں اور تشریف کیوں نہیں لا سکتے اور ان مستورات محترمات کا شب ولادت حضرت آمنہ کے ہاں آنا خود وہابیوں نے بھی تحریر کیا ہے۔

(دیکھیں: الشمامۃ العنبر یہ' اکرام محمدی از مولوی عبدالستار وغیرہ)

شب ولادت کعبۃ اللہ مقام ابراہیم کی طرف جھک گیا

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں شب ولادت کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کعبہ مقام ابراہیم کی طرف سجدہ ریز ہو گیا اور جھک گیا۔[۱] (السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۱۱۵' شواہد النبوت ص ۵۷' معارج النبوت ج ۲ ص ۷' مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۷' عطر الوردہ مولوی ذوالفقار دیوبندی ص ۱۳۵)

---

[۱]..... حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ آپ کو حجر اسود کے پاس لے گئیں' تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بوسہ دیں تو حجر اسود اپنی جگہ سے نکلا اور آپ کے چہرۂ اقدس کے قریب ہو گیا (تا کہ آپ بآسانی بوسہ دے لیں)۔(تفسیر مظہری اُردو ج ۶ ص ۶۲۰)

عربی عبارت ملاحظہ ہو: "جاءت به الى الحجر الاسود ليقبله اذ خرج من مكانه حتى التصق لوجهه"۔(تفسیر مظہری ج ۶ ص ۵۲۸)

بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے

مقامِ ابراہیم سرکار کی ولادت گاہ کی سائیڈ پر ہے' گویا کعبہ مقامِ ولادت محبوب کی طرف جھک گیا ۔

جھکتے ہیں ہم نماز میں کعبہ کے روبرو
کعبہ جھکا ہوا ہے ترے در کے سامنے

تین دن تک کعبۃ اللہ زلزلہ میں رہا۔ (الخصائص الکبریٰ' سیرتِ حلبیہ ج ۱ ص ۱۱۶)

گویا جشنِ آمدِ رسول کے سلسلہ میں تین دن تک وجد کرتا رہا ۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

دیگر واقعات شب ولادت

نہر کوثر کے کنارے پر مشک وعنبر کے ستر ہزار درخت لگائے گئے۔

(الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۷' الدرر المنظم ص ۹۲)

فارس کی وہ آگ بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے نہ بجھی تھی' چشمہ بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا' جہاں بت پرستی ہوتی تھی۔ (خصائص' شواہد النبوت ص ۵۸' الوفا ج ۱ ص ۹۷' نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۷۷' نشر الطیب تھانوی ص ۲۵' مختصر سیرت الرسول ص ۱۲' تذکرہ میلاد رسول' الشمامہ' ابن کثیر)

شب ولادت کسریٰ کے محلات میں زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے' دیواریں چر گئیں۔ (خصائص کبریٰ' شواہد النبوت ص ۵۸' مولد العروس' ما ثبت بالسنۃ' نزہۃ المجالس جلد دوم' الوفا ج ۱ ص ۹۷' مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۸' مختصر سیرت الرسول ص ۱۲' نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۷۷' المورد الروی ص ۸۷' تذکرہ میلاد رسول' الشمامۃ العنبریہ ص ۷' ابن کثیر' نشر الطیب)

اس سے قبل قریش معاشی بدحالی وقحط سالی کا شکار تھے' بے آب وگیاہ زمین کو سرسبز وشاداب کر دیا' ہر طرف ہریالی ہوگئی' سوکھے درخت ہرے بھرے ہو گئے' پھل دینے لگے اور اہل قریش اس طرح ہر طرف سے نفع آنے اور کثرتِ خیر آنے سے خوشحال ہو گئے۔ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۷۸)

چن چڑھیا آمنہ دے لال دا
مک گئیاں دنیا جگ توں راتاں کالیاں

اس سال سب کولڑکے عطاء کیے گئے

قد اذن اللّٰہ تلك السنة لنسآء الدنیا یحملن ذکورا کرامة لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۸۷، انوار محمدیہ ص ۲۲، الدرر المنظم ص ۹۱، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۱۷، مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کی تمام عورتوں کے لیے اس سال مقدر کر دیا کہ وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے لڑکے جنیں۔

نداء آئی: دریچے کھول دو ایوانِ قدرت کے

فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ

اے فرشتو! آسمانوں اور جنتوں کے تمام دروازے کھول دو، سورج کو بھی مزید نور کا لباس پہنا دو۔ (ایضا)

ندا آئی دریچے کھول دو ایوانِ قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شانِ قدرت کے

تارے حضرت آمنہ کے مکان کے صحن کی طرف اترے
فرشتے فوج درفوج استقبال کے لیے آئے
مشرق و مغرب اور کعبہ و بیت المقدس پر جھنڈے لگ گئے
نور کے درخت نہر کوثر کے کنارے لگ گئے
جنت کے دروازے کھل گئے
کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھک گیا
خوشحالیاں آئیں

جہنم بجھ گیا
حوروں نے چہروں پہ غازہ لگایا' آسیہ' مریم' حوا وسارہ دائیاں بن کے آ گئیں
آسمانوں پر ستون بن گئے' محراب سج گئے' بینرز لگ گئے
جبریل اہل آسمان کو خوشخبریاں اور اہل زمین کو مبارکبادیاں دینے لگے
ملائکہ میلاد کا جلوس نکالنے لگے
جانور ایک دوسرے کو مبارک دینے لگے
تو پھر

جاء محمد سراجًا منیرًا
فصلوا علیہ کثیرًا کثیرًا

زندگی آ گئی رونقیں آ گئیں بزمِ عالم میں کیف وسرور آ گیا
آمنہ کے مقدر پہ قربان میں گود میں جس کی خالق کا نور آ گیا
بیٹیاں زندہ درگور کرنے والے معاشرہ میں بیٹی کی حرمت محفوظ کرنے والا آ گیا
بیوی کو پیر کی جوتی سمجھنے والوں میں بیوی کو مقام دلانے والا آ گیا
ماں کے رتبے کو ملیامیٹ کرنے والے گنواروں میں ماں کی عظمت کا رکھوالا آ گیا
بہن کے حقوق غصب کرنے والوں میں وہ حقوق دلانے والا آ گیا
اندھیروں میں نور بانٹنے والا آ گیا
یتیموں کو قرار بخشنے' بیواؤں کا پانی بھرنے والا' بے بسوں کا بس' بے کسوں کا کس
تشریف لے آیا

وہ دیکھو نور برساتا عرب کا تاجدار آیا
ملی راحت غلاموں کو یتیموں کو قرار آیا
ہوئی انوار کی بارش قدم رکھا محمد نے
زمیں کو چومنے عرش معلی بار بار آیا

آئینہ جمالِ کبریا آ گئے......امام الانبیاء آ گئے......بے سہاروں کے سہارے آ گئے......بے چاروں کے چارے آ گئے......نبی پیارے ہمارے آ گئے

خطاکاراں نوں چین آیا [illegible] واں مسکرائیاں
محمد مصطفیٰ آ [illegible] ے [illegible] ان [illegible] پیاں

[illegible] کعبہ وی جھکدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم دے در تے

[illegible] خب جامع المعجزات فرماتے ہیں کہ جب
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو سیّدنا عبدالمطلب گھر میں موجود نہیں تھے' کعبہ کی دیوار مرمت کرنے تشریف لے گئے تھے' عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ
میں مرمت کے بعد کعبہ کا طواف کر رہا تھا' میں نے دیکھا کہ کعبہ چاروں جانب جھکا اور مقام ابراہیم کی طرف سجدہ میں پڑ گیا اور تکبیر و تسبیح کی آوازیں آنے لگیں' تھوڑی دیر بعد کعبہ دیواروں پر کھڑا ہو گیا اور جوف کعبہ سے ندا آئی:
''سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص کر دیا''۔
ارکانِ کعبہ پھر ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے' حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں باب الصفا سے نکل کر آمنہ کے گھر کی جانب روانہ ہوا تو میں نے کچھ فرشتے دیکھے جو کہہ رہے تھے:
''قَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ'' صلی اللہ علیہ وسلم ۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔
میں نے آنکھیں ملتے ہوئے کہا کہ یہ خواب ہے یا بیداری؟ آمنہ کے مکان پر کچھ پرندے چکر کاٹ رہے تھے اور کمرہ سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی' میں نے پوچھا: کیا ہوا ہے؟ تو مجھے بتایا گیا: خیر البشر کی ولادت ہوئی ہے۔
میں نے دروازہ پر دستک دی تو آمنہ نے خود دروازہ کھولا' ان پر نفاس کا کچھ اثر نہ

تھا' میں نے آمنہ سے پوچھا: تمہاری پیشانی کی چمک کہاں گئی؟ آمنہ نے کہا: وہ چمک دنیا میں اتر آئی ہے۔

ان کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا

مجھے ہاتف سے یہ نداء آئی:

عبدالمطلب! اپنے پوتے کا نام محمد رکھنا' ان کا نام آسمانوں میں محمود' توریت میں مویذ' زبور میں حادی' انجیل میں احمد اور قرآن میں طٰہٰ' یٰسین اور محمد ہے۔

میں نے آمنہ سے کہا: مجھے پوتا دکھاؤ! آمنہ نے کہا: آیئے! وہ کوٹھڑی میں ہے۔

کوٹھڑی میں داخل ہوا تو ملائکہ زیارت کے لیے فوج در فوج اتر رہے تھے۔

(جامع المعجزات اُردو ص ۳۰۶۔۳۰۷)

نوری پیکر سیّدہ آمنہ کے حجرۂ طاہرہ میں

حضرت سیّدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ میرے کمرے میں حضرت حوا' سارہ' مریم' آسیہ جلوہ افروز ہوئیں' اسی دوران مجھے لمبے لمبے نوری پیکر نظر آنے لگے جو جوق در جوق میرے حجرۂ طاہرہ میں داخل ہو رہے تھے' ان کی آوازیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں لیکن زبان مختلف تھی' جن میں سریانی غالب تھی' یوں نظر آتا تھا کہ مکان کی دیواریں میری طرف جھکی ہوئی ہیں اور میرے دائیں بائیں نور کے بگلے اُڑ رہے ہیں۔ (النعمۃ الکبریٰ علی العالم اُردو ص ۸۰)

محفل نوں سجائی رکھیو اوہدے اون دا ویلا اے

میلادِ حبیب کی خوشی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو حکم فرمایا کہ اے جبریل! جنت میں پینے کے جام بہترین خوشبوؤں سے بھر دو اور اے رضوان خازنِ جنت! جنتی دوشیزاؤں کی زیبائش و آرائش کرو' مشک پاکیزہ کے نافعے کھول دو کہ تمام مخلوقات کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظہور فرمانے والے ہیں۔

اے جبریل!

محبوبِ اعظم کے لیے جو نورِ مجسم اور سب سے مقرب اور افضل و اعلیٰ ہیں' قرب و

وصال کے سجادے پھیلا دو' مالک کو حکم دو کہ جہنم کے دروازے بند کر دے' رضوان سے کہو کہ جنت کے دروازے کھول دے۔

اے جبریل! خود حلۂ بہشتی زیب تن کرو اور زمین و آسمان کے طول و عرض میں منادی کر دو کہ محب و محبوب اور طالب و مطلوب کے ملنے کا وقت آ گیا ہے۔

جبریل امین علیہ السلام نے رب جلیل جل جلالہ کے حکم کی تعمیل کی اور فرشتوں کو مکہ کے پہاڑوں پر لا کھڑا کیا۔ ان فرشتوں نے کعبہ کو گھیرے میں لے لیا' ان کے پاؤں سفید کافوری بادلوں کی طرح تھے' اطراف و اکناف میں پرندے گیت الاپنے لگے اور جنگلوں اور صحراؤں کے جانور خوشی سے شور مچانے لگے اور یہ سب کچھ کائنات کے شہنشاہِ حقیقی رب العزت کے حکم سے ہوا۔ (النعمت الکبریٰ علی العالم اُردو ص ۸۰۔۸۱)

مکاشفات سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

وقت ولادت اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے تمام حجابات اُٹھا دیئے اور مجھے سرزمین شام میں بصریٰ کے محلات نظر آنے لگے' میں نے تین عظیم الشان جھنڈے دیکھے جو مشرق و مغرب اور کعبہ کی چھت پر نصب تھے' اس عالم میں مجھے پرندوں کا ایک غول نظر آیا جن کی سونے کی طرح سرخ چونچیں تھیں اور پر آبدار موتیوں کی طرح تھے' انہوں نے میرے حجرۂ انور میں آ کر زر و جواہرات اور لؤلؤ و مرجان نچھاور کیے' وہ میرے ارد گرد آ کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے لگے' میں انہیں لحہ بہ لحہ اپنے سے ہٹاتی' اسی دوران میں فرشتے فوج در فوج میرے ہاں اترتے رہے' ان کے ہاتھوں میں سرخ سونے اور سفید چاندی کی لوبانیاں تھیں اور وہ عود عنبر اور مختلف خوشبوئیں بکھیرتے رہے اور بلند آواز سے رسول مکرم حبیب معظم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے لگے۔

صلی اللہ علیہ وسلم وشرف وعظم۔

سیّدہ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ چاند خیمہ کی طرح میرے سر پر ضوفگن ہو گیا اور

ستارے خوبصورت اور روشن قندیلوں کی طرح لٹک گئے۔ (النعمت الکبریٰ ص ۸۱)

مجھے سخت پیاس محسوس ہوئی تو ایک مشروب پیش کیا گیا جو دودھ سے سفید' مشک سے زیادہ خوشبودار اور برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا' میں نے وہ مشروب پی لیا' اس سے زیادہ لذیذ مشروب میں نے کبھی نہیں دیکھا' یہ شربت پینے کے بعد مجھ پر ایک نورِ عظیم ظاہر ہوا' میں نے دیکھا کہ ایک سفید رنگ کا پرندہ میرے کمرے میں آیا اور میرے دل پر سے پرواز کی' اچانک کیا دیکھتی ہوں کہ

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا

میرے پہلو میں سیّد الاوّلین والآخرین جلوہ گر ہو چکے تھے' میں نے دیکھا کہ وہ سجدے میں تھے۔ (جامع المعجزات ص ۳۰۴)

فقیر کہتا ہے: مقام غور ہے کہ

کوئی مولوی ملاں پیدا ہو تو	پلید پیدا ہوتا ہے
کوئی عالم و فاضل پیدا ہو تو	پلید پیدا ہوتا ہے
کوئی شاہ و گدا پیدا ہو تو	پلید پیدا ہوتا ہے
کوئی زاہد و عابد پیدا ہو تو	پلید پیدا ہوتا ہے
کوئی صغیر و کبیر پیدا ہو تو	پلید پیدا ہوتا ہے
کوئی پیر فقیر پیدا ہو تو	پلید پیدا ہوتا ہے

مگر میرے آقا پیدا ہوئے تو پاک و پاکیزہ...... سجدہ فرماتے ہوئے...... خود ہی پاک نہ تھے بلکہ ان کا پاکیزہ قدم مبارک فرش زمین پر سایہ فگن ہوا تو پوری روئے زمین پاک کر دی گئی۔

جعلت لی الارض مسجدًا وطهورًا ۔ (بخاری' ابوداؤد جلد اوّل ص ۲۲۳)

میرے لیے پوری زمین کو پاک کر دیا گیا اور مسجد بنا دیا گیا۔

مسجد او شد ہمہ روئے زمیں   آں امام اوّلین و آخریں

کوئی بھی انسان پیدا ہو تو......روتے ہوئے اور میرے آقا تشریف لائیں تو مسکراتے ہوئے

ولادت ہندیاں سوہنے نے جد سجدے چہ سر رکھیا
خطاکاراں نوں چین آیا خطاواں مسکرا پیاں

بے مثل نبی کی بے مثل ولادت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو

ولد مسرورًا مختونًا مکحولًا مغسولًا مدھونًا۔

(مولد العروس ص ۶۷' الوفا' الخصائص الکبریٰ ج ا ص ۱۳۶' الشفاء ج ا ص ۱۲۸' شواہد النبوت)

ناف کٹی ہوئی تھی' ختنہ شدہ تھے' سرمہ لگا ہوا تھا' غسل ہوا ہوا تھا' تیل لگا ہوا تھا۔

سینکڑوں کتب سیرت میں یہ حوالجات موجود ہیں' حتیٰ کہ تھانوی نے نشر الطیب اور صدیق الحسن بھوپالوی وہابی نے الشمامۃ العنبریہ میں یونہی لکھا ہے۔

مثلکم مثلکم کی صبح وشام تبلیغ کرنے والو' بتاؤ!

کیا تم بھی ناف بریدہ' مختون' مکحول' مغسول' مدھون پیدا ہوتے ہو؟

مولانا دنیا پر آئیں تو ہارن بجاتے ہوئے اور اگر ہارن نہ بجائیں تو سب لوگ پریشان ہو جاتے ہیں کہ کہیں مردہ تو پیدا نہیں ہوئے۔

اور میرے آقا علیہ السلام جلوہ گر ہوں تو انگشت شہادت اٹھائے ہوئے سجدہ ریزی[1]

---

[1] ...حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے لخت جگر نور نظر کو پیدا ہوتے ہی سجدہ فرماتے ہوئے دیکھا اور دونوں انگشت مبارکہ اور نگاہِ مبارک آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے تھے' گویا کہ دعا فرما رہے ہیں۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو!

مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۶' الخصائص الکبریٰ ج ا ص ۱۱۶' سیرت حلبیہ ج ا ص ۸۸' معارج النبوت ج ص ' شواہد النبوت' مولد العروس ص ۲۷' اکرام محمدی مولوی عبدالستار وہابی ص ۲۷۵' الوفا لابن جوزی ص ۹۵' تفسیر عزیزی پ ۳۰ اُردو ص ' المولد الروی ص ۸۳' تذکرہ میلادِ رسول ص،

مولوی عبدالستار وہابی لکھتے ہیں کہ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فرماتے ہوئے اور یہ کلمات ارشاد فرماتے ہوئے کہ

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد انی رسول اللّٰہ ۔

مولوی کا کلمہ اور میرے آقا کا اور......اور اگر مولوی بھی مثل کم کا دعویدار ہے تو پڑھے وہی کلمہ تاکہ پتا چلے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ انشاء اللہ محافظین ختم نبوت اس ناپاک وجود کو زندہ ہی نہ چھوڑیں گے اور آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا' ساتھ ساتھ زمین پر یہ بوجھ بھی ختم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

ولادتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے یہ بھی واضح ہوا کہ نبی بوقت ولادت بھی نبی ہوتا ہے' اگرچہ بالقوۃ ہی ہو' جس کی شہادت خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اشھد انی رسول اللّٰہ'' فرما کر دی۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے پنگھوڑے میں ارشاد فرمایا تھا:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ (پ۱۶ مریم:۳۰)

''بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں' اس نے مجھے کتاب عطاء فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے''۔

مولوی کہتا ہے: چالیس سال تک نبی کو اپنی نبوت کا علم نہیں ہوتا اور نبی پنگھوڑے میں اپنی نبوت کا اعلان کر رہے ہیں اور امام الانبیاء علیہ السلام بوقت ولادت ہی اپنی رسالت کی شہادت دے رہے ہیں۔

پہلے سجدے پہ روزِ ازل سے درود

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا (سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھوپھی

یا رب امتی یا رب امتی کرے سوال دعائیں
بخش کریما بخش کریما میری امت تائیں

حضرت صفیہ فرماتی ہیں: میں نے آپ کے دہن مبارک سے کان لگا کر سنا تو آپ فرما رہے تھے: ''اُمتی اُمتی''۔ (معارج النبوت ج۲ ص۹۸ اُردو)

محترمہ) بوقت ولادت سرکار حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس بغرضِ خدمت حاضر تھیں، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جب ولادتِ مبارکہ ہوئی تو سب سے پہلے آپ نے سجدہ فرمایا، پھر فصیح و بلیغ لہجہ میں پڑھا: ''لا الٰہ الا اللّٰہ انی رسول اللّٰہ'' آپ کے چہرۂ انور کے نور سے تمام گھر روشن ہو گیا، میں نے آپ کو نہلانے کا ارادہ کیا تو آواز آئی: اے صفیہ! ہم نے اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پاک و صاف پیدا فرمایا ہے، آپ مختون (ختنہ شدہ) پیدا ہوئے، آپ کی پشت مبارکہ پر میں نے مہر نبوت دیکھی کہ اس پر کلمہ طیبہ شریف لکھا ہوا تھا۔

(معارج النبوت جلد دوم ص، شواہد النبوت، مولد العروس ص ۲۸، اکرام محمدی ص ۲۷۵)

علامہ حلبی و امام جلال الدین السیوطی نے فرمایا کہ پیدا ہوتے ہی سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کلام فرمایا:

اللّٰہ اکبر کبیرًا والحمد للّٰہ کثیرًا وسبحان اللّٰہ بکرۃً واصیلًا ۔ (سیرت حلبیہ ج ا ص ۹۲، الخصائص الکبریٰ جلد اول ص ۵۳)

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بوقت ولادت آپ کچھ پڑھ رہے تھے جس کی آواز میں نے خود سنی۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ہاتف سے یہ نداء سنی:

"میں تجھے عطاء کرتا ہوں، خلق آدم، معرفتِ شیث، شجاعت نوح، خلت ابراہیم، لسان اسماعیل، حلم لوط، جہد یوشع، شدت موسیٰ، حکمت لقمان، حبّ دانیال، ملک سلیمان، صبر ایوب، ردائے ہارون، وقار الیاس، قبول زکریا، عصمت یحییٰ اور زہد عیسیٰ علیہم السلام۔

یا محمد! آپ کو کعبۃ اللہ مبارک ہو...... کعبۃ اللہ قیامت تک آپ کا اور آپ کی اُمت کا قبلہ ہوگا۔ (جامع المعجزات ص ۳۰۵، اُردو)

ایک اور روایت کے مطابق سیّدہ فرماتی ہیں کہ بوقت ولادت جب مجھے سخت پیاس

محسوس ہوئی تو اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس ایک شربت کا پیالہ لے کر حاضر ہوئے جو دودھ سے سفید' شہد سے زیادہ میٹھا' کستوری سے زیادہ خوشبودار' برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا اور مجھے کہا کہ اسے پی لیں' میں نے اس سے پیا' دوبارہ کہا: اور نوش فرمائیں! میں نے اور پی لیا' تیسری مرتبہ پھر خوب سیر ہو کر پیا اور پینے کی گنجائش نہ رہی اور نہ ہی اس پیالہ شربت میں کچھ کمی واقع ہوئی' پھر جبریل میرے سامنے کھڑے ہو گئے اور یوں کہا:

اظهر يا سيّد المرسلين...... اظهر يا خاتم النبيين...... اظهر يا رحمة للعٰلمين...... اظهر يا رسول اللّٰه...... اظهر يا نورًا من نور اللّٰه...... بسم الله اظهر يا محمد بن عبد اللّٰه .

(بیان المیلاد النبوی لابن الجوزی ص ۴۳)

ظاہر ہو جائیں اے سیّد المرسلین...... اے خاتم النبیین! تشریف لے آئیں...... اے رحمۃ للعٰلمین! جلوہ فرما ہو جائیں...... یارسول اللہ!...... یا نور من نور اللہ ظاہر ہو جائیں...... اے محمد ابن عبداللہ ببرکت اسم اللہ تشریف لے آئیں۔

ادھر صبح صادق کا ٹائم ہوا اور اُدھر

فولدت محمدًا

نبی اکرم پیدا ہوئے۔

وہ تشریف لائے سویرے سویرے

گلے مل رہے تھے اُجالے اندھیرے

دن آ رہا تھا...... رات جا رہی تھی کہ صبح صادق کے وقت نبی صادق جلوہ گر ہو گئے۔

مہر نبوت اور حکومت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت صفیہ فرماتی ہیں کہ

میں نے نبی کریم علیہ السلام کو کرتہ پہنانے کا ارادہ کیا تو میں نے دیکھا کہ آپ کی پشت منورہ پر دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت لگی ہوئی ہے اور اس پر لکھا ہوا ہے:

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلی الله علیه وسلم)۔

(انوار المحمدیہ، الخصائص الکبریٰ، شواہد النبوت ص ۵۵، معارج النبوت ج ۲ ص ۹۸)

مشرق مغرب ان کی حکومت

سیّدہ آمنہ فرماتی ہیں:

ولادت کے بعد حضور میری نظروں سے غائب ہو گئے اور ایک آواز آئی:

طوفوا به مشارق الارض ومغاربها۔

میرے حبیب کو مشارق و مغارب ارض کی سیر کراؤ۔

تا کہ تمام اہل زمین کو معلوم ہو جائے کہ اس کائنات کا فرماں روا آج جلوہ افروز ہو گیا ہے، پھر ندائیں آنے لگیں کہ

قبض محمد علیٰ مفاتیح النصرة ومفاتیح الربح ومفاتیح النبوة۔

نصرت کی، نفع کی اور نبوت کی تمام چابیوں پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قبضہ ہو گیا۔

اور

بخ بخ قبض محمد صلی اللہ علیه وسلم علی الدنیا کلها...... لم یبق خلق من اهلها الا وخد فی قبضته۔

مبارکباد، مبارکباد! اے محمد کریم! آپ نے ساری دنیا کی چابیاں اپنے قبضے میں لے لی ہیں، ایسی کوئی مخلوق باقی نہ رہی جو آپ کے قبضہ و اختیار سے باہر رہ گئی ہو۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اوّل ص ۱۲۴۔۱۲۵)

اللہ اللہ شہِ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

اور

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا ! عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ

اوتیت مفاتیح کل شیء ۔(الخصائص الکبریٰ جلد اوّل ص ۱۹۵)

اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر چیز کی چابیاں عطاء فرمادی ہیں۔

اعطیتِ مفاتیح خزآئن الارض ۔(بخاری شریف ج ۱ ص ۵۰۸)

مجھے زمین کے تمام خزانوں کی تمام چابیاں دے دی گئی ہیں۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا

سیّدہ فرماتی ہیں کہ پھر ایک فرشتے نے میرے نورِ نظر کے بوسے لیتے ہوئے نداء کی:

ابشر یا محمد......فانت اکثرھم علمًا ۔

یا محمد! آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ تمام انبیاء سے علم میں زیادہ ہیں۔

(انوار المحمدیہ ص ۳۹ مولد العروس ص ۷۶۔۷۹ مدارج النبوت)

نبوت بنی اسرائیل سے رخصت ہوگئی

اُم المؤمنین حضرت سیّدہ عائشۃ الصدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک یہودی رہتا تھا جس رات نبی مکرم حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاکدانِ ارضی کو اپنے جمالِ جہاں آراء سے منور فرمایا' اس یہودی نے پوچھا: اے گروہِ قریش! کیا آج تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ سامعین نے لاعلمی کا اظہار کیا تو اس نے کہا: جاؤ دیکھو کہ اسی رات نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے ہیں جن کے کندھوں کے درمیان ایک نشانی یعنی مہر نبوت ہے۔

چنانچہ وہ اپنے اپنے گھروں کو لوٹے اور اس بارے میں دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا کہ حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے' یہ سن کر یہودی ان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کی خدمت قدسیہ میں حاضر ہوا' حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور کو نکال کر ان کے سامنے پیش کیا' جب یہودی نے وہ نشانی یعنی مہر نبوت دیکھی تو غش کھا کر گر پڑا' جب اسے افاقہ ہوا تو کہنے لگا:

ذهبت النبوة من بني اسرائيل يا معشر قريش اما والله يسطون بكم سطوة يخرج خبرها من المشرق الى المغرب .

(النعمت الکبریٰ عربی ص ۲۵)

اے گروہِ قریش! نبوت بنی اسرائیل سے رخصت ہو گئی' اللہ کی قسم! یہ بچہ تم پر غالب آئے گا' اس کا چرچا مشرق سے مغرب تک ہو گا۔

(فتح الباری شرح بخاری ج ۲ ص ۴۲۵' خطبات چیمہ وہابی ص ۲۲' نشر الطیب تھانوی ص ۱۲۷' الشمامۃ العنبریہ ص ۷' مواہب اللدنیہ ص)

پھوکاں مار بجھا ئیو لوڑن......!

مروی ہے کہ

جب حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو اس وقت کوئی یہودی عالم ایسا نہیں رہا تھا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا علم نہ ہو گیا ہو' ان (یہودیوں) کے پاس ایک اونی جبہ تھا جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون سے رنگین تھا اور وہ اپنی کتابوں میں یہ لکھا پاتے تھے کہ

''جب اس جبہ سے خون کے قطرات ٹپکنے لگیں گے تو اس وقت حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے ہاں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ

وسلم پیدا ہوں گے جو ان کے ادیان کو معطل کریں گے"۔

لہٰذا جب جبہ سے خون کے قطرات ٹپکے تو تمام یہودیوں کو معلوم ہو گیا کہ حضور سیّد عالم فخرِ آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہو گئے ہیں۔

سب نے اجتماع کیا اور حضور کو اذیت پہنچانے کے لیے کید اور مکر و فریب کی سوچنے لگے، مختلف شہروں میں ایلچیوں کو بھیجا کہ ایک دوسرے سے مل کر کوئی حیلہ و تدبیر دریافت کریں اور ان بدنصیبوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کے مکر و فریب کو مٹانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تدبیر کر رکھی ہے اور حضور کے وجودِ مسعود سے دینِ اسلام کو قائم اور روشن کر دیا ہے اور اہل کفر کے دین کو سرنگوں اور ناکارہ کر دیا ہے (نعمت کبریٰ اُردو ص ۶۸)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝ (پ۲۸، الصف:۹)

"وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے بھیجا رسول (اللہ کو) ہدایت اور سچے دین کے ساتھ تاکہ غالب فرمائے وہ اس دین کو تمام ادیان پر اور اگرچہ مشرک اسے اچھا نہ جانیں"۔

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝ (پ۲۸، الصف:۸)

"کافر ارادہ کرتے ہیں کہ اپنی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل فرمانے والا ہے اگرچہ کافر اسے برا جانیں"۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اکھاں وِچ قدرتی سرمے دی دھاری

حضرت سیّدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ

وضعته مطهورًا مطیبًا مکحولًا مسرورًا مختونًا مدهونًا ۔

(مولد العروس ص ۱۷، الخصائص الکبریٰ جلد اوّل ص ۱۳۶، شفا قاضی عیاض مالکی جلد اوّل ص ۱۲۸، شواہد النبوت علامہ جامی ص)

میں نے اسے جنا پاکیزہ وطاہر معطر وخوشبودار، آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا، ہنستا مسکراتا ہوا، چہرہ، ختنہ شدہ اور تیل لگا ہوا۔

مولانا غلام رسول عالم پوری کہتے ہیں کہ

اکھاں وچہ قدرتی سرمے دی دھاری
دلاں نوں قتل کردی جیوں کٹاری
زلیخا اوس نوں جے ویکھ لیندی
نہ پچھے یوسف شامی دے پیندی

آئے محمد (ﷺ) رحمتاں والے

حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں: جب میرے ہاں میرے نورِ نظر کی آمد ہوئی تو میں نے دیکھا کہ

اعلنت الملئکة سرًا وجهرًا جآء محمد صلی الله علیه وسلم

(مولد العروس لابن جوزی ص ۲۹)

ملائکہ نے بلند وآہستہ اعلانات کیے..... نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئے۔

دونوں جگ وچ ہوئے اُجالے
آئے محمد رحمتاں والے
رحمتاں والے برکتاں والے
آئے محمد رحمتاں والے

اور

نور ازلی چمکیا غائب اندھیرا ہو گیا
کملی والا آ گیا ہر تھاں سویرا ہو گیا
اللہ نوں وی ہو گئی دھرتی بڑی محبوب اوہ
جہڑی تھاں تے احمد مرسل دا ڈیرا ہو گیا

ہمارے ہاں بچہ پیدا ہو...... ہم خاکی...... بچہ خاکی...... اعلان کرنے والے خاکی عرش کا دولہا پیدا ہوا...... بچہ افلاکی...... اس کا اعلان کرنے والے بھی افلاکی بلکہ ہم خاکی...... ہمارے کھلونے بھی خاکی...... کملی والا افلاکی...... اس کا کھلونا بھی افلاکی۔

ملاحظہ ہو حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

میں نے عرض کی کہ میں دیکھا کرتا تھا جبکہ آپ جھولے میں چاند سے باتیں کیا کرتے تھے اور آپ جدھر انگشت مبارکہ سے اشارہ فرماتے چاند اُدھر جھک جایا کرتا تھا۔

یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی کنت احدثه ویحدثنی ۔

بے شک میں چاند سے اور چاند مجھ سے باتیں کیا کرتے تھے۔

(الخصائص الکبریٰ ج ا ص ۵۳، ماثبت بالسنہ از شیخ محقق دہلوی ص ۲۹۲، مواہب اللدنیہ ص ، اکرام محمدی ص ۲۸۶، مولوی عبدالستار وہابی)

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

حضور کا نوری جھولا

ہم خاکی...... ہمارا جھولا جھلانے والے بھی خاکی...... مصطفیٰ نوری...... ان کا جھولا جھلانے والے بھی نوری...... حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ سیر الواقدی

میں ہے:

ان مهده كان يتحرك بتحريك الملائكة ۔

(نشر الطیبہ۔ تھانوی ص۲۹' اکرام محمدی ۔ہابی ص۳۵' تفسیر مظہری ج۶ص۵۶۷' مدارج النبوت ج۲ص۲۱' الخصائص الکبریٰ ج ص)

فرشتے آپ کا جھولا جھلاتے تھے۔

میرا نبی	خود نور
اس کو بھیجنے والا	نور
اس پر نازل ہونے والا قرآن	نور
قرآن لانے والا جبریل	نور
میرے نبی کا کھلونا چاند بھی	نور
میرے نبی کا جھولا بھی	نور
میرے نبی کا جھولا جھلانے والے بھی	نور

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

مبارک تجھے یہ بڑائی حلیمہ[1] (رضی اللہ عنہا)

انشاء اللہ العزیز جب تک
سورج چمکتا رہے گا
چاند دمکتا رہے گا
ستارے جگمگاتے رہیں گے

اے اماں حلیمہ سعدیہ...... آپ کا ذکر مبارک بھی ہوتا رہے گا اور اہل ایمان آپ

---

[1] ... مکہ مکرمہ سے تین دن کی راہ پر طائف کے قریب ایک مقام ہے: حنین' جہاں کی حضرت حلیمہ رہنے والی تھیں۔
(تفسیر نعیمی پارہ ۱۰ ص ۲۱۹ مطبوعہ گجرات)

کی بارگاہِ مبارکہ میں سلام بھی عرض کرتے رہیں گے...... جہاں میلادِ مصطفیٰ کے تذکرے ہوں گے، وہاں آپ کی اس کٹیا کے تذکرے بھی ہوں گے جہاں چودہ طبق کے والی نے ایامِ رضاعت بسر فرمائے اور اس کٹیا کو عرشِ اعلیٰ سے بھی فزوں تر مقام دے دیا۔

بڑی تو نے توقیر پائی حلیمہ
کہ تو ہے محمد کی دائی حلیمہ
مبارک تجھے یہ بڑائی حلیمہ
بڑے حلم والے کو لائی حلیمہ

بعض لوگ بڑی ڈھٹائی سے کہا کرتے ہیں کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا شیر مبارک سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پیا! کیوں؟ اس لیے کہ وہ مؤمنہ نہ تھیں۔ (معاذ اللہ)

فقیر انہی لوگوں کے مجتہد سے سرکار کو حضرت حلیمہ کا دودھ پلانا ثابت کرتا ہے، ملاحظہ ہو شیعہ مجتہد ملاں باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ

وابن شہر آشوب روایت کردہ است کہ اوّل مرتبہ ثویبہ آزاد کردۂ ابولہب آنحضرت را شیر داد وبعد از و حلیمہ سعدیہ شیر داد و پنج سال نزد حلیمہ ماند۔

(حیات القلوب ج ۲ ص ۶۶۔۶۷، مطبوعہ تہران)

اور ابن شہر آشوب نے روایت کیا ہے کہ پہلی مرتبہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ثویبہ نے دودھ پلایا، اس کے بعد حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ عنہا) نے دودھ پلایا اور پانچ سال حلیمہ کے پاس رہے۔

اب یہ شیعہ مجتہد ہی بتا سکتے ہیں کہ ثویبہ دودھ پلاتے وقت کس کیفیت میں تھیں، حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بات بعد میں آتی ہے اور ملا باقر مجلسی کی تحریر کے مطابق حضور نے ان دونوں کا دودھ نوش جان فرمایا ہے۔

مکتب فکر اہل حدیث (وہابی) کے بہت بڑے عالم وسیرت نگار مولوی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں کہ

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

''جب میں آپ کو گود میں اُٹھانے لگی تو آپ نے فرمایا کہ پہلے کلمہ طیبہ پڑھ لو پھر پاک ہو کر مجھے ہاتھ لگانا''۔

بول شہادت کلمہ اوّل کہیا حلیمہ تائیں
ہو کر پاک اساڈے تائیں پچھوں ہتھ لگائیں

(اکرام محمدی ص ۲۸۲)

قدرت کا انتخاب......حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا

میرے آقا نبی مصطفیٰ ہیں یعنی چنے ہوئے تو آپ سے منسوب ہر چیز بھی چنی ہوئی ہے مثلاً:

شب ہجرت آپ کے بستر پر آرام فرمانے اور لوگوں کو امانتیں واپس کرنے کے لیے مولا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کو قدرت نے خود چنا۔

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معیت کو بھی شب ہجرت قدرت نے خود ہی چنا۔

شب معراج نوشۂ بزمِ جنت کے لیے سواری یعنی براق کو بھی قدرت نے خود ہی چنا۔

ایسے ہی محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دودھ پلانے کے لیے سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا۔

صاحب جامع المعجزات اور صاحب مولد العروس فرماتے ہیں کہ

''حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت ہوئی تو سوال یہ پیدا ہوا کہ اس انمول موتی کو دودھ کون پلائے گا؟''

بہت سی بدوی آیاؤں نے خواہش ظاہر کی لیکن حضرت آمنہ ان سے یہ ؛
فرماتی رہیں کہ اس امر کا فیصلہ عبدالمطلب کریں گے' ایک رات حضرت
آمنہ نے ہاتف (غیبی) سے ندا سنی:
اے طاہرہ وکریمہ! غور سے سن لو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دودھ پلانے
والی دایہ قبیلۂ بنی سعد سے ہے' جس کا نام حلیمہ ہے"۔
اس کے بعد جو دایہ آتی' سیّدہ آمنہ اس کا نام اور قبیلہ ضرور دریافت فرماتیں۔
(جامع المعجزات ص ۳۲۲' اُردو مولد العروس ص)

حضرت حلیمہ کے حالات

حضرت حلیمہ کے مقدر میں سیّد الکونین کی رضاعت لکھ دی گئی تھی' حالات نے
انہیں مکہ آنے پر مجبور کر دیا' حلیمہ کا قبیلہ ان دنوں شدید قحط سے دوچار تھا' اس بحران میں
حلیمہ سب سے زیادہ متاثر ہوئی تھیں' وہ خود فرماتی ہیں کہ
میں تہی دامن ہو چکی تھی حتیٰ کہ صحرا کے خودرو پودے توڑ کر ان کے پتے کھایا کرتی'
ہمارے گھر میں اکثر فاقے ہوا کرتے تھے' ایک دن میں بنی سعد کی سہیلیوں کے ساتھ
باہر گئی' میں نے پتے توڑ کر کھائے اور پانی پی لیا' اچانک ہمیں وادی میں کسی کی آواز آئی'
لیکن بولنے والا نظر نہ آیا' پکارنے والے نے' ہمیں مکہ جانے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا:
مکہ میں ایک محمد نامی بچہ ہے' اسے دودھ پلاؤ۔
ہم پتے توڑنا بھول گئیں اور گھبرا کر اپنے گھر کی طرف دوڑ پڑیں' گھر پہنچی تو میرے
خاوند حارث نے کہا: حلیمہ! خالی ہاتھ واپس آ گئی ہو؟
میں نے حارث کو آواز کا قصہ سنایا تو وہ کہنے لگے: حلیمہ! چلو ہم مکہ چلتے ہیں شاید وہ
بچہ ہماری تقدیر میں لکھا ہو؟
میں ان دنوں حاملہ تھی' جلد ہی میں نے ایک بچے کو جنم دیا جس کا نام ہم نے ضمرہ
رکھا' ان دنوں میں بھوک اور پیاس سے نڈھال رہا کرتی تھی' ایک دن مجھ پر غنودگی طاری

ہو گئی تو ایک نادیدہ قوت نے مجھے اٹھا کر ایک نہر کے کنارے بٹھا دیا اور کہا:

حلیمہ! اس پانی سے غسل کرو۔

میں نے غسل کیا تو پھر آواز آئی: اب نہر سے پانی پی لو۔

میں نے جی بھر کر پانی پیا' پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے بڑھ کر شیریں تھا' نہر سے مشک وعنبر کی خوشبوئیں اُڑ رہی تھیں' پانی پی چکی تو پھر نداء آئی:

حلیمہ! مبارک ہو کہ رسولِ عربی کی رضاعت تیرا مقدر بن چکی ہے فوراً مکہ جاؤ' تم اپنے قبیلہ میں سب سے زیادہ خوشحال اور خوش نصیب ہونے والی ہو۔

پھر نادیدہ قوت نے میرے سینہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

خدا تجھے شیر اور خیر کثیر عطاء فرمائے۔

اچانک میری غنودگی دور ہو گئی' کیا دیکھتی ہوں کہ نہ وہ نہر ہے اور نہ ہی وہ کیفیت' میں اپنے کمرہ میں پڑی تھی' لیکن مجھے اپنے رب کے جلال کی قسم! یوں محسوس ہونے لگا جیسے میرے سینے میں دودھ کے سوتے پھوٹنے والے ہیں' میرا لاغرپن دور ہو گیا' چہرہ پر تازگی آ گئی اور اپنی سہیلیوں میں سب سے زیادہ صحت مند دکھائی دینے لگی' سہیلیوں نے مجھ سے کہا:

حلیمہ! ہم نے تمہیں اس حال میں دیکھا تھا کہ فاقوں کی وجہ سے تم دبلی پتلی اور زرد رُو تھیں' اچانک تم اتنی تنومند کیسے ہو گئی ہو؟ میں نے ہنس کر بات ٹال دی اور حقیقت حال کچھ نہ بتائی۔

اپنے اپنے مقدر دی ہندے اے گل

ایک دن میں نے اپنے شوہر حارث سے کہا: مجھے مکہ لے چلو! ہمارے پاس ایک لاغر اونٹنی تھی' حارث نے کہا: تم اونٹنی کو ایسی زحمت دینا چاہتی ہو جو وہ برداشت نہ کر سکے گی۔ میں نے کہا: خدا نے چاہا تو گرتے پڑتے مکہ پہنچ ہی جائیں گے۔

حارث اونٹنی لے آیا' وہ اتنی کمزور تھی کہ ہم اس کی پسلیاں شمار کر سکتے تھے' حارث

نے مجھے اونٹنی پر بٹھایا' میں نے ضمرہ کو گود میں لیا' حارث نے نکیل تھامی اور اونٹنی کچھوے کی چال چلنے لگی' مکہ کی سڑک پر پہنچے تو اونٹنی رک گئی' حارث نے کہا: چلو واپس چلیں! مکہ تک جانا اس کے بس کا روگ نہیں۔

میں نے کہا:

اللہ کا نام لے کر چلتے رہیے' دیر سے سہی لیکن بالآخر مکہ پہنچ ہی جائیں گے۔

ہم گومگو کی حالت میں تھے کیا دیکھتے ہیں کہ گھاٹی کی اوٹ سے ایک شخص نمودار ہوا' اس کے ہاتھ میں چمکدار چھڑی تھی' اونٹنی کے قریب آیا اور چھڑی سے اشارہ کرتے ہوئے بولا:

''چلو جلدی چلو! نبیٔ صادق وامین کی خدمت میں''۔

پھر وہ شخص مجھ سے مخاطب ہوا

''حلیمہ! مبارک ہو کہ خدا نے تجھے سیّد المرسلین کی رضاعت کے لیے چن لیا ہے''۔

اجنبی کا یہ کہنا تھا کہ اونٹنی اصیل گھوڑے کی طرح دوڑنے لگی' سب سے پہلے میں حرم میں پہنچی' مکہ کے ماحول پر طائرانہ نگاہ ڈالی' یوں محسوس ہوا جیسے حرم دلہن کی طرح سجا ہوا ہے اور مکہ کے گردونواح میں رنگا رنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں' میرے علاوہ دوسری آیاؤں نے بھی حرم کے دامن میں پڑاؤ ڈال رکھا تھا' ہر دایہ کی یہی خواہش تھی کہ وہ مبارک بچہ اسے مل جائے۔

سیّدہ آمنہ نے سنا کہ بنی سعد کی دائیاں مکہ میں آچکی ہیں تو انہوں نے سیّدنا عبدالمطلب سے عرض کی:

سیّدی! آپ دائیوں کے پاس جائیے اور اپنے پوتے کے لیے بھی دائی لائیے۔

عبدالمطلب سیّدہ آمنہ کی بات سنتے ہی گھر سے باہر تشریف لے گئے' ابھی وہ گھر سے نکلے ہی تھے کہ ہاتف سے نداء آئی:

''بنت وہب کا یتیم بہترین مخلوقات ہے' جس کی رضاعت کے لیے قدرت

نے حلیمہ کا انتخاب کر رکھا ہے' آمنہ! بیٹے کو حلیمہ کے سوا کسی دوسری دایہ کے سپرد نہ کرنا"۔

تھوڑی دیر بعد دائیوں نے آنا شروع کر دیا' سیدہ آمنہ ہر دایہ سے نام اور قبیلہ دریافت کرتیں' جب وہ حلیمہ کا نام نہ سنتیں تو بڑی ملائمت سے فرماتیں:

بہن میرا بیٹا یتیم ہے۔[1]

یہ سنتے ہی دائیاں چلی جاتیں انہیں اس بچہ سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی جس کا باپ زندہ نہ تھا۔ دائیاں عبدالمطلب سے پوچھتیں: یہ آپ کا بیٹا ہے؟ تو آپ فرماتے:

نہیں! لیکن مجھے یہ بیٹوں سے بھی زیادہ عزیز ہے' ابھی یہ ماں کے شکم میں تھا کہ اس کا باپ وصال کر گیا تھا۔

یہ سن کر کوئی دایہ آپ کے گھر نہ ٹھہری سب چلی گئیں۔ (جامع المعجزات ص ۳۳۳ تا ۳۳۶)

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں کہ

میں شہر مکہ میں داخل ہوئی تو پوچھا: خادم حرم کون ہے؟ جواب ملا: عبدالمطلب تو میں عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہوئی' انہیں سلام کیا اور عرض کیا:

سید اشراف مکہ' پیکر جود و کرم! میں قبیلہ بنی سعد کی ایک ستم رسیدہ' قحط زدہ اور مفلوک

---

[1]... کیونکہ تمام دائیاں انعامات و اکرامات کا تصور لے کر آتی تھیں' لہٰذا حضرت آمنہ ان سے ایسا فرماتیں تاکہ یہ خود بخود حضور کو چھوڑ دیں اور حضور کی رحمت پر کوئی حرف نہ آئے کہ رحمۃ للعالمین نے ہمیں چھوڑ دیا۔

محدث ابن جوزی فرماتے ہیں کہ نو دائیاں ایک ایک کر کے حضور کو لینے کے لیے آگے بڑھیں' مگر سرکار نے ان سے اعراض فرمایا اور جب حضرت حلیمہ سعدیہ آگے بڑھیں تو سرکار مسکرا دیئے اور جب سیدہ نے دودھ پلانے کے لیے اپنا پستان مبارک حضور کے قریب کیا تو فوراً حضور نے دودھ نوش جان فرمایا۔ (مولد العروس ص)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی ذاتی منشاء و مرضی یہ تھی کہ مجھے حضرت حلیمہ ہی لے جائیں اور میں انہیں کا دودھ پیوں۔

واہ واہ نیں حلیمہ تیرے تے اج کرم کمایا جاندا ایں
اک یکتا تیری جھولی وچ اج گوہر پایا جاندا ایں

الحال عورت ہوں' ہمارے مویشی قحط کی نذر ہو چکے ہیں' موجودہ سال نے تو رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ہے۔

معدن کرم! میں نے سنا ہے کہ آپ کو دایہ کی ضرورت ہے' میں اپنی خدمات پیش کرنے کے لیے حاضر ہوئی ہوں' شاید اسی بہانے ہمارے دن پھر جائیں۔

آپ نے پوچھا: خاتون! آپ کا نام کیا ہے؟

میں نے کہا: حلیمہ نام ہے قبیلۂ بنی سعد سے ہوں۔

آپ نے فرمایا: حلیمہ! ہمارے ہاں بچہ ضرور ہے اور وہ بچہ ایسا عدیم المثال ہے کہ آج تک کسی ماں نے ایسے صبیح و ملیح بچے کو جنم نہ دیا ہو گا لیکن...... لیکن حلیمہ! وہ باپ کے سایہ سے محروم ایک یتیم بچہ ہے' اگر تم اس کی رضاعت پر راضی ہو تو بسم اللہ کرو اور لے جاؤ۔

میں نے کہا:

سیّدی! میرا شوہر بھی میرے ساتھ مکہ آیا ہوا ہے' اس کی اجازت کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتی' اجازت ہو تو میں شوہر سے مشورہ کر لوں؟ اگر وہ یتیم بچے کو لے جانے پر راضی ہو گیا تو بسر و چشم حاضر ہو جاؤں گی۔

آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے! تم مشورہ کر کے جلد بتا دینا' میں وہاں سے مایوس اور دل گرفتہ لوٹ آئی' میں عبدالمطلب سے سیدھی حارث کے پاس آئی' خاوند نے کہا: کیا خبر لائی ہو؟ میں نے کہا: عبدالمطلب کے گھر میں ایک حسین و جمیل بچہ ہے لیکن وہ یتیم ہے' میں نے فی الحال آپ کے ڈر سے قبول نہیں کیا' کہیے آپ کا کیا ارادہ ہے؟ حارث نے کہا:

حلیمہ! خود سوچو کہ ہم قحط زدہ لوگ یتیم لے کر کیا کریں گے؟ میں نے کہا: لیکن اس کے دادا نے خیر کثیر کا وعدہ کیا ہے۔

حارث نے کہا: دائیاں ہمیشہ بچہ کے باپ سے اُجرت اور انعام وصول کیا کرتی

ہیں، دادا سے نہیں، یتیم بچہ کی پرورش کر کے ہمیں انعام و اکرام کی توقع رکھنا عبث ہے، چھوڑو اس قصہ کو۔

دوسرے دن میری ہم سفر دائیاں واپسی کی تیاریاں کر رہی تھیں، انہیں دیکھ کر میرے آنسو رخساروں پہ بہ نکلے، حارث نے دیکھا تو کہا: کیوں رو رہی ہو؟ میں نے کہا: کیوں نہ روؤں بنی سعد کی تمام دائیاں بچے لے کر جا رہی ہیں اور میں تہی دامن ہوں۔ حارث نے کہا: تو کیا چاہتی ہو؟ میں نے کہا: وہی یتیم! ممکن ہے کہ اس کی برکت سے اللہ ہمارے دن پھیر دے! حارث نے کہا: تو جاؤ اور اسے لے آؤ۔

یہ سن کر میری خوشی کی انتہاء نہ رہی۔

اُدھر عبدالمطلب میری تلاش میں گھر سے نکلے اور اِدھر میں ان کے گھر جا رہی تھی، راستہ میں ہی ان سے ملاقات ہوگئی، میں نے پوچھا: کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

تمہارے پاس ہی تو جا رہا تھا، حلیمہ

میں نے کہا:

اور اے سیّد عرب! میں بھی آپ ہی کی خدمت میں جا رہی تھی اور خوشی سے مسکراتے ہوئے بتایا:

''دُرِ یتیم کی رضاعت کے لیے شوہر کی اجازت لے آئی ہوں''۔

یہ سنتے ہی عبدالمطلب مجھے اپنے ساتھ گھر لائے، میں نے سیّدہ آمنہ کو سلام کہا، وہ بڑی خندہ پیشانی سے ملیں اور فرمایا: واللہ! میرے بچے کی رضاعت کے لیے (اس کے قابل) تم ہی تھیں۔[1]

---

[1] ...والد محترم حضرت امام خطابت رحمۃ اللہ علیہ (سمندری والے) یوں بیان فرمایا کرتے کہ حضرت حلیمہ جب شوہر سے مشورہ کرنے آئیں تو ان کی اونٹنی نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: مولا! مجھے زبان دے کہ آج میں بھی تیرے محبوب کی نعتیں پڑھوں، اللہ تعالیٰ نے زبان عطاء فرمائی تو اونٹنی نے کہا: حلیمہ! کیا

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور میرا ہاتھ تھام کر اس کمرے میں لے گئیں جہاں سیّدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم محو خواب تھے۔ (جامع المعجزات ص ۳۳۸_۳۳۹)

سیّدہ حلیمہ فرماتی ہیں کہ

جب میں حضور علیہ السلام کے کمرہ میں داخل ہوئی تو وہ نور سے جگمگا رہا تھا' میں نے سیّدہ آمنہ سے کہا:

سیّدہ یوں لگتا ہے جیسے آپ کے فرزند کے گرد ستارے جھلملا رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

یہ تو میرے صبیح و ملیح بیٹے کے مکھڑے سے نکلنے والی شعاعیں ہیں۔

آپ پیٹھ کے بل سیدھے لیٹے ہوئے تھے اور انگشت مبارک چوس رہے تھے اور گہری نیند آرام فرما رہے تھے' میں ان کی جانب بے اختیار لپکی تو سیّدہ آمنہ نے فرمایا:

''میں تو پہلے ہی جانتی تھی کہ اسے دودھ پلانے والی قبیلۂ بنی سعد کی حلیمہ ہوگی''۔

میں نے عرض کیا: سیّدہ! حضور کا حسن و جمال دیکھ کر میرے انگ انگ میں ان کے لیے شفقت و محبت سما گئی ہے۔

یہ کہہ کر میں آپ کے سرِ اقدس کی جانب کھڑی ہو گئی' میں نے آپ کی جانب بازو پھیلا دیئے کہ اٹھا کر سینہ سے لگا لوں۔

(بقیہ حاشیہ) کہتی ہو کہ یہ یتیم ہے اور مال دنیا نہیں ملے گا' سنو!

جے چھڈ دیویں دنیا ہو سکدا ای گزارا
محمد نوں چھڈیاں گزارا نہیں ہونا
بناں در تے پہنچے نظارہ نہیں ہونا
جدائی دا صدمہ گوارا نہیں ہونا

چنانچہ سیّدہ حلیمہ نے حضور علیہ السلام کو لیا اور چل پڑیں۔

اچانک آپ نے چشمان مبارک کھولیں اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے!آپ کی

ا۔ حضرت امام خطابت علامہ غلام رسول سمندری والے رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ

حضرت حلیمہ سعدیہ نے پہلی مرتبہ سرکار کے چہرۂ منورہ کو دیکھا تو نشہ چڑھ گیا' جیسا کہ اعلیٰ حضرت گولڑوی فرماتے ہیں کہ

مکھ چن بدر شعشانی ایں
متھے چمکے لاٹ نورانی ایں
کالی ۔ زلف تے اکھ مستانی ایں
مخمور اکھیں ہن مد بھریاں
اس صورت نوں میں جان آکھاں
جان آکھاں کہ جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں
جس شاں توں شاناں سب بنیاں
سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

جب مازاغ کی آنکھوں میں نظریں جمیں نشہ آیا اور حسن مصطفیٰ کے نشہ سے سرشار ہوئیں تو عرض کیا: آقا!

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے گرتے کو تھام لے ساقی

اسی نشہ میں سرکار کو اٹھایا' اور سینہ سے لگایا' زبان سے اللہ اللہ کے نعرے بلند ہونے لگے تو انہیں الفاظ سے لوری دینے لگیں

اللہ اللہ اللہ ھو لا الٰہ الا ھو

پھر آپ کے چہرۂ اقدس کی طرف بغور دیکھا اور زلفوں کو ملاحظہ کیا اور کہتی ہیں:

پیاری پیاری صورت تیری گھونگر والے بال
لوری دیوے ۔ مائی حلیمہ لا لا چنے نال نبی جی

اللہ اللہ اللہ ھو لا الٰہ الا ھو

بارہ ربیع الاول کو یہ آیا درِ یتیم

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسکراہٹ کے ساتھ ہی کمرے میں نور کی چادر تن گئی' یوں محسوس ہوا کہ جیسے شعاعیں آسمان تک بلند ہوتی چلی جارہی ہیں۔

میں نے آپ کو گود میں لے کر چوما اور دایاں پستان آپ کے دہن مبارک میں ڈال دیا' آپ نے دودھ نوش فرمایا' بایاں پستان پیش کیا تو آپ نے قبول نہ فرمایا' گویا دوسرا پستان آپ نے اپنے دودھ پیتے بھائی ضمرہ کے لیے چھوڑ دیا تھا' آپ دائیں سے ہی دودھ نوش فرمایا کرتے تھے جبکہ بائیں سے ضمرہ پیا کرتا تھا۔

(جامع المعجزات اُردو ص ۳۴۰۔۳۴۱)

سیّدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں
آپ کو لے کر اُٹھی تو مسرتیں میرے انگ انگ میں سما گئیں اور میں اپنے آپ کو

(بقیہ حاشیہ) ماہِ نبوت' مہرِ رسالت' صاحب خلق عظیم نبی جی

اللہ اللہ اللہ ھو لا الٰہ الا ھو

حضرت امام خطابت ایک مقام پر یہ بیان فرمارہے تھے کہ ایک پٹھان اُٹھا اور اس نے کہا: مولوی کیا کہتی ہے؟ فرمایا: کچھ خدا کا خوف کرو خان بابا! تمہیں یہ داڑھی بھی نظر نہیں آتی' کہتے ہو کیا کہتی ہے؟

کہا: توبہ توبہ! اتنا بڑا شرک کہ نبی کو اللہ کہہ دیا۔

فرمایا: خان صاحب کچھ پڑھے بھی ہو؟ کہا: خوچے اتنا موٹا کاری (بخاری شریف) پڑھا ہے' فرمایا: اچھا بتاؤ! بخاری شریف میں ولی کی علامت کیا بیان کی گئی ہے؟ اس نے کہا: ہاں خوچے! نبی پاک پڑماتی (فرماتے) ہیں کہ ولی کا نشانی یہ ہے کہ "اذا رؤوه ذکر اللہ" جب تم ولی کو دیکھو تو اللہ یاد آئے۔

فرمایا: چشم ما روشن دل ماشاد! خان صاحب بتاؤ کہ جب ایک ولی کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے تو امام الانبیاء علیہ السلام کو دیکھنے سے یاد نہیں آتا۔

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

تو حضرت حلیمہ نے دیکھا انہیں بھی اللہ یاد آیا' جبھی تو انہوں نے کہا:

اللہ اللہ اللہ ھو لا الٰہ الا ھو

خان صاحب! اب تم بھی کہو:

اللہ اللہ اللہ ھو لا الٰہ الا ھو

دنیا کی خوش قسمت ترین عورت تصور کرنے لگی' دروازہ سے باہر نکلنے لگی تو عبدالمطلب نے فرمایا:

حلیمہ! ٹھہرو! کچھ زادِ سفر لیتی جاؤ

میں نے کہا: مجھے اب زادِ سفر کی ضرورت نہیں رہی ہے میرے لیے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کافی ہیں' لیکن عبدالمطلب نے مجھے زادِ سفر دے دیا' گھر سے باہر نکلی تو سیّدہ آمنہ (رضی اللہ عنہا) نے بیٹے کو گلے لگالیا' چوما اور زار وقطار رونے لگیں' ماں بیٹے کی فرقت کے لمحات بڑے صبر آزما تھے' جب ماں نے یہ کہا:

''میرے یتیم! خدا تمہارا حامی وناصر ہو''۔

تو میں بھی آنسوؤں پر ضبط نہ کرسکی۔ (جامع المعجزات ص ۳۴۱)

محدث ابن جوزی کہتے ہیں کہ

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں اور سات دیگر عورتیں حضرت عبدالمطلب کے ساتھ حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچیں تو ہر ایک نے چاہا کہ میں ان کو اُٹھاؤں اور دودھ پلاؤں' مگر جب وہ عورتیں آپ کے پاس اُٹھانے کے لیے حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہر ایک سے اعراض فرماتے (چہرۂ انور پھیرتے) رہے۔

فتقدمت اليه فحين رأني تبسم . (مولد العروس ص ۳۰)

جب میں آگے بڑھی تو آپ نے مجھے ملاحظہ فرمایا تو آپ مسکرا دیئے۔

واقبل على فوضعته فى حجرى . (ایضاً)

اور آپ میری طرف بڑھے' پس میں نے آپ کو اپنی گود میں اُٹھالیا۔

آوازِ قدرت آئی:

یہ حلیمہ بھید کھلا نہیں یہ مقام چون و چرا نہیں
تو خدا سے پوچھ یہ کون ہیں تیری گود میں یہ جو آگئے

سوال یہ ہے کہ آپ نے بائیں پستان سے دودھ نوش کیوں نہ فرمایا: جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ

کیونکہ آپ کو علم تھا کہ آپ کا ایک دودھ شریک بھائی بھی ہے' آپ نے ہمیشہ ایسا ہی (انصاف) فرمایا۔ (مدارج النبوت ص ۲' مولد العروس ص ۳۰' ما ثبت بالسنہ ص ۲۹۱' شواہد النبوت ص ۶۲' نشر الطیب ص ۲۴' اکرام محمدی ص ۲۸۶' معارج النبوت ص ۳۰' الخصائص الکبریٰ ص ۱' بحوالہ تقریری نکات ص ۱۹۴' خطبات چیمہ ص ۲۵)

سوال یہ ہے کہ حضرت حلیمہ تو بہت لاغر و کمزور تھیں' پستانوں میں دودھ بالکل نہ تھا تو پلایا کس طرح؟

جواب حضرت حلیمہ خود ارشاد فرماتی ہیں کہ

ان دنوں میرے ایک پستان سے دودھ نہیں آتا تھا جب میں نے آپ کو اُٹھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے دودھ جاری ہو گیا۔ (سیرت حلبیہ جلد اوّل ص ۱۴۷' بحوالہ تقریری نکات ص ۱۹۴)

فقیر کہتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قاسمِ نعمت خدا ہیں' ارشادِ محبوب ہے کہ

انما انا قاسم واللّٰہ یعطی ۔

(بخاری' مشکوٰۃ کتاب العلم ص ' مسلم شریف جلد اوّل ص ۳۳۳)

اللہ تعالیٰ عطاء فرماتا ہے اور میں تقسیم فرماتا ہوں۔

اسی قاسمِ نعمت نے سیدنا ابوہریرہ کو فرمایا کہ اس ایک پیالہ سے پلانا شروع کرو تو پھر ستر آدمیوں نے پیا' خود حضرت ابوہریرہ نے پیا مگر پیالہ میں دودھ کا قطرہ بھی کم نہ ہوا۔ (مدارج النبوت)

کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جامِ شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا

اور پھر شب ہجرت جو سفر مدینہ شروع ہوا تو درمیان میں اُم معبد کا مکان بھی

آیا جن کے پاس ایک خشک دودھ بکری تھی' اسی قاسم نعمت نے اپنے ید اللہ والے دست قدرت سے بکری کے تھنوں کو چھوا تو سارے برتن دودھ سے بھر گئے۔

(مدارج النبوت ص)

اور پھر سیدہ حلیمہ کی بکریوں کو اسی قاسمِ نعمت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوا تو دودھ ختم نہ ہونے والا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔

تو جس رضائی ماں کو رضاعت کے لیے خود اللہ تعالیٰ نے چنا تھا' اس کے پستان خشک کیسے رہ سکتے تھے' جس محبوب کی انگشت مبارکہ سے پانچ نہریں پانی کی جاری ہوں' وہ اپنے لیے دودھ کیوں جاری نہیں فرما سکتے؟

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

سیّدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا جب آپ کو لے کر شوہر کے پاس آئیں اور اس نے سرکار کا حسن و جمال دیکھا تو دیکھتے ہی سجدہ میں گر گیا۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۰)

وہابی جی! بتائیے ان کے لیے کیا فتویٰ ہے کیونکہ آپ تو فتوؤں کی توپ گرم کیے بیٹھے ہیں' ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ

بے خودی میں سجدۂ در' یا طواف
جو کیا اچھا کیا پھر تجھ کو کیا

کیونکہ وہ حسن و جمال مصطفیٰ دیکھ کر بے خود ہو گئے تھے' اس لیے انہوں نے سجدہ کیا اور اچھا کیا اور کائنات کو بتا دیا کہ

سجدہ کرنا ہے تو یوں کر سر ہو سجدے میں تیرا
سر خدا کے واسطے دل مصطفیٰ کے واسطے

تے کعبے دا سجدہ محمد دے در تے

ہم نے گزشتہ اوراق میں بیان کیا کہ حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں: کعبۃ اللہ

مقامِ ابراہیم (بجانب ولادت گاہِ محبوب) کی طرف جھک گیا۔

حضرت سیّدہ حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں جب آپ کو لے کر سواری کے پاس آئی تو وہ سواری سجدہ میں گر پڑی' جب میری سواری کعبہ کے بالمقابل ہوئی تو اس نے کعبۃ اللہ کو تین سجدے کیے اور پھر آسمان کی طرف منہ اُٹھالیا (گویا سجدۂ شکر ادا کیا)۔

(ماثبت بالسنہ ص۲۹۱' مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۷)

فضل ربّ العلیٰ اور کیا چاہیے
مل گئے مصطفےٰ اور کیا چاہیے

سواری تو سرکار کو پار کر خوشی سے سجدۂ شکر ادا کرے اور وہابی بدعت کے فتوے دے؟ ہوا نہ پھر جانوروں سے بھی بدتر! ہم تو گلی گلی' کوچہ کوچہ' نگر نگر' بستی بستی' شہر شہر یہ شور مچاتے ہیں کہ

مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے
مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے

اور

دامنِ مصطفیٰ جن کے ہاتھوں میں ہے
ان کو روزِ جزا اور کیا چاہیے
مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے

مولوی عبدالستار وہابی لکھتا ہے کہ

پہلے حلیمہ جد جا کر کعبے وچہ کھلوئی
عالی ذات نبی سرور دی عظمت ظاہر ہوئی
حجر اسود خود بوسہ دیون آپ نبی ول آیا
شان نبی سرور دا مینوں رب کریم دکھایا

(اکرام محمدی ص ۲۸۲' بحوالہ تقریری نکات ص ۱۹۴)

حضرت حلیمہ اونٹنی پر سوار ہوئیں تو آتے ہوئے جو اونٹنی سب سے پیچھے رہ گئی تھی'

ایسی برق رفتار ہوئی کہ اب جاتے ہوئے سب سے آگے نکل گئی۔[1]

دائیاں کہنے لگیں: حلیمہ!

تیری اونٹنی تو اتنی لاغر تھی کہ چلنے سے معذور تھی لیکن یہ تو فربہ اندام اور سبک خرام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کو قوتِ گویائی عطا فرمائی اور وہ فصیح زبان میں بولی:

خواتین بنی سعد! اس میں کیا تعجب کی بات ہے؟ دیکھو تو سہی کہ میری پشت پر سیّد الاوّلین والآخرین سوار ہیں' انہیں کی برکت سے میری نقاہت کو قوت میں اور سست روی کو برق رفتاری میں تبدیل کر دیا ہے۔ (جامع المعجزات ص۳۴۲۔۳۴۳' سیرت حلبیہ ج۱ ص۱۴۸)

---

[1] ..... حضرت امام خطابت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے:

حضرت حلیمہ نے آگے شوہر کو بٹھایا اور پیچھے خود سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گود میں لے کر بیٹھ گئیں اور اونٹنی کو چلنے کا اشارہ دیا گیا مگر اونٹنی نہ چلی۔ سیّدہ حلیمہ نے فرمایا کہ ابھی تو مجھے مشورہ دے رہی تھی کہ حضور کو چھوڑ کر گزارا نہ ہوگا اور اب حضور تجھ پر سوار ہیں تو چلتی نہیں' تو اونٹنی نے جواب لاجواب دیا کہ شاعر نے اسے یوں بیان فرمایا ؎

اونٹنی نے دی صدا یہ برملا — سعدیہ سرکار کو آگے بٹھا

میں نہ اٹھوں گی قیامت تک کبھی — جب تلک آگے نہ بیٹھیں گے نبی

اور پھر جب سرکار آگے جلوہ افروز ہوئے تو اونٹنی نے بجلی کی سی تیز رفتاری دکھائی اور براق کی طرح دوڑتے ہوئے سب ہمسفر اونٹنیوں سے آگے نکل گئی۔

جانوروں کے کلام کرنے کا ثبوت

عین ممکن ہے کہ کسی کج فہم اور بدعقیدہ شخص کے ذہن میں یہ سوال جنم لے

کہ

کبھی جانور بھی کلام کرتے ہیں جو اونٹنی بولی اور اس نے کہا کہ سعد یہ سرکار کو آگے بٹھا؟ اور دائیوں سے بھی کلام کیا۔

تو ان لوگوں کی تسلی و آگہی کے لیے فقیر عرض کرتا ہے کہ جی ہاں! اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے متعدد موقعوں پر جانوروں کو قوتِ گویائی بخشی اور انہوں نے کلام کیا۔

اصحاب کہف کا کتا بولا

ملاحظہ ہو آیت کریمہ: ''وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ'' کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب کتا ان کے پیچھے چلا تو انہوں نے کتے کو مارنے کے لیے روڑے اُٹھائے تو کتا بولا:

فقال لهم الكلب ما تريدون منی لا تخشوا جانبی انا احب احباء الله ۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۴۳ مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ اُردو بازار لاہور)

کتے نے ان سے کہا: آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ مجھ سے مت ڈریں کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں (اولیاء کاملین) سے محبت کرتا ہوں۔

یعنی آپ سمجھتے ہیں کہ میں بھونکوں گا تو اس طرح آپ کے متعلق مخبری ہو جائے گی،

مگر میں عرض کرتا ہوں کہ میں بھونکوں گا نہیں' بلکہ

فناموا وانا حرسکم ۔(تفسیر کبیر للرازی ج ۷ ص ۴۴۴' مطبوعہ لاہور)

جب آپ سو جایا کریں گے تو میں آپ کا پہرہ دیا کروں گا۔

جسے پنجابی کے شاعر نے یوں بیان کیا ہے کہ کتے نے ان اولیاء کاملین (اصحاب کہف) کی بارگاہ میں عرض کیا کہ

نہ میں بھونکاں تے نہ ٹونکاں تے نہ میں شور مچاواں
رل صحبت ولیاں دی میں وی سدھا ای جنت جاواں

یعقوب علیہ السلام سے بھیڑیے کا کلام

اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے جب ان کے بیٹوں نے ایک بھیڑیا زنجیروں سے جکڑا ہوا پیش کیا کہ اس بھیڑیے نے یوسف علیہ السلام کو کھایا ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس بھیڑیے سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

ایھا الذئب بئسما ما فعلت حیث اکلت وجھا کالبدر المنیر ما رحمت علی ذلک الصغیر وما اشفقت علی الشیخ الکبیر ۔

اے بھیڑیے! تو نے میرے چودھویں رات کے چاند جیسے چہرے والے یوسف کو کھا کر بہت بُرا کیا ہے' تجھے اس معصوم بچے پر رحم نہ آیا اور تجھے میرے بڑھاپے کا بھی خیال نہ آیا؟

(نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۱۵۱' احسن القصص ص ۴۹' تفسیر مظہری ج ۵ ص ۱۴۳)

اور فرمایا:

اکلت انت یوسف (علیہ السلام) قال لا ۔

کیا تو نے میرے یوسف کو کھایا ہے؟...... بھیڑیا بولا: نہیں! میں نے نہیں کھایا۔

قال فاخبرنی اولادی قال لا ۔

فرمایا: میری اولاد نے مجھے خبر دی ہے...... بھیڑیے نے پھر زبان کھولی اور جواب دیا: نہیں! آپ کی اولاد جھوٹ بولتی ہے۔

فرمایا: تیرے نہ کھانے کی دلیل؟

بھیڑیے نے جواب دیا کہ بھیڑیے کا کلام کرنا کرامت ہے اور کسی درندے کا کسی انسان کے بچے کے بدن کو کھانا ظلم اور گناہ ہے اور ظالم و گنہگار سے کرامت ظاہر نہیں ہوتی اور اگر میں نے یوسف کو کھایا ہوتا تو میں کلام نہ کرتا اور مجھ سے یہ کرامت ظاہر نہ ہوتی۔

والسلام علیك یا نبی اللہ لحوم الانبیاء حرام علینا الخ ۔

اور آپ پر اے اللہ کے نبی سلام ہو! ہمارے اوپر انبیاء کا گوشت حرام ہے۔

اس سے آگے مفسرین نے بھیڑیے کی طویل گفتگو نقل کی ہے۔

کنعان کی ڈاچی کا کلام

ایسے ہی مولانا غلام رسول عالم پوری سورۂ یوسف کی تفسیر میں واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ

اک دن یوسف بندی خانے غماں ستایا ہویا
باہر نظر جھروکے بیٹھا برقعہ پایا ہویا
کرناواں دا قافلہ اتول شام دیاروں آیا
وطنیں لوگ نظر وچہ آئے یوسف دل اچھلایا
دیکھ وطن دیاں لوکاں تائیں نین رتے وچہ پردے
رو رو کے دل گھائل ہویا وچہ فراق پدر دے
نام سپر دل آھا اوہناں وچہ اک بندہ کنعانوں
اس دے کول آہی اک ڈاچی تیز قدم پرشانوں

جاں ڈاچی نے یوسف ڈٹھا روڑ زنداں ول آئی
میں یوسف کنعانوں آئی دے سیہڑا کائی

(یوسف زلیخا از مولانا غلام رسول عالم پوری)

ایسے ہی بھیڑیے نے میرے آقا علیہ السلام کی رسالت و نبوت کی شہادت فصیح و بلیغ زبان میں دی' ملاحظہ ہو!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک ریوڑ پر بھیڑیے نے حملہ کر دیا اور بکری کو دبوچ لیا' چرواہے نے دوڑ کر بھیڑیے سے بکری آزاد کرالی' بھیڑیا ایک پہاڑی پر چڑھ کر بولا:

چرواہے! تو نے مجھ سے میرا رزق چھین لیا ہے۔

چرواہے نے بھیڑیے کو کلام کرتے دیکھا تو حیرت سے کہنے لگا:

خدا کی قسم! کتنے تعجب کی بات ہے کہ میں نے آج تک بھیڑیے کو انسان کی طرح بات کرتے نہیں سنا تھا۔

بھیڑیے نے چرواہے سے کہا:

اس سے بھی زیادہ تعجب تو تم لوگوں پر ہے کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں نجات کی طرف بلاتے ہیں اور تم لوگ ہو کہ ان سے فرار کرتے ہو' ان کی بات تک سننا گوارا نہیں کرتے' چرواہا یہودی تھا' فوراً بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا' بھیڑیے کی داستان سنا کر کلمہ پڑھا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ (جامع المعجزات اُردو ص ۲۲۶)

حضور علیہ السلام کی اونٹنی نے کلام کیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے صدقہ کے موضوع پر خطاب فرمایا' ایک اعرابی اتنا متاثر ہوا کہ فوراً پکار اُٹھا:

''یا رسول اللہ! یہ اونٹنی میں خدا اور رسول کے نام پر صدقہ کرتا ہوں''۔

حضور نے اونٹنی کو دیکھ کر تعجب فرمایا اور فرمایا:

''عمر! اگر یہ اونٹنی فروخت کی گئی تو میرے لیے خرید لینا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اونٹنی خرید لی' حضور علیہ السلام نے بعض غزوات میں اس ناقہ پر سواری فرمائی' ایک رات آپ گھر سے باہر نکلے' آپ کی ناقہ دوسرے جانوروں میں بیٹھی ہوئی تھی' آپ قریب سے گزرے تو ناقہ بولی:

السلام علیکم! اے کائنات کی زیب و زینت

وعلیکم السلام

حضور نے سلام کا جواب دیا تو ناقہ نے پھر کہا:

''یارسول اللہ! سب سے پہلے میں اغضب نامی ایک قریشی کے پاس تھی' ایک دن میں بھاگ نکلی' رات ایک بیابان میں آ گئی' میں درندوں سے خوفزدہ تھی' لیکن انہوں نے مجھے کچھ نہ کہا' وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اسے کچھ نہ کہنا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ہے' صبح ہوئی تو مجھے درختوں سے آواز آنے لگی: اے ناقہ! ہمارے پتے کھاؤ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ہو' بالآخر میں آپ کے قدموں تک پہنچ گئی ہوں''۔

حضور نے پہلے مالک کے نام پر اس کا نام غضباء رکھ دیا' آپ نے اونٹنی کو تھپتھپایا تو وہ پھر بولی:

آقا! میری ایک آرزو ہے؟

فرمایا: کہو! کیا تمنا ہے؟

بولی: میرے حق میں اللہ سے یہ دعا فرمایئے جس طرح آپ نے دنیا میں مجھ پر سواری فرمائی ہے' اسی طرح آخرت میں بھی میں آپ کی سواری بن جاؤں' اگر آپ مجھ سے پہلے وصال فرما جائیں تو حکم دے جائیں کہ کوئی دوسرا مجھ پر سوار نہ ہو کیونکہ میرا دل یہ گوارا نہ کر سکے گا۔

یہ سن کر حضور نے فرمایا: میں نے تیری آرزو کو پورا کر دیا۔

آپ نے جب وصال فرمایا تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی کہ اس اونٹنی پر کوئی سواری نہ کرے' جب یہ اونٹنی مر جائے تو اپنے ہاتھوں سے اسے دفن کر دینا۔

ایک رات حضرت سیّدہ فاطمہ اونٹنی کے قریب سے گزریں تو اونٹنی نے کہا:

السلام عليك يا بنت رسول الله .

فرمایا: "**وعليك السلام يا ناقة رسول الله**" کہو! کیسی ہو؟ عرض کیا: کیا بتاؤں سیّدہ! جب سے حضور نے وصال فرمایا ہے مجھے کھانا پینا بھول گیا ہے۔ سیّدہ! میرا آخیر وقت آ پہنچا ہے' لہٰذا اپنے ابا جان کی وصیت پوری فرمایئے گا۔

یہ کہہ کر اونٹنی نے اپنا سر سیّدہ کی گود میں ڈال دیا اور دم توڑ دیا۔ علی الصبح حضرت فاطمہ نے گڑھا کھودنے کا حکم دیا' ناقہ پر ٹاٹ لپیٹ کر اسے دفن کر دیا۔

(جامع المعجزات اُردو ص ۹۷ تا ۹۹)

فانها لم تنطق الا لها و لابيها .

اس اونٹنی نے حضرت فاطمہ اور ان کے والد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی سے کلام نہیں کیا۔

جامع المعجزات کے علاوہ ملاحظہ ہو!

نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۲۸' معارج النبوت ص ۶۰۱۔۶۰۲' نسبت باعث جنت ص ۱۸۸ تا ۱۹۱

یعفور گدھا بولا

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ خیبر کے بعد ایک سیاہ رنگ کا گدھا ملا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا:

"**ما اسمك**" تیرا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: "**يزيد ابن شهاب**" میرا نام یزید ابن شہاب ہے۔

اخرج اللّٰہ من نسل جدی ستین حمارًا کلهم لا یر کبهم الا نبی ۔

اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ گدھے ایسے پیدا کیے ہیں جن پر سوائے نبی کے کسی اور نے سواری نہیں کیا ور اب میری نسل میں کوئی گدھا میرے سوا باقی نہیں رہا۔

ولم یبق من الانبیاء غیرك ۔

اور آپ کے علاوہ نبیوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا...... آپ مجھ پر سواری فرمائیں تا کہ میری نسل کی رسم پوری ہو جائے۔

میرا یہودی مالک جب بھی مجھ پر سوار ہونے کی کوشش کرتا تو میں اسے سوار ہونے کی ہرگز اجازت نہ دیتا۔

وہ مجھے بُری طرح مارتا' میرے پیٹ پر ڈنڈے برساتا' میری پشت پر بے پناہ کوڑے برساتا تھا۔

فقال له رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انت یعفور ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو یعفور ہے (یعنی حکم کی تعمیل کرنے والا)۔

اور اس یعفور گدھے کا کمال یہ تھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو بلانا ہوتا تو آپ اسی یعفور گدھے کو حکم فرماتے کہ فلاں صحابی کو بلا لاؤ' تو یہ یعفور گدھا گلیوں' بازاروں اور راستوں سے گزرتا ہوا اس صحابی کے دروازے پر پہنچ جاتا۔

فیقرعه برأسه ۔

اپنے سر سے اس کا دروازہ کھٹکھٹاتا۔

جب گھر والا (صحابیٔ رسول) دروازے سے باہر آتا تو اشارہ کرتا کہ حضور تجھے بلا رہے ہیں۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یعفور یہ صدمہ برداشت نہ کر سکا

اور

القی نفسه فی بئر

اپنے آپ کو کنویں میں گرادیا اور اس طرح ہلاک ہوگیا۔

(مدارج النبوت اُردو ج ۲ ص ۱۰۲۸ سیرتِ حلبیہ ج ۲ ص ۲۴۷)

اصحابِ فیل کا ہاتھی بولا

ابرہہ کا ہاتھی جس کا نام محمود تھا' ملاحظہ ہو!

(تفسیر روح البیان ج ۴ تفسیر نسفی جز ۴ ص ۲۸۰_۲۸۱)

اس نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے چہرۂ انور میں نورِ مصطفویہ ملاحظہ کیا تو

فبرك وخر ساجدا وانطق الله تعالى الفيل .

مبارکباد دی اور چنگھاڑتا ہوا سجدہ میں پڑ گیا' اللہ تعالیٰ نے اسے زبان دی تو بولا:

السلام على النور الذى فى ظهرك يا عبد المطلب .

اے عبدالمطلب! تیری پشت مبارک (یا پیشانی) پر جو نور چمک رہا ہے' اس نور پر میرا اسلام ہو۔ (تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۲۷ تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۸۲ اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب از قاضی دحلان مکی ص ۱۶۰ نشر الطیب از تھانوی ص ۱۶)

وہابی جی! قرآن وسنت کے ان مندرجات سے ثابت ہوا کہ

اصحاب کہف کے کتے نے کلام کیا'

یعقوب علیہ السلام کے بھیڑیے نے کلام کیا جیسا کہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں نقل فرمایا۔

کنعان سے آنے والی ڈاچی نے کلام کیا جیسا کہ مولانا غلام رسول عالم پوری نے تفسیر یوسف میں لکھا۔

ناقۂ رسول نے کلام کیا جیسا کہ صاحب جامع المعجزات اور شیخ محقق نے نقل فرمایا۔

یعفور گدھے نے کلام کیا جیسا کہ علامہ حلبی نے سیرتِ حلبیہ میں تحریر فرمایا۔

اصحابِ فیل کے ہاتھی نے کلام کیا جیسا کہ علامہ اسماعیل حقی نے تفسیر روح البیان میں لکھا۔

مزید قرآن کریم کے حوالوں سے ہم آگے ثابت کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز

اگر وہابی کی سمجھ میں عظمت نبوت نہیں آتی تو عقیدۂ توحید تو قائم رکھے اور اس بات پر تو ایمان رکھے کہ

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۔

اللہ ہر چاہت پر قادر ہے۔

تو کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ جانوروں سے کلام کروالے؟ اب آپ کا عقیدۂ توحید کہاں گیا؟ ملاحظہ ہو! مزید قرآنی شواہد:

سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی نے کلام کیا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ ۔

(پ۱۹ النمل:۱۶)

''اور وارث ہوئے سلیمان (علیہ السلام) داؤد (علیہ السلام) کے اور کہنے لگے: لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے''۔

اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی گفتگو کو سنا اور سمجھا اور اس پر مسکرا دیئے' ملاحظہ ہو! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ (پ۱۹ النمل:۱۸)

''ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ' ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں روند ڈالے''۔

ارشادِ ربانی ہے کہ

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا ۔(پ۱۹'النمل:۱۹)

''اس کی اس بات پر حضرت سلیمان (علیہ السلام) مسکرا کر ہنس دیئے''۔

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ

حضرت سلیمان علیہ السلام چونکہ جانوروں کی بولیاں سمجھتے تھے اس بات کو بھی سمجھ گئے اور بے اختیار ہنسی آ گئی۔(تفسیر ابن کثیر اُردو ج۴ ص۵۹'مطبوعہ اسلامی کتب خانہ'لاہور)

مزید فرماتے ہیں کہ

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام استسقاء کے لیے نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی اُلٹی لیٹی ہوئی اپنے پاؤں آسمان کی طرف اُٹھا کر دعا کر رہی ہے کہ

''اے اللہ! ہم بھی تیری مخلوق ہیں' پانی برسنے کی محتاجی ہمیں بھی ہے' اگر پانی نہ برسا تو ہم ہلاک ہو جائیں گی۔

چیونٹی کی یہ دعا سن کر آپ نے لوگوں میں اعلان کیا کہ لوٹ چلو' کسی اور ہی کی دعا سے تم پانی پلائے گئے''۔(تفسیر ابن کثیر اُردو ج۴ ص۵۹)

ہد ہد نے کلام کیا

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں ہد ہد بھی ہوا کرتا تھا' ایک دن ہد ہد آپ کو نظر نہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھ رہا' قرآن کریم نے فرمایا:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ○ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○ (پ۱۹'النمل:۲۰-۲۱)

---

[۱] عذاب دینا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور سلیمان علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ ''لاعذبنہ'' میں سے عذاب دوں گا' معلوم ہوا کہ معذب حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور معذب مجازی حضرت سلیمان علیہ السلام اسی طرح باقی متعدد صفات کا حقیقی موصوف اللہ تعالیٰ ہے' مجازی طور پر مخلوق کو اللہ تعالیٰ وہ صفات عطاء فرمادیتا ہے۔

"آپ نے پرندوں کی دیکھ بھال کی اور فرمانے لگے: یہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟ کیا واقعی وہ غیر حاضر ہے؟ یقیناً میں اسے سخت تر سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے کوئی معقول وجہ بیان کرے"۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد ہدہد آیا اور اس نے بیان کیا:

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ○ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ[1] عَظِيْمٌ ○ وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ○ (پ۱۹، النمل: ۲۲ تا ۲۴)

"کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ آ کر اس نے کہا: میں ایک ایسی چیز لایا ہوں کہ آپ کو اس کی خبر ہی نہ تھی، میں سبا کی ایک سچی خبر آپ کے پاس لایا ہوں، میں نے دیکھا کہ ان کی بادشاہت ایک عورت کر رہی ہے، جسے ہر قسم کی چیز سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے اور اس کا تخت بھی بڑی عظمت والا ہے، میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا، شیطان نے ان کے کام انہیں بھلے کر کے دکھلا کر صحیح راہ سے روک دیا ہے، پس وہ ہدایت پر نہیں آتے"۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

---

[1] عرشِ عظیم بھی اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ "هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ" "وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے لیکن مجازی طور پر فرمایا: "وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ" "اس بلقیس کا عرش عظیم ہے" اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری خدائی کا مالک بنایا اور ہر چیز ان کی ملکیت میں دے دی ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

تو عرض کر رہا تھا کہ حضرت سیدہ حلیمہ کی ڈاچی نے فصیح و بلیغ زبان سے دوسری دائیوں کے ساتھ کلام کیا' گویا کہ حضرت حلیمہ کی ہم سفر دائیوں نے کہا:

حلیمہ! رک تو سہی! اتنی تیز رفتاری کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کسی امیر گھرانے کا بچہ لے لیا ہے کہ تمہیں ایڈوانس فیس مل گئی اور تم نے سواری تبدیل کر لی ہے۔

تو اونٹنی نے کہا: یہ بات نہیں کہ سواری تبدیل ہو گئی ہے' ذرا غور سے دیکھو کہ سواری کا سوار تبدیل ہو گیا ہے۔

اپنے اپنے مقدر دی ہندی اے گل
آیاں دائیاں ہزاراں سی مکے دے ول
جسدی ڈاچی قدم وی نہ سکدی سی چل
عرش دے شہسواراں دے کم آ گئی
لین خوشبوئے زلف حبیب خدا آئی
آئی جنت دے وچوں سی بادِ صبا
چھو کے لنگھی جدوں گیسوئے مصطفیٰ
جاندی جاندی بہاراں دے کم آ گئی

یہ کس باغ سے پھول لائی حلیمہ

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں: آقائے عالمین صاحب گیسوئے مشکیں وعنبریں کو جب سواری پہ ساتھ لے کر میں چلی تو سارا راستہ خوشبوؤں سے معطر ہو گیا اور پندرہ میلوں پر آباد قبیلہ بنی سعد کے ہر گھر سے خوشبوؤں کے حلقے آنے لگے۔

ما بقی منزل من منازل بنی سعد الا وقد شموا ریح المسك منه ۔ (سبل الہدیٰ)

بنی سعد کا کوئی مکان ایسا باقی نہ رہا جو سرکار سے مشک کی خوشبو نہ سونگھتا ہو۔

مولانا تھانوی لکھتے ہیں کہ

لم یبق منزل من منازل بنی سعد الا شممنا منه ریح المسك .

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے بنی سعد کے تمام گھروں سے کستوری کی خوشبوئیں آتی تھیں۔ (نشر الطیب ص ۳۱ از تھانوی صاحب)

معطر دو عالم کو جو کر گیا ہے
یہ کس باغ سے پھول لائی حلیمہ

محمد مصطفیٰ آئے بہاراں مسکرا پئیاں

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ حضور کی تشریف آوری سے قبل میرا سارا علاقہ قحط سالی کا شکار تھا اور جب سرکار علیہ السلام جلوہ گر ہوئے تو تمام علاقہ سرسبز و شاداب ہو گیا' دنیا و کائنات کی کوئی زمین ہماری زمین سے بڑھ کر سرسبز و شاداب نہ تھی۔

(سیرت حلبیہ ج ا ص ۱۴۸' بیان المیلاد النبوی لابن الجوزی ص)

تمہارے حسن کا کونین میں جواب نہیں

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں:

میں حضور کو لے کر آئی تو گرد و پیش کی ہر چیز سے مجھے یہ آوازیں آنے لگیں:

مبارک ہو حلیمہ! محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت مبارک ہو

بنی سعد کی دائیاں مجھے دیکھتے ہی بول اٹھیں:

حلیمہ! تیرے گرد و پیش انوار کیسے ہیں؟

میں نے آپ کے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹایا اور کہا: یہ چمک چمک اس مکھڑے کی بدولت ہے' بنی سعد کی دائیوں نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرۂ انور پر انوار کی بارش دیکھی تو کہا:

یہ مکھڑا حسن و جمال میں اپنی مثال نہیں رکھتا' ایسا بچہ ہم نے آج تک نہیں دیکھا' یہ

مکھڑا اس لائق ہے کہ ہر زبان سے اس کی صفت وثناء ہوتی رہے۔(جامع المعجزات ص ۳۴۲)

تمہارے حسن کا کونین میں جواب نہیں
غروب ہوتا کہیں بھی یہ آفتاب نہیں

خدائی حکیم آ گئے

فرماتی ہیں کہ

میرے علاقے میں جب بھی کوئی بیمار ہوتا

اخذ کفه صلی الله علیه وسلم فیضعها علی موضع الاذی فیبرء باذن الله سریعا۔ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۵۱)

تو وہ بیمار آپ کی مبارک ہتھیلیوں کو مرض کے مقام پر رکھتا تو فوراً باذن اللہ تعالیٰ شفاء یاب ہو جاتا۔

مزید فرماتی ہیں کہ حضور کو جب میں اپنے ہاں لے آئی تو جب میری بکریاں گھر آئیں تو ایک بکری آگے بڑھی اور

سجدت له وقبلت رأسه۔ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۴۸)

اس نے آپ کو سجدہ کیا اور آپ کے سر انور کا بوسہ لیا۔

دیئے کی ضرورت نہ مشعل کی حاجت

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوہ فرمانے کے بعد مجھے کبھی گھر میں چراغ یا دِیا جلانے کی ضرورت پیش نہ آئی' بلکہ

اذا ارضعته فی المنزل استغنی به عن المصباح۔

جب میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلاتی تو مجھے گھر میں چراغ کی ضرورت نہ رہتی۔

سرکار دو عالم کے انوارات نے مجھے دِیے اور چراغ سے مستغنی کر دیا۔

دیے کی ضرورت نہ مشعل کی حاجت
عجب روشنی تو نے پائی حلیمہ

ساری ساری رات گھر جگمگاتا رہتا حتیٰ کہ ایک دن حضرت اُم خولہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے حلیمہ! کیا تم اپنے گھر میں ساری ساری رات آگ روشن رکھتی ہو؟ تو آپ نے فرمایا:

لا واللّٰہ لا اوقد نارًا ولکنہ نور محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم.

نہیں اللہ کی قسم! میں آگ روشن نہیں رکھتی، لیکن یہ روشنی نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔ (بیان المیلاد والنبوی ص ۵۳، تفسیر مظہری ص)

عجب روشنی تو نے پائی حلیمہ
عجب روشنی تو نے پائی حلیمہ
بنی تو محمد کی دائی حلیمہ
بڑی تو نے توقیر پائی حلیمہ

غربت وافلاس ختم، طعام کی کثرت، فرشتے جھولا جھلاتے اور حلیمہ فرماتی ہیں کہ

مجھے حاجت نہیں تھی اب کسی کھانے پکانے کی
کہ میں تو بن گئی مالک خدا کے کل خزانے کی
تمامی دن میں اپنے کوچہ بھر میں گھوم لیتی تھی
مجھے جب بھوک لگتی تھی لبوں کو چوم لیتی تھی